سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کردار

www.kitabosunnat.com

جلد دوم

حکیم محمد احمد ظفر سیالکوٹی

ادارۂ معارفِ اسلامیہ
مبارک پورہ ، سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

MFN 3001
DATA EN

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کردار

جلد دوم

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

DEPT. OF ISLAMIC STUDIES
PU. UNIVERSITY LAHORE
13702
1.9.79

ناشر
اِدارۂ مَعارفِ اسلامِیّہ
مبارکپورہ ، سیالکوٹ

لائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

13702

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کردار

جلد اول

کے بارہ میں برصغیر ہند و پاکستان کے جید علمائے کرام

اور

مؤقر دینی مجلات کی آراء

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

مؤلف . . . . . حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

ناشر . . . . . ادارۂ معارفِ اسلامیہ، سیالکوٹ

تزئین . . . . . سید انور حسین الحسینی، نفیس رقم، لاہور

بار . . . . . اول

تاریخ اشاعت . . . . . ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ، مطابق یکم جنوری ۱۹۷۶ء

صفحات ۲۰۸

قیمت - ۱۸/

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام زبدۃ المحدثین حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رح
سابق شیخ الحدیث، مدرسہ عربیہ ٹنڈو الہ یار کی رائے

میں نے آپ کی کتاب "سیدنا معاویہ" شخصیت اور کردار مختلف مقامات سے دیکھی ماشاء اللہ آپ نے خوب تحقیق سے کام لیا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض نام نہاد علماء جیسے ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور سید قطب وغیرہ نے اس حقیقت سے صرف نظر کر لی ہے کہ تاریخ میں بھی موضوعات اور مکذوبات موجود ہیں۔ جب فتنہ پردازوں نے حدیث رسولؐ میں بھی موضوعات و مکذوبات شامل کر دی ہیں تو تاریخ بے چاری کیا چیز؟ پھر جیسے محدثین نے حدیثوں میں سے موضوعات و مکذوبات کو الگ کر دیا ہے۔ اسی طرح مبصرین کو تاریخ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ آج کل بعض مؤرخین آنکھوں کے بھی اندھے اور دل کے بھی اندھے اور بعضے آنکھوں سے بینا ہیں، لیکن دل کے نابینا ہیں۔ آپ نے ماشاء اللہ دونوں سے اپنے دامن کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آج کل اس قسم کی تصنیفات کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ یہودی عیسائی مبلغوں کا بڑا حربہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو حضرات صحابہؓ کی طرف سے بدظن کر دیا جائے تو پھر دین کی بنیاد کمزور ہو کر دین منہدم ہو جائے گا۔ یہی حربہ انکار حدیث کے سلسلہ میں کار فرما ہے، کیونکہ جب حدیث حجت نہ رہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قرآن کی شرح تھی تو اب ہر شخص آزاد ہو گا کہ قرآن کی جو چاہے شرح کر دے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول عام اور نافع تام بنائیں۔ آمین

والسلام

ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ

فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند کی گرانقدر رائے

کتاب "سیدنا معاویہؓ" مصنفہ عالی قدر مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، احقر نے اوّل سے آخر تک پوری پڑھی اور اس کی دلچسپ تعبیر بلاغت بیانی اور تسلسل واقعات کے سبب پورا پڑھے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا۔

کتاب مسئلہ مشاجرات صحابہ اور سیرۃ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں تاریخ تفسیر اور حدیث کی روایات کا نچوڑ اور صحت فکر کا مرقع ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتی عظمت، جلالت اور شرف صحابیت کی وجہ سے بلندی مقام کو جن غلط تاریخی روایات کے نیچے دبائے رکھنے اور اصل حقیقت کو تعصبات کے غلیظ پردوں میں چھپائے رکھنے کی جو کوششیں ایک خاص نقطۂ نظر کے ماتحت کی جاتی رہی ہیں۔ اس کتاب نے ان غلیظ پردوں کو چاک کر کے معاویہؓ کی حقیقی عظمت و شان نکھار کر سامنے رکھدی ہے۔

خصوصیت سے کتاب کا مقدمہ تاریخ اور تاریخی روایات کے ردّ و قبول کے اصولوں کا ایک بہت ہی قابل قدر اور کارآمد مجموعہ ہے۔ جس سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے بارہ میں تاریخی روایات کے غث و ثمین کو بآسانی پرکھا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے اگر کسی طبقہ کو من حیث الطبقہ پورے کے پورے طبقہ کی تقدیس کی ہے تو صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے اس لیے صحابہؓ کے بارے میں ہر تاریخی روایت کے ردّ و قبول کا سیدھا اور صاف معیار قرآن حکیم ہے جس سے مصنف نے جگہ جگہ کام لے کر واضح کر دیا ہے کہ اسلامی ذہن اس سلسلہ میں کسی ایسی روایت پر مطمئن نہیں ہو سکتا جو اس قطعی اور سچے معیار پر پوری نہ اترتی ہو۔ نیز اس باب کی ایسی روایات کے وضع کرنے میں جو حضرات صحابہؓ کی عظمت و جلالت میں شکوک و اوہام پیدا کر سکتی تھیں جن چابکدستیوں سے کام لیا گیا ہے۔ مصنف دام فیضہ نے ان سب کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ ساتھ ہی اس بارہ میں مستند مؤرخین کی معیاری شہادتوں اور اُن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی بالاتر احادیثِ نبوی کا ایک بڑا ذخیرہ مستند حوالوں کے ساتھ پیش کر دیا ہے، جو اس سلسلہ کے سارے شکوک وشبہات کا قرار واقعی جواب اور استیصال ہے۔ مصنف ممدوح نے محنت شاقہ اٹھا کر اور سینکڑوں کتابوں کی چھان بین کر کے مشاجرات صحابہؓ اور بالخصوص فیصلۂ تحکیم کے بنیادی نقاط سامنے رکھ دیئے ہیں، جنہیں سامنے رکھنے سے امت مرحومہ تمام ایسی جعلی اور فرضی کارروائیوں کے دام فریب سے بچ سکتی ہے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بدظن بنائے اور اس امت میں تفریق ڈالنے کے لیے منافقوں کی طرف سے انجام دی گئیں۔

کتاب ماشاء اللہ محققانہ سنجیدہ اور اپنے موضوع میں کامیاب اور قابلِ قدر ہے حق تعالیٰ مصنف کو ہم سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سعی کو قبول فرما کر مقبول عام بنائے۔ "آمین"

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۶ شعبان ۱۳۸۷ھ

حضرت العلامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی

سابق شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور کی رائے

یہ کتاب ایک ایسے نازک اور پیچیدہ موضوع پر لکھی گئی ہے کہ جس کی پیچیدگی کے چند اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مقبولانِ بارگاہِ خداوندی میں سے ہیں اور دونوں میں اس کے باوجود صفین کے موقع پر تصادم کی نوبت بھی آئی ہے۔ اب مؤرخانہ انداز میں تاریخی حقائق کو اس انداز میں پیش کرنا کہ دونوں میں سے کسی کی شخصیت بھی مجروح نہ ہو۔ اور کتاب وسنت کے آئینے میں دونوں کی جو قطعی شخصیت ہے اس سے بھی ٹکراؤ نہ ہو۔ یہ بہت محتاط اور نازک کام ہے۔)

۲۔ دوم یہ کہ ارباب تاریخ نے ارباب غرض وسیاست رواۃ کی تقلید میں ان دونوں حضرات کی تاریخ کچھ ایسی مسخ کی ہے کہ دونوں حضرات کی زندگی کے اصلی خدوخال نظر سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اب ان بناوٹی پردوں کو ہٹا کر اصل حقیقت تک پہنچنا آسان کام نہیں۔

۳۔ تاریخ میں قاتلانِ عثمان پر اسلامی قانون نافذ کرنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اور بارہ صوبوں کے گورنروں کی یک قلم اور بلا وجہ تبدیلی اور فتوحاتِ اسلامیہ اور تبلیغ اسلام کی رکاوٹ سب کچھ مذکور ہیں، لیکن حضرت علیؓ کی طرف سے ان فروگذاشتوں کے سلسلے میں معذرت اور مجبوریاں واضح نہیں کی گئی ہیں۔ اسی طرح فیصلۂ تحکیم جس سے جانبین کی جنگ رک گئی۔ اس کی تحریری شکل کو نظر انداز کر کے اس کو افسانے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ جس سے جانبین کے متعلق بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مؤرخین نے سیدنا معاویہؓ کے فرضی عیوب کو اچھالا ہے، لیکن ان کے حلم، جود وسخاوت شجاعت، جہاد فتوحات اسلامیہ اور مملکت کے تعمیری کاموں کو نظر انداز کیا ہے اور اگر کچھ کیا بھی ہے تو واضح اور مفصل بیان نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کتاب دام فیضہ نے ان سب مشکلات کو حل کیا ہے اور اس نازک موضوع کو ایسا نبھایا ہے کہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔ علماء و طلباء دونوں کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ تاکہ وہ بھی اس جہاد دفاع عن الصحابہ میں شریک ہوں۔

احقر شمس الحق افغانی
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ
سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند
وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان

مفسر قرآن جناب مولانا امین احسن صاحب اصلاحی مدظلہ کی رائے

مولانا حکیم محمود احمد ظفر کی اس قیمتی تصنیف پر ایک سرسری نظر ڈالنے کا موقع مجھے ملا ہے اور میں اس رائے کے اظہار میں دلی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ موصوف نے یہ کتاب لکھ کر نہ صرف ہماری تاریخی کتابوں میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے بلکہ اس سے دین کی بھی ایک نہایت ہی اہم خدمت انجام دی ہے۔

ہماری تاریخ کے ابتدائی دور ہی میں مسلمانوں کے اندر منافقین و مفسدین کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جس نے اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے ایک طرف تو ملت کے اجتماعی و سیاسی نظام کی چولیں ہلا کر رکھ دیں، دوسری طرف اپنی تلبیسات اور دروغ بافیوں سے ہمارے تاریخی لٹریچر میں ایسا زہر آلود مواد بھر دیا جس کے مہلک اثر دن سے آج تک ملت کو نجات نہ مل سکی۔ ہر دور کے مفسدین و اشرار اس زہریلے مواد کو ابھار ابھار کر کوئی نہ کوئی فتنہ ایسا اٹھاتے رہے ہیں جس سے پوری ملت برابر ایک انتشار و اضطراب میں مبتلا رہے۔

ہمارے اصحاب علم و نظر پر یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی تاریخ پر ایک گہری ناقدانہ نظر ڈال کر اس قسم کی تدلیسات و تلبیسات سے اس کو پاک کریں۔ اس کے بغیر افکار اور جذبات کی وہ ہم آہنگی وجود میں نہیں آسکتی جو تنظیم ملت کی حقیقی بنیاد ہے۔ خاص طور پر صحابہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا معاملہ نہایت اہم معاملہ ہے۔ ان کے باب میں کوئی اختلاف صرف تاریخ کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عقائد و ایمانیات اور ارواح و قلوب کا اختلاف ہے اور اس کی زد بالواسطہ اصل دین پر پڑتی ہے۔ اگرچہ ہر دور میں ہمارے بیدار مغز علماء نے اس فرض کا احساس کیا اور انہوں نے بہت سی تلبیسات کا پردہ چاک کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس فتنے کی جڑیں ہمارے ادب اور ہماری تاریخ کے اندر اتنی گہری اتری ہوئی ہیں کہ جب تک تنقید کے جدید آلات جراحی سے کام لے کر اس سرطان کے اثر کا کلی استیصال نہ کیا جائے گا لاتعداد منافقین اپنے مشئوم اغراض کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو غذا بہم پہنچاتے رہیں گے اور کمزور طبائع پر اس کا حملہ ہوتا رہے گا۔

ہر کام کے لیے قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہے۔ شائد یہ دور اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے منتخب فرمایا ہے کہ ہمارا چمنستان تاریخ اس تمام جھاڑ جھنکاڑ سے پاک صاف ہو جائے جس کی تخم ریزی مفسدین نے کی اور جو چمن کے مالیوں کی غفلت کے سبب سے بھڑ پکڑ گیا تھا۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے اور ہمیں اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ ادھر تھوڑے سے عرصے میں ہماری تاریخ کے اس خاص پہلو پر متعدد ایسی بلند پایہ کتابیں نکلی ہیں جو ذہنوں کے صاف کرنے اور طرز فکر کے بدلنے میں نہایت مؤثر اور مفید ثابت ہوئی ہیں۔ جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب کی یہ کتاب بھی اس زمرے کی ایک نہایت مفید کتاب ہے۔ ہم نے اس کے جن مباحث پر نظر ڈالی ہے۔ ان سے ہمیں اندازہ ہوا کہ حکیم صاحب نے اپنے موضوع کا گہرائی اور وسعت کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے نہایت سلجھے ہوئے انداز میں دلائل کے ساتھ لکھا ہے۔ موصوف کے پیش کردہ دلائل کے بعض اجزاء سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن کتاب کی ہر فصل کا مدعا بحیثیت مجموعی اس قدر واضح ہے کہ اس سے مشکل ہی سے کوئی انصاف پسند آدمی اختلاف کرے گا۔

اس کتاب کے مباحث پر نظر ڈالتے ہوئے بار بار ہمیں خیال آیا کہ جب سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا امیر معاویہؓ اور اکابر بنی امیہ سے متعلق تاریخ کی کتابوں میں یہ پاکیزہ مواد بھی موجود ہے جو اس کتاب میں مستند حوالوں سے نقل ہوا ہے تو آخر اس کو نظر انداز کر کے بعض لوگوں نے صرف اس مواد کو جمع کرنے کی کوشش کیوں فرمائی جس سے ان جلیل القدر صحابیوں کی تنقیص ہو سکے۔ آخر یہ مطالعۂ تاریخ کا کونسا انداز ہے کہ غلاظت پسند مکھی کی طرح صرف انہی گندے چھینٹوں پر آدمی کی نظر پڑے جو کسی منفری نے ہمارے پاکیزہ خصائل اسلاف کے دامن پر اڑائے ہوں۔ اس معاملے میں جو کوتاہی ہمارے مؤرخین سے ہوئی ہے۔ اگرچہ وہ بھی قابل افسوس ہے لیکن ان کی طرف سے یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے صرف روایات و اقوال کے جمع کر دینے پر اکتفا کیا ہے، تحقیق و تنقید کا کام دوسروں کیلئے چھوڑ دیا ہے، لیکن اُن کی لوگوں کی طرف سے آخر کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے جو تحقیق و

تنقید کے دعوے کے ساتھ اٹھتے ہیں اور سبائیوں اور روافض کی روایات کو بنیاد بنا کر جلیل القدر صحابہؓ کو مطعون کر ڈالتے ہیں۔ اگر کسی جامع اقوال مؤرخ کی کتاب میں کوئی روایت درج ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روایت اس مؤرخ کا مذہب و مسلک ہے لیکن اگر اس روایت کو کوئی شخص اپنی تحقیق کی حیثیت سے اختیار کر لیتا ہے تو اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ یہی اس کا مذہب و عقیدہ ہے۔ پھر یہ بات بھی اپنی جگہ پر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مؤرخین نے خواہ کتنی ہی ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہوں لیکن اُن کی اطب و یابس روایات کا یہ درجہ نہیں ہے کہ ان کی بنا پر صحابہؓ کو مجروح قرار دیا جائے۔ سیدنا عثمان غنیؓ اور سیدنا معاویہؓ تو خیر بڑی چیز ہیں ایک ادنیٰ صحابی کا بھی یہ درجہ ہے کہ اُس کی ثقاہت و عدالت کو ہزاروں طبری و جزری اور لاکھوں کلبی و واقدی مجروح نہیں کر سکتے۔

ہماری دُعا ہے کہ اس کتاب کو حسن قبول حاصل ہو اور ان فتنوں کے استیصال میں یہ ایک مؤثر قوت ثابت ہو جو اس وقت بعض سیاسی طالع آزماؤں نے اٹھا دیئے ہیں۔

امین احسن اصلاحی

۱۰ر جولائی ۱۹۶۷ء

DEPT. OF ISLAMIC STUDIES
13702
1.9.59
UNIVERSITY LAHORE

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی مدظلہ
سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء، لکھنؤ کی رائے

جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب کی کتاب "سیدنا معاویہؓ — شخصیت اور کردار" جلد اول کا میں نے مطالعہ کیا۔ مطالعہ کر کے جناب مصنف کے لیے دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس عظیم خدمتِ دین کو قبول فرما کر اس کا اجر عظیم عطا فرمائیں۔ (آمین)

صحابہ کرام کی جانب سے دفاع درحقیقت دلائل نبوت کی جانب سے دفاع ہے، کیونکہ ہر صحابی اپنی اعلیٰ شخصیت اور اپنے اعلیٰ کردار کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تعلیم و تربیت کا آئینہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی ایک مستقل دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ دین کے ایک گروہ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرام کا وقار ناواقف مسلمانوں کی نگاہ سے گرا دیں تاکہ ہدایت کا یہ دروازہ بند ہو جائے، خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان طعن دراز کرنا اور آں محترم پر بہتان باندھ کر چاند پر خاک ڈالنے کی کوشش کرنا تو ابن سبا اور اس کے متبعین کا خاص شعار ہے کچھ سبائی تو نقاب تقیہ ڈال کر اور بظاہر سنی بن کر اس جلیل القدر صحابی رسول پر افترا پردازی کرتے ہیں تاکہ ناواقف اہل سنت فریب میں آ کر آں محترم کے متعلق سوءِ ظن میں مبتلا ہو جائیں اور اپنی آخرت خراب کر لیں۔ ان حالات میں جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب کی یہ کتاب تحفظ دین اور ہدایت مسلمین کا ذریعہ اور بہت اہم خدمت اسلام ہے، جس کے لیے وہ سب مسلمانوں کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ کتاب میں ہر بات مدلل و مبرہن اور ہر دلیل اطمینان بخش اور مسکت ہے۔ تاریخی واقعات کی تحقیق بحوالہ کتب کی گئی ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ طالب حق اور منصف مزاج کے لیے یہ کتاب نسخۂ تریاق اور رفض کے زہر سے نجات کی ضامن ہے، البتہ معاند کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

محمد اسحاق صدیقی عفا اللہ عنہ
ناظم شعبہ تصنیف و تالیف
مدرسہ عربیہ اسلامیہ، بنوٹاؤن، کراچی
۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالکبیر صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ قرآنیہ عربیہ، لال باغ، ڈھاکہ کی رائے

سیدنا معاویہؓ کے بارے میں بعض بددین اور فتنہ انگیز لوگوں کی بعض تحریروں کی وجہ سے مسلمانوں کے عقائد میں کچھ زخم پیدا ہونے لگا تھا۔ اچھے اچھے لوگوں کو بھی غلط فہمی ہونے لگی تھی۔

آپ کا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے سیدنا معاویہؓ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب تصنیف فرما کر متزلزل عقائد والوں کو ٹھکانے لگایا اور فتنہ و فساد برپا کرنے والوں کے لیے فتنہ انگیزی کا دروازہ بند کر دیا۔

خداوند کریم آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ میں آپ کو صد مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

(احقر) عبدالکبیر غفرلہ
محدث جامعہ قرآنیہ عربیہ
لال باغ۔ ڈھاکہ
۲۶ رجب المرجب ۸۷ھ

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کا تبصرہ

ماہنامہ الحق ملک کا ایک معیاری پرچہ ہے۔ جو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے زیر اہتمام اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی زیر ادارت چار سال سے جاری ہے۔ اس پرچہ کے دسمبر کے شمارہ میں کتاب سیدنا معاویہؓ — شخصیت اور کردار" پر تین صفحات میں شاندار تبصرہ کیا گیا ہے۔ مکمل تبصرہ کو نقل کرنا تو مشکل ہے البتہ اس کے چند اقتباسات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ فاضل تبصرہ نگار لکھتے ہیں:۔

"صحابہ کرام" میں حضرت معاویہؓ کی ذات بڑی مظلوم ہے۔ اس کاتب وحی، ہادی اور مہدی شخصیت کے آئینہ مصفا پر بعض مؤرخین نے منوں گرد ڈال دی ہے۔ جس سے موصوف کا جمال جہاں آراء ابھی تک ایسا مستور رہا ہے۔ جس طرح چاند کی طلعت ابر آلود ہو جائے۔"

آگے تاریخ کی تدوین میں جو کچھ عیاریاں کی گئیں اور شیعہ حضرات نے کس طرح اپنی تقیہ کی فیکٹری میں ان روایات کو ڈھالا، اور سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ کے بعد بعض لوگوں کو بدنام کرنے کی جو مہم شروع کی گئی۔ تبصرہ نگار نے ان کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے بعد فاضل تبصرہ نگار لکھتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ مصنف "سیدنا معاویہ" کو جزائے خیر دے کہ اس نے شبانہ روز محنت، جگر کاوی اور عرق ریزی سے اس گرد کو جھاڑنے کی مستحسن کوشش کی ہے جو اولوالعزم اور جلیل القدر صحابی کے دامن اور آئینہ مصفا پر پڑی تھی۔ اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں اکابر صحابہ حتیٰ کہ اہل بیت تک کے افراد عبداللہ بن عباسؓ، محمد ابن حنفیہؒ، عبداللہ بن عمرؓ اور عقیل بن ابی طالبؓ کے اقوال بیان کر کے حضرت معاویہؓ کا دامن صاف کرنے کی سعی کی ہے۔ اور تاریخ کا تانا بانا جن رطب و یابس مواد سے تیار کیا گیا ہے۔ اُسے بھی خوب بے نقاب کیا گیا ہے۔ اس پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ یہ خرابیاں کس راستہ سے آئی ہیں۔ کتاب کیا ہے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی کا مینار ہے جو تاریخ کے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے طالب علموں کو صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔ ایک صیقل ہے جس نے تاریخ کے چہروں کو مصفّا اور مجلّا کر دیا ہے۔ غلط روایات کا پوسٹ مارٹم ہے۔ اور ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر صحیح اور غلط واقعات کو جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ ہم اپنے جملہ قارئین اور خصوصاً اہل سنت حضرات سے اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں اور مصنف کی اس غواصانہ عرق ریزی کی داد دیتے ہیں مصنف کا سب سے بڑا کمال اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا دامن صاف کرتے کرتے اپنے دامن کو بھی خارجیت سے بچا گئے۔ ورنہ اس سلسلہ میں پہلے جتنی کوششیں ہوئیں ان میں ایک گرہ کھولی گئی تو دس گرہیں اور نمودار ہو گئیں۔ حضرت معاویہؓ کا دامن صاف کیا اور یوں خارجیت کی پرورش کی، لیکن مصنف نے اہل السنت والجماعت کے مسلک کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

دسمبر ۱۹۶۷ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	پیش آہنگ	۳
۱	گورنروں کی بالادستی	۱۸
۲	دیت کے مسائل میں سنت کی تبدیلی	۳۸
۳	مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے؟	۴۰
۴	اہل بیت نبوی سے برتاؤ	۵۳
۵	سیدنا حسنؓ کو زہر دلوانا	۵۹
۶	استلحاق زیاد	۶۴
۷	حجر بن عدی کا قتل	۷۴
۸	سیدنا علیؓ پر سب وشتم	۱۰۲
۹	شہادت عمار بن یاسرؓ	۱۲۷
۱۰	یزید کی ولی عہدی	۱۶۰
۱۱	خلافت راشدہ	۲۱۶
۱۲	ایک حدیث اور اس کا جواب	۲۵۳

(مکتبہ محمد اشرف مرکز کتابت لہائی بازار سیالکوٹ)

پیش لفظ

سیدنا معاویہؓ کی شخصیت اور کردار کے بارہ میں اس کتاب کی جلد اوّل میں ہم نے تفصیل سے بحث کی ہے اور سینکڑوں کتابوں کے سینکڑوں حوالجات سے دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے سیدنا معاویہؓ کی شخصیت کے طول وعرض کو واضح کیا ہے۔ جس سے وہ شکوک وشبہات اذہان سے خود بخود رفع ہو جاتے ہیں جن کو مدتوں کے پراپیگنڈے سے ذہنوں میں پیوست کیا گیا ہے اور سیدنا معاویہؓ کا کردار نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اس صحابیٔ رسول، مدبرِ اسلام اور نابغۂ روزگار نے اسلام اور اہلِ اسلام کی وہ وہ خدمات جلیلہ سرانجام دیں کہ اُمت آج تک اُن کی زیر بار احسان ہے۔

آپ کی فتوحات، عسکری نظام، نظم مملکت، معاشی اور اقتصادی اصلاحات، تدبیر وسیاست، شجاعت وبسالت، جود وسخاوت، ظرافت وخطابت اور نظام عدل نے اُمت مسلمہ کو وہ قوت وہمت بخشی کہ اُس کے بازو قوی، حوصلے بلند اور ارادے مضبوط ہو گئے۔ اُن میں سمندروں ایسا تموج، طوفانوں ایسی شدت، پہاڑوں ایسی رنگینی پھولوں ایسی مہک اور شبنم ایسی نمی پیدا ہو گئی۔ وہ جدھر بڑھی فتح وکامرانی نے اُس کے قدم چومے تخت وتاج اُس سے پلٹنے کے لیے دیوانہ وار دوڑے۔ وہ وقت کی معلم بنی، اُس نے زمین کی طنابوں کو کھینچا اور اونچے حوصلوں اور بلند ارادوں کی کمند لے کر زمین کی وسعتوں کو سمیٹتی ہوئی ایک طرف قسطنطنیہ یعنی یورپ کے دروازوں تک جا پہنچی اور دوسری طرف برِ اعظم افریقہ کو پھلانگتی ہوئی اُس ساحل تک جا پہنچی جو بحیرۂ روم جیسے بڑے سمندر سے وابستہ ہے۔ اُس نے دُنیا کے صحراؤں کے سینے چیرے، اُس کے دریاؤں کا منہ موڑا، وادیوں کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے روندا، میدانوں پر چھائی اور وہاں کی کھوکھلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیب کے کھنڈروں کو مسمار کر کے اپنی زریں تہذیب کے جھنڈے گاڑے۔

آپ کی شخصیت اور کردار پر چودہ سو سال کے معاندانہ پراپیگنڈے کی وجہ سے شکوک و شبہات کی جو دبیز تہیں دماغوں پر جمادی گئیں اُن کو آسانی سے کھرچا نہیں جا سکتا۔ جبتک کہ ایک ایک اعتراض اور شبہ پر تحقیق اور ریسرچ کا عمل جراحی نہ کیا جائے۔ چنانچہ جلد ثانی جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں آپ پر وارد شدہ اعتراضات (جو کہ مخالفین کے غلط پراپیگنڈے سے بعض موافقین کے ذہنوں میں بھی گھر کئے ہوتے ہیں) کے نمبروار جوابات دیئے گئے ہیں جس کے مطالعہ سے قارئین کرام کے ذہنوں سے وہ سارے اعتراضات اور شکوک و شبہات (انشاء اللہ تعالیٰ) اس طرح دُھل جائیں گے جس طرح ایک چکنے پتھر سے موسلا دھار بارش کی وجہ سے گرد و غبار دُھل جاتا ہے۔

﴿ جیسا کہ اس جلد میں ہم نے کئی مقامات پر تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی شخصیت اور کردار پر بحث کرنے سے پیشتر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس شخصیت کے کردار کو وہ زیر بحث لا رہے ہیں وہ کوئی آجکل کے بادشاہوں کی طرح کی شخصیت نہیں بلکہ وہ ایک فقیہ صحابیؓ رسولؐ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱) ایک ہادی اور ہدایت یافتہ اور لوگوں کے لیے ذریعۂ ہدایت کی شخصیت ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷) ایک ایسے خلیفۂ راشد کے بارہ میں وُہ بحث کرتے ہیں جو کاتب وحی (ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳۳۸) اور امین تھے (البدایۃ النہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۰) جن کا حلم تمام اُمت میں مشہور تھا (تطہیر الجنان صفحہ ۵۵) خلافتِ صدیقی، خلافتِ فاروقی اور خلافتِ عثمانی میں جنہیں با اعتماد سمجھ کر اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا یہاں تک کہ دمشق کا والی اور گورنر بنا دیا گیا (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۸۲، ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۶، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۴، ہسٹری آف برز صفحہ ۱۵۴) وہ ایک خلیفۂ راشد تھے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ صفحہ ۵۵۳) لہٰذا اُن پر اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ ہر خلیفہ پر بحث کی جا سکتی ہے اور اُن کی حکومتی کارروائیوں کو ہدف تنقید بنایا جا سکتا ہے لیکن خلیفۂ راشد پر کسی قسم کی تنقید نہیں کی جا سکتی، کیونکہ حدیث صحیح میں اُن کی سنّت اور ان کے طریقے کی اتباع اور اطاعت کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲،

ابن ماجہ صفحہ ۵، ابوداؤد صفحہ ۲۷۹، مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۹۵، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۷)

لیکن اس کے باوجود بھی قرآن و سنّت اور تاریخ کی صحیح روایات کی روشنی میں ہم نے اُن سب اعتراضات کا جو اس صحابیؓ جلیل کی شخصیت کو داغ دار بنانے کے لیے گھڑے جاتے ہیں، کافی وافی جوابات دیئے ہیں اور موجودہ زمانے کے اُن نام نہاد مفکرین اور ادیبوں کے دلائل کے کھنڈرات کو بھی مسمار کیا ہے۔ جنہوں نے فتنۂ سبائیت کی تجدید کے لیے نہ صرف سیدنا معاویہؓ ہی کی شخصیت پر گند اچھالا ہے بلکہ سیدنا عثمانؓ، سیدنا عمرو ابن العاصؓ، سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ اور سیدنا مروانؓ کے متعلق بھی اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ ان لوگوں کے دلائل دراصل مستقل دلائل نہیں بلکہ وہی چباتے ہوئے لقمے ہیں۔ جو آج سے ۱۲-۱۳ سو سال قبل عبداللہ بن سباء یہودی اور اس کے ساتھیوں نے باہر پھینکے تھے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اب اُن کو جدید تکنیک اور نئے انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی ذوات مقدسہ کو طرح طرح کے اعتراضات سے مجروح کرنیوالے لوگ اسلام کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے بلکہ وہ قرآن و سنّت کے اوّلین راویوں کو مجروح کر کے قرآن و سنّت کے قطعی الثبوت اور متواتر ہونے سے انکار کروانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ امام ابوزرعہ رازیؒ نے کیا ہی اچھی بات ارشاد فرمائی۔

اذا رأیت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانہ زندیق وذالک ان الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عندنا حق والقرآن حق وانما ادی الینا ھذا القرآن والسنن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وانما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرح بھم اولیٰ ـــــــ وھم زنادقۃ

جب تم کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کی تنقیص کرتے دیکھو تو یہ سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نزدیک برحق ہیں، قرآن حکیم حق ہے اور یہ قرآن حکیم اور سنت ہم تک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ ہی نے پہنچائی ہے (جو لوگ صحابہؓ پر معترض ہوتے ہیں) وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دین کے گواہوں کو مجروح کر دیں تاکہ اس طرح سے وہ کتاب وسنت کو مجروح کر سکیں۔ ایسے لوگ خود اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ اُن پر جرح کی جائے ——— اور وہ زندیق ہیں۔ (کفایہ صفحہ ۴۹)

یہی وجہ ہے کہ محدثین صحابہؓ کے بارہ میں کسی ایسی روایت کو قبول نہیں کرتے جس سے کسی صحابی کی ذات مجروح ہوتی ہو۔ اس بارہ میں جس قدر روایات حدیث یا تاریخ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان کے سلسلۂ اسناد میں کوئی نہ کوئی رافضی اور سبائی ضرور ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ایسی روایات کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

"جو روایات صحابہ کرامؓ کے عیوب ومثالب کے متعلق مروی ہیں، وہ دو قسم کی ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو سراپا کذب اور تحریف شدہ ہیں، جن میں ایسی کمی بیشی ہو گئی ہے جن سے مذمت اور طعن کا پہلو نکلتا ہے۔ اکثر وہ روایات جن میں صحابہ کرامؓ کے بارہ میں صریح مطاعن کا ذکر ہے، اسی قبیل سے ہیں۔ جنہیں ایسے کذاب راوی بیان کرتے ہیں جن کی کذب بیانی مشہور ہے جیسے ابو مخنف لوط بن یحییٰ، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اور ان جیسے اور کئی کذاب راوی۔ اسی لیے اس رافضی[1] نے ایسی روایتوں سے استشہاد کیا ہے۔ جسے ہشام کلبی نے جمع کیا ہے جب کہ دروغ گوئی اور کذب بیانی میں وہ سب سے بڑھ کر ہے اس کے علاوہ وہ شیعہ ہے۔ نیز وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اس کا باپ ابو مخنف سے بیان کرتا ہے اور یہ دونوں کذاب اور متروک ہیں۔ امام احمد اس کلبی کے بارہ میں فرماتے ہیں "میں یہ

[1] جس کی کتاب کا شیخ الاسلام جواب دے رہے ہیں۔

سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی شخص اس سے روایت کرے گا کیونکہ وہ تو ایک نساب اور قصہ گو ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ "وہ متروک ہے" ابن عدی فرماتے ہیں کہ "ہشام کلبی پر قصہ گوئی غالب ہے۔ میں اس کی کوئی مسند روایت نہیں جانتا اور اس کا باپ بھی کذاب اور دروغ گو ہے۔" زائدہ لیث اور سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ "وہ کذاب اور جھوٹا ہے۔" امام یحییٰ فرماتے ہیں۔ "کوئی شی نہیں، کذاب اور پایۂ اعتبار سے گرا ہوا ہے۔" امام ابن حبان فرماتے ہیں "اس کا کذب اس قدر نمایاں ہے کہ اس کے اوصاف معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔" (منہاج السنہ جلد ۳ صفحہ ۱۹)

شیخ الاسلام اپنی اسی کتاب میں ایک اور مقام پر روایات کی صحت اور ضعف کے بارہ میں بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب "الحلیہ" میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے مناقب و فضائل پر کئی احادیث ذکر کی ہیں جن میں بعض صحیح، بعض ضعیف بلکہ منکر ہیں۔ اگرچہ ابو نعیم خود علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتا ہے، لیکن اس کا اور اُن جیسے کئی اور مصنفین کی تالیفات کا طریقہ ہی یہ رہا ہے کہ ایک عنوان پر ہر قسم کی روایات جمع کر دیتے ہیں جیسے ایک مفسر تفسیر میں، ایک فقیہ فقہ میں اور ایک مصنف اور مؤلف اپنی تصنیف اور تالیف میں تمام آراء، اقوال اور دلائل نقل کر دیتے ہیں تاکہ قارئین پر تمام پہلو واضح اور منکشف ہو جائیں۔ اگرچہ یہ لوگ اپنی مذکورہ چیزوں میں سے بیشتر چیزوں کی صحت کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ اس کے ضعف کے معترف ہوتے ہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں ہمارا کام تو صرف روایات نقل کرنا ہے۔ اس کے (غلط اور صحیح) کی تمام تر ذمہ داری قائل پر ہے نہ کہ ناقل پر۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جنہوں نے عبادات کے فضائل کے بارہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں جو بہت سی ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں جن کے موضوع اور جعلی ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ جنہوں نے تاریخ کے بارہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں جیسے ابن عساکر وغیرہ۔ اُن کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جب وہ خلفائے اربعہ، دُوسرے خلفاء کے حالات قلم بند کرتے ہیں تو ہر طرح کی روایات نقل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں روایات نقل کرتے ہیں تو ایسی ایسی روایات کو بھی نقل کر دیتے ہیں جن کا جھوٹا اور غلط ہونا اہلِ علم پر ظاہر ہوتا ہے۔

"پس جو شخص ذرا بھی عدل و انصاف سے کام لے گا وہ سمجھ لے گا کہ روایات میں صدق و کذب ہر طرح کا مواد پایا جاتا ہے اور لوگوں نے مثالب و مناقب اور محاسن و نقائص میں دروغ گوئی اور کذب بیانی سے کام لیا ہے اور حمایت و مخالفت اور حُب و بغض میں کوئی اجتناب نہیں کیا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں نے سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے فضائل و مناقب میں ایسی ہی کذب بیانیاں کی ہیں جیسے سیدنا علیؓ کے فضائل و مناقب میں جھوٹ تراشے ہیں۔ . . . . چنانچہ بنیادی شی ہر طرح کی روایات کے نقل کرنے میں یہ ہے کہ ناقل (روایت کے نقل کرنیوالے) علماء کی طرف رجوع کیا جائے اور روایت کے صحیح اور ضعیف ہونے کا پتہ لگایا جائے۔ کسی شخص کا صرف یہ دعوےٰ کر دینا کہ اس روایت کو فلاں (محدث اور مؤرخ) نے نقل کیا ہے نہ ہی اہل السنت والجماعت کے نزدیک حجت ہے اور نہ ہی شیعہ کے نزدیک۔ اہلِ اسلام میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہر مصنف کی نقل کردہ ہر روایت کو قابلِ حُجت سمجھ لے۔ اس لیے ہر وہ روایت جس سے کوئی شخص احتجاج کرے، سب سے پہلے ہم اُس سے اس کی صحت کا مطالبہ کریں گے۔ محض کسی روایت کا اس کے ناقل کی طرف منسوب کر کے یہ کہدینا کہ یہ ثعلبی وغیرہ کی روایت ہے تمام اہلِ علم کے نزدیک بالاتفاق روایت کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔" (منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۱۰-۱۲)

صحابہ کرامؓ کے بارہ میں روایات کا صحیح اور غلط ہونا کسی کے نقل کرنے پر موقوف نہیں بلکہ اُن کے راویوں پر موقوف ہے۔ اگر راوی ثقہ ہیں اور روایت اصُول درایت کے مطابق ہے تو قابلِ احتجاج ہے خواہ کوئی مؤلف اُسے اپنی کتاب میں درج کر دے لیکن اگر کسی روایت کے راوی غیر ثقہ بلکہ کذاب اور دروغ گو ہیں یا وہ روایت اُصول درایت کے خلاف ہے تو وہ حجت نہیں خواہ اُس کو کتنے ہی بڑے محدث، مفسر اور مؤرخ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ:

والواجب ایضاً علی کل من سمع شیئاً من ذالک ان یثبت فیہ ولا ینسب الی احد منھم بمجرد روئیتہ فی کتاب او سماعہ من شخص بل لابد ان یبحث عنہ حتی یصح عندہ نسبتہ الی احدھم فحینئذ الواجب ان یلتمس لھم احسن التاویلات واصوب المخارج اذھم اھل لذالک کما ھو مشھور لھم فی مناقبھم و معلوم فی مآثرھم

جو شخص صحابہ کرامؓ کے بارہ میں کوئی بات سنے اُس پر واجب ہے کہ وُہ پہلے اُس کی تحقیق و جستجو کرے وُہ صرف کسی کتاب میں اُس روایت کو دیکھ لینے یا کسی شخص سے سُن لینے پر ہی اُس کی نسبت اُس کی طرف نہ کرے بلکہ اُس پر ضروری ہے کہ وُہ اُس کے بارہ میں پُوری تحقیق و جستجو کرے تاکہ اس کی طرف اس کی نسبت صحیح ہو۔ اُس وقت اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اُس کی اچھی سی تاویل کرے اور اس کا کوئی اچھا سا محمل اور مخرج تلاش کرے کیونکہ صحابہ کرامؓ اپنے مناقب و مآثر کی وجہ سے اس چیز کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ)

وجہ اس کی صاف ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مناقب و مآثر اور فضائل و محاسن قرآن و حدیث سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔ قرآن حکیم کی آیات کی ایک کثیر تعداد اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شمار احادیث نبویہ صحابہ کرامؓ کی من حیث الطبقہ تقدیس بیان کرتی ہیں اور اُن کو بارگاہِ خداوندی سے "رضا" کا سرٹیفکیٹ ملا ہوا ہے۔ اس لیے اُن کے خلاف اگر خبر واحد سے اگرچہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو، کوئی چیز ثابت ہو تو وہ قابلِ قبول نہ ہوگی بلکہ قابلِ رَد یا قابلِ تاویل ہوگی۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

قال العلماء الاحادیث الواسرۃ التی فی ظاھرھا دخل علی صحابی یجب تأویلھا قالوا ولا یقع فی روایات الثقات الا ما یمکن تأویلہ

علماء کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو تو اُس کی تاویل واجب اور ضروری ہے اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکتی ہو۔

(نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محدثین اور مؤرخین نے ان کذاب اور دروغ گو راویوں کی ایسی غلط اور غیر صحیح روایات کو اپنی کتابوں میں درج کیوں کر دیا؟ یہ اعتراض اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا۔ ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہماری کتابیں اُن لوگوں کے ہتھے چڑھیں گی جو صحیح، ضعیف اور موضوع کے درمیان کوئی فرق نہیں کریں گے اور ضعیف روایات سے بجائے استشہاد کرنے کے اُن پر اعتماد کر کے متواترات کی تردید کرنی شروع کر دیں گے۔ اور دُوسری بات یہ ہے کہ وہ لوگ دراصل جامعین تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں ہر قسم کی روایات جمع کر دیں اور اُن کی اسناد بھی ذکر کر کے معاملہ قارئین پر چھوڑ دیا تاکہ وہ صحیح، ضعیف اور موضوع روایات کے درمیان فرق کر سکیں۔ اور ضعیف روایات اگر صحیح روایات کی تائید کرتی ہوں تو اُن سے استشہاد کریں تاکہ صحیح روایات کی صحت اور پختہ اور مضبوط ہو۔ وہ لوگ روایات کو مع سند نقل کر کے اُس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے (ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد ۳ صفحہ ۷۵) ہاں جن لوگوں نے روایات کیساتھ سند کو ذکر نہیں کیا۔ محققین نے ان پر سخت تنقید کی ہے۔ کیونکہ بغیر سند کے روایت کے

صحیح اور غلط ہونے کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا[1]۔ چنانچہ علامہ عراقیؒ فرماتے ہیں۔

پہلے محدثین کی طرح جن لوگوں نے روایات کو سند کے ساتھ ذکر کر دیا ہے اُن کا عذر معقول ہے، کیونکہ انہوں نے سند بیان کر کے روایت کی نقد و تحقیق کے لیے سہولت فراہم کر دی ہے۔ اگرچہ بہتر صورت یہ تھی کہ اُن روایتوں پر وہ خود تنقید کرتے اور ان کے بارہ میں سکوت اختیار نہ کرتے لیکن جن حضرات نے سند کا اہتمام نہیں کیا اور سند کے بغیر ہی صیغۂ جزم کے ساتھ بیان کر دیا ہے، انہوں نے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔"

(تدریب الراوی صفحہ ۱۸۹)

بات دراصل یہ ہے کہ محدثین، مؤرخین اور جلیل القدر ائمہ نے کذاب، دروغ گو، متہم، متروک، ضعیف اور منکر راویوں کی روایت کو، جو ذرا بھی قابلِ احتجاج نہیں، اپنی

---

[1] اسی وجہ سے عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔

الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء

اسناد بھی دین کا ایک حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر کوئی جو کچھ چاہتا کہہ دیتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲)

یہ اسناد کا معاملہ فتنہ کے بعد اور زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ کیونکہ وقوع فتنہ سے قبل روایات کے معاملہ میں کذب بیانی سے کام نہیں لیتے تھے، لیکن بعد میں بعض لوگ صرف اسی کام میں لگ گئے کہ اپنے اپنے سیاسی مسلک کی تائید میں مختلف احادیث اور روایات وضع کرنے لگے چنانچہ امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں

لم یکونوا یسئلون عن الاسناد حتی وقعت الفتنۃ نظروا من کان من اھل السنۃ اخذوا حدیثہ ومن کان من اھل البدع ترکوا حدیثہ

فتنہ سے قبل لوگ روایات کی اسناد کے بارہ میں نہیں پوچھا کرتے تھے، لیکن جب فتنہ وقوع پذیر ہوا تو لوگوں نے ہر روایت میں غور و خوض کرنا شروع کر دیا چنانچہ اہل سنت کی روایات کو لے لیا جاتا۔ اور اہل بدعت کی روایات کو چھوڑ دیا جاتا۔ (لسان المیزان لابن حجر جلد ۱ صفحہ ۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں میں کیوں ذکر کیا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

اولاً: محدثین اور مؤرخین نے ایسے لوگوں کی روایات کو اپنی کتابوں میں اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ اُن کا ضعیف اور کمزور ہونا عیاں ہو جائے اور اُن محدثین پر اور دُوسرے لوگوں پر ان کے بارہ میں کوئی اشتباہ نہ رہ جائے کیونکہ اگر ان کے بارہ میں صرف اسماء الرجال کی کتابوں ہی میں لکھ دیا جاتا کہ فلاں راوی متروک ہے یا فلاں راوی کذاب ہے تو شائد کوئی اعتبار نہ کرتا لہٰذا انہوں نے ان کی روایات کو بھی بطورِ شہادت کتابوں میں نقل کر دیا اور بتا دیا کہ یہ لوگ اس قدر دیدہ دلیری سے جھوٹ بولنے والے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی ذوات مقدسہ کے بارہ میں بھی کذب بیانی سے نہ شرمائے۔

ثانیاً: دُوسری وجہ ان ضعیف روایات کے ذکر کرنے کی یہ ہے کہ ان سے صحیح روایات کے بارہ میں استشہاد کیا جائے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ثالثاً: متروک اور متہم راویوں کی صحیح اور غلط روایات کو کتابوں میں نقل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اہلِ علم حضرات خود ان روایات کے درمیان تمیز (DIFFERENGIATION) کر سکیں کیونکہ اس سے علم میں پختگی اور تحقیق و تجسس کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

رابعاً: محدثین کرام ضعیف اور متہم راویوں کی روایات بعض فضائل اعمال قصص اور ترغیب و ترہیب کے مسائل میں لے آتے ہیں لیکن عقائد[1]

---

[1] یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ صحابہ کرامؓ کی عدالت، ثقاہت اور کبائر سے اجتناب کا مسئلہ تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ خاص عقائد کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت سے اُن کی عدالت اور حق تعالیٰ سے ان کے راضی ہونے اور کبائر سے اجتناب اور دین اسلام سے اُن کی والہانہ محبت، کفر، فسوق اور عصیان سے اُن کی نفرت کو اس انداز میں بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک عقیدہ بن گیا ہے۔ لہٰذا جب احکام شریعت کا استنباط

حلال و حرام اور دیگر احکامی مسائل میں وہ روایات بالکل قابلِ احتجاج نہیں ہوئیں۔

(ملخصاً صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۱)

وجہ کچھ بھی ہو صحیح روایت صحیح ہی ہے خواہ کسی کتاب میں ہو اور غلط بہر صورت غلط ہے خواہ بڑے سے بڑا محدث اور مؤرخ اُسے اپنی کتاب میں نقل کر دے۔ لہٰذا دشمنانِ صحابہؓ اور جاہل مفکرین اسلام کا یہ مغالطہ (FALACY) کہ ان روایتوں کو فلاں فلاں جلیل القدر ائمہ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہم ان ائمہ کی نقل کردہ روایات کو اُن اُصولوں پر پرکھیں گے جن کو محدثین نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور اُس کا ایک اجمالی خاکہ ہم نے اِس کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۳-۲۴ پر بیان کیا ہے۔ حدیث ہو یا تاریخ اسکی روایات وہی قابلِ قبول ہوں گی جو اس معیار پر پُوری اتریں گی، لیکن احادیث میں ایسی روایات کی کثرت ہے جو صحیح ہیں، کیونکہ حدیث میں عقائد، حلال و حرام کے مسائل اور دین

حاشیہ صفحہ گذشتہ:- مجروح روایات سے نہیں ہو سکتا تو عقائد کے مسائل کے لیے صحیح خبر واحد بھی کافی نہیں۔ بلکہ ان کے لیے خبر مستفیض یا متواتر کی ضرورت ہے۔ لہٰذا تاریخ کی ان مجروح روایات کو مدار بنا کر صحابہ کرامؓ کے خلاف غلط سلط اعتراضات کرنا شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں ہے۔ جس روایت سے کسی صحابیِ رسولؐ کے متعلق گناہ کبیرہ کا الزام ثابت ہوتا ہے یا اس کی عدالت مجروح ہوتی ہے، ہم پہلے اُس روایت کے راویوں کی شخصیت اور عقائد پر عمل جراحی کریں گے کہ وہ کیسے تھے؟ کون تھے؟ اور کن حالات میں انہوں نے ایسی روایت کی؟ صرف یہ کہہ دینا کہ فلاں محدث یا مؤرخ نے اس آیت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، اس روایت کے صحیح یا اُس کے راویوں کا ثقہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ ہمارے ہاں اُردو میں کتابیں لکھنے والے مؤرخین نے ان اُصولوں کا کوئی اہتمام نہیں کیا اس وجہ سے صحابہؓ کے بارہ میں ایسی روایات نقل در نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے احکام بیان ہوئے ہیں، لیکن تاریخ میں اکثر و بیشتر ضعیف، موضوع، منکر اور باطل روایات ہیں، کیونکہ وہ فضائل اور قصص پر مبنی ہیں اور ان مسائل کے بارہ میں محدثین اور مؤرخین نے تساہل سے کام لیا ہے۔ چنانچہ امام احمدؒ فرماتے ہیں:۔

اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا، واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا

جب ہم حلال وحرام کے بارہ میں روایت کرتے ہیں تو تشدّد کرتے ہیں اور جب فضائل ومناقب اور ان جیسے دُوسرے اُمور کے بارہ میں روایت کرتے ہیں تو نرمی اور تساہل سے کام لیتے ہیں۔ (کفایہ صفحہ ۱۳۴)

امام بیہقی نے "المدخل" میں اس بارہ میں ابن مہدی نے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

اذا روینا عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحلال والحرام والاحکام شددنا فی الاسانید وانتقدنا فی الرجال، واذا روینا فی الفضائل والثواب والعقاب سهلنا فی الاسانید وتسامحنا فی الرجال

جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حلال وحرام اور دین کے احکام کے بارہ میں روایت کرتے ہیں فی حدیث کی سند میں تشدّد کرتے ہیں اور راویانِ حدیث پر نقد وجرح کرتے ہیں۔ اور جب فضائل اور ثواب و عقاب کے بارہ میں روایت کرتے ہیں تو سند میں تساہل برتتے ہیں اور راویانِ حدیث کے بارہ میں تسامح (یعنی ان کے بہت سے نقائص سے صرف نظر کرتے ہیں) سے کام لیتے ہیں۔ (المدخل صفحہ ۱۳۵)

اسی وجہ سے مودودی صاحب تاریخ کی روایات کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

"تاریخ کے معاملہ میں اگر کوئی شخص روایات کے ثبوت کے لیے وُہ شرائط لگائے جو احکامِ شرعی کے معاملہ میں محدثین نے لگائے ہیں تو اسلامی تاریخ کا ۹۰ فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ حصہ دریا بُرد کر دینا ہوگا۔" (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۰۷ حاشیہ)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ کی اکثر روایات غلط اور سراسر جھوٹ ہیں جن کو بعض دشمنانِ صحابہ بنیاد بنا کر اپنا خبث باطن اگلتے رہتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کی ذوات کو ہدف تنقید بناتے اور اُن پر گند اچھالتے رہتے ہیں۔ لیکن تاریخ میں صحیح روایات بھی ہیں جو قرآن وسنت کی متواتر اور صحیح روایات کے عین مطابق ہیں۔

جب تاریخ میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں اور سند کے ساتھ بیان ہوئی ہیں تو آخر ہم اُن روایات کو کیوں نہ ترجیح دیں جو اُن (صحابہؓ) کے مجموعی طرزِ عمل سے مناسبت رکھتی ہیں اور خواہ مخواہ وہی روایات کیوں قبول کریں جو اُس کی ضد نظر آتی ہیں۔ (خلافت وملوکیت صفحہ ۳۴۷-۳۴۸)

جب تاریخ میں صحیح اور پاکیزہ روایات بھی ہیں تو موجودہ زمانے کے نام نہاد مفکر اور مؤرخ صرف ایسے مواد کو جمع کرنے کی کاوش کیوں کرتے ہیں جن سے جلیل القدر صحابہؓ کی تنقیص ہو۔ آخر یہ مطالعۂ تاریخ کا کون سا انداز ہے کہ غلاظت پسند مکھی کی طرح صرف انہیں گندے چھینٹوں پر آدمی کی نظر پڑے جو کسی مفتری نے ہمارے پاکیزہ فضائل اسلاف کے دامن پر اُڑائے ہیں۔ ایسی روایات اس قابل ہی نہیں کہ آدمی ان کی طرف توجہ کر سکے۔ اس بارہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بعض مؤلفین کی تالیفات پر بحث فرماتے ہوتے کیا ہی اچھی بات ارشاد فرمائی ہے:۔

"ان حضرات کی نقل کردہ روایات تاریخ وسیر کی روایات کی قبیل سے ہیں، جن میں مُرسل، مقطوع، صحیح اور ضعیف وسقیم ہر طرح کی روایات ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو صحابہ کرامؓ کے مناقب وفضائل جو کتاب اللہ سنت رسُول اللہ اور نقل متواتر سے ثابت ہیں، اُن کا رد ایسی روایات سے کسی صُورت نہیں ہو سکتا جن میں بعض منقطع، بعض تحریف شدہ اور بعض ایسی ہیں جن سے یقینی اور قطعی چیزوں پر جرح وقدح نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور ہمارا یقین ان چیزوں پر ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ زائد ازیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقولات متواترہ کی تائید دلائل عقلیہ سے اس طرح بھی ہوتی ہے کہ صحابہؓ انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں لہذا مشکوک روایات سے اُن کی ذواتِ مقدسہ کو مجروح نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ اُن روایات سے اُن کی ذات پر جرح و قدح کی جائے جن کا باطل ہونا صریح اور واضح ہے۔" (منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۳۰۷)

ایک اور مقام پر شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔

"کسی شخص کے لیے معمولی اور فروعی مسائل میں بھی کسی حدیث سے استدلال اس وقت نہ صحیح ہے اور نہ جائز جب تک کہ وہ اُس حدیث کو پہلے صحیح ثابت نہ کر دے۔ لہذا یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اُن اصُولی اور بنیادی مسائل میں جن سے خیر القرون، جمہور مُسلمان اور اللہ جل شانہٗ کے اولیاء مقربین کے سردار (صحابہ کرامؓ) کی ذوات پر حرف اور الزام آتا ہو ایسی روایات کو حجت کے طور پر پیش کرنا درست ہو جن کا صحیح ہونا معلوم ہی نہ ہو (یا وہ کذاب، متہم اور منکر راویوں سے مروی ہوں)

(منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۱۸)

بہر حال ہم نے اس کتاب میں قرآن و سنت اور روایات متواترہ اور آثار صحیحہ سے بحث کی ہے (اور اگر کہیں کوئی ضعیف روایت پیش کی ہے تو وہ استشہاد کے طور پر کی ہے نہ کہ اعتماد اور استدلال کے طور پر) اور اُن تمام معترضین کے اعتراضات کے عقلی اور نقلی دونوں قسم کے ایسے جوابات دیئے ہیں۔ جن سے کسی صحابیٔ رسولؐ کا دامن داغدار نظر نہیں آتا، بلکہ قارئین کرام کے اذہان و قلوب میں ان ذواتِ جلیلہ کی عزت اور احترام پیدا ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ یہ لوگ بہر حال واجب الاحترام ہیں۔

یہ کتاب آج سے قریباً چھ سات سال قبل لکھی جا چکی تھی لیکن اپنی کاروباری مصروفیات کی وجہ سے اس کی طباعت کا اہتمام نہ کر سکا۔ بہر حال ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ اور اس کی طباعت کا یہی وقت مقرر تھا۔

اس کتاب کی جلد اوّل کی طباعت کے بعد پاک و ہند کے جید علماء نے احقر کی محنت و کوشش کی جو تحسین فرمائی، اُن کے خطوط و آراء کو اس جلد کے شروع میں طبع کیا جا رہا ہے۔ ان خطوط و آرا کا مقصد اپنی علمی برتری کا اظہار نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اُس جلد میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مسلک اہل سنت سے ہٹ کر نہیں بلکہ اُس کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اس سے قبل کچھ حضرات اس موضوع پر مسلک اہل سنت سے ہٹ کر اظہار خیال فرما چکے ہیں جن کی علمائے اہل سنت کو تردید کرنا پڑی۔ مجھے فخر ہے کہ میری وہ کتاب اہل علم کے ہاں شرفِ قبولیت پا چکی ہے اور مجھے پُوری پُوری امید ہے کہ علمائے کرام اس جلد کے بارہ میں بھی میری مساعی کو قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اگر کوئی غلط بات اس کتاب میں انھیں نظر آئے تو وہ احقر کے علم میں لائیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابۂ رسُولؐ کی ناموس کے تحفظ کے بارہ میں میری ان حقیر کوششوں کو قبول فرما کر صحابہ کرامؓ کے بارہ میں بے راہ رو لوگوں کے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔ علیہ توکلت والیہ انیب

نیاز آگین

(حکیم) محمود احمد ظفر کان اللہ لہٗ

۳ جنوری ۱۹۶۹ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

①

گورنروں کی بالادستی

سیدنا معاویہؓ کے متعلق ان کے معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کاروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

اس سلسلہ میں سیدنا معاویہؓ کے مخالفین مختلف کتابوں سے چند روایات پیش کرتے ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر ابو مخنف لوط بن یحییٰ، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اور سیف بن عمرو دشمنانِ صحابہؓ سے مروی ہیں جن کی ساری زندگی کا مشن ہی یہ تھا۔ کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف غلط اور خلاف واقعات روایات وضع کر کے امت میں اُنکے خلاف بداعتمادی کے جذبات پیدا کئے جائیں اور جب قرآن و سنّت کے ان اولین راویوں کے خلاف بداعتمادی پیدا ہو جائے گی تو پھر قرآن و سنت کی حیثیت بھی اتنی قطعی اور یقینی نہ رہے گی جس قدر کہ ہونی چاہیئے۔ یہ فتنہ اور یہ سازش ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کی گئی جس کی تفصیل ہم نے اس کتاب کی جلد اول میں بیان کر دی ہے۔

سیدنا معاویہؓ عام دُنیا دار پادشاہوں کی طرح بادشاہ نہ تھے بلکہ وہ ایک خلیفہ راشد تھے علومِ نبوت کے حامل تھے، کاتب وحی تھے اور سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہؓ کے بااعتماد ساتھی تھے۔ عہد رسالت اور خلفائے اربعہؓ کے زمانہ میں وہ ایک اہم مقام کے حامل تھے، جناب رسالتمآبؐ نے انہیں "امین"، "مہدی" اور "ہادی" وغیرہ کے الفاظ سے یاد فرمایا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۰-۱۲۱) اور آپ کے متعلق "واھدبہ" اور "ھدیٰ" ہدایت بنانے کی دُعا بھی فرمائی تھی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۱، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۶)

ایک حدیث میں آپ کی یہ دُعا بھی ان کے متعلق منقول ہے۔

اللّٰھم علّم الکتاب والحساب وقہ العذاب

اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب اور حساب سکھا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ فرما۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۵۶، اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۱، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۸۷، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۱، التاریخ الکبیر للبخاری جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)

علامہ ابن کثیرؒ نے یہ دُعا بھی نقل فرمائی ہے۔

اللّٰھم علم الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقہ العذاب

اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب کا علم سکھا، اور اس کو شہروں میں حکومت عطا فرما، اور اس کو عذاب سے محفوظ فرما۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۵۶، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۱، النجوم الزاہرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

ایک روایت میں جس کو علامہ ذہبیؒ نے نقل فرمایا ہے یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور سیدنا معاویہؓ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا، تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاویہؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

اے معاویہؓ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ لگ رہا ہے۔

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا پیٹ آپ کے جسمِ اطہر کے ساتھ لگا ہوا ہے

یہ سُن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ املأہ علماً

اے اللہ! اس کو علم سے بھر دے

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۲ صفحہ ۳۱۹)

انہیں خوبیوں کی وجہ سے آپ کو بارگاہِ رسالت سے کتابت وحی کا منصب جلیلہ عطا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم مصری جلد ۲ صفحہ ۲۶۴، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۶۰-۶۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۳۵، دول الاسلام جلد ۱ صفحہ ۲۰، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۴۹، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۸، تقریب التہذیب صفحہ ۳۵۷، ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳۳۸)

بلکہ بقول ابن حزم اندلسیؒ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبین وحی میں سب سے زیادہ سیدنا زید بن ثابتؓ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہے اور اس کے بعد دُوسرا درجہ سیدنا معاویہؓ کا تھا۔ یہ دونوں بزرگ رات دن آپ کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی اور کام نہ کرتے تھے"

(جوامع السیرۃ صفحہ ۲۷، تاریخ التشریع الاسلامی صفحہ ۱۲)

پھر نہ صرف آپ وحی کی کتابت فرماتے بلکہ آپ کے دربار سے جو فرامین اور خطوط وغیرہ جاری ہوتے، انہیں بھی آپ کا قلم حقیقت رقم تحریر کرتا۔

(الاستیعاب صفحہ ۳۴۵، النجوم الزاہرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکرؓ نے آپ کی فراست، دیانت، ذہانت، ذکاوت اور تدبر پر مکمل اعتماد کیا اور آپ کو شام بھیجے جانے والے لشکر کے ہراول دستے کا علم بردار مقرر فرمایا جب کہ اس لشکر کے امیر اور سپہ سالار آپ کے برادر بزرگ سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ تھے۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۱، فتوح البلدان صفحہ ۴۸، تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۵، حیواۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۷، العواصم من القواصم صفحہ ۸۱، ہسٹری آف عربز ہسٹی صفحہ ۱۴۸) خلافت فاروقی میں بھی آپ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۸ھ میں عمواس کے طاعون میں آپ کے بھائی یزیدؓ کے انتقال کے بعد سیدنا عمرؓ نے آپ کو دمشق کا گورنر مقرر فرما دیا (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۴، ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۶، تاریخ الخلفا صفحہ ۱۹۴، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۱۶) اس زمانہ میں آپ نے مختلف مہمات بھی سر کیں، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ قیساریہ کے معرکے پر سیدنا عمرؓ نے انہیں مقرر فرمایا تھا اور ان کو لکھا۔

انی قد ولیتک قیساریہ فسر الیہا واستغفر اللہ واکثر

من قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ

میں تمہیں قیساریہ کی مہم پر امیر مقرر کرتا ہوں۔ تم وہاں جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کو کثرت سے پڑھا کرو۔

(خطط الشام جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

سیدنا عمر الفاروقؓ جو اپنے گورنروں سے معمولی معمولی باتوں پر بھی احتساب فرماتے تھے اور ان کے احتساب سے نہ تو فاتح ایران سعد بن ابی وقاصؓ بچے اور نہ فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ، اور نہ ہی گورنر مصر سیدنا عیاض بن غنمؓ اور نہ ہی سیدنا ابی بن کعبؓ محفوظ رہے لیکن سیدنا معاویہؓ سے آپ نے کبھی بھی مواخذہ نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے ہمیشہ اُن کے اوصاف حمیدہ اور خصائص جلیلہ کی تعریف فرمائی چنانچہ محمد حسین ہیکل نے ایک روایت نقل کی ہے کہ شام سے واپسی پر جابیہ کے مقام پر سیدنا عمرؓ نے سیدنا شرحبیل بن حسنہؓ کو معزول فرما کر ان کی جگہ سیدنا معاویہؓ کو گورنر مقرر فرمایا۔ جب امیر المومنینؓ سے سیدنا شرحبیل بن حسنہؓ کی وجہ معزولی دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:۔

"میں نے کسی ناراضگی کی وجہ سے انہیں معزول نہیں کیا بلکہ اس لیے معزول کیا ہے کہ یہاں ایک مضبوط سیاسی گورنر کی ضرورت تھی" (الفاروق جلد ۱ صفحہ ۲۹۸)

آپ نے ان کی تنخواہ ایک ہزار روپیہ مقرر فرمائی۔

(الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۶۲)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سیدنا معاویہؓ کی قابلیت، ذہانت اور علمی اور فکری خوبیوں سے کس قدر متاثر تھے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"جب معاویہؓ جیسا عقل و دانش کا مجسمہ تم میں موجود ہے تو پھر تمہیں قیصر و کسریٰ کی زیرکی کا تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے"

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۴۴، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۳)

ایک مرتبہ آپ کے سامنے سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں کچھ نازیبا الفاظ کہے گئے آپ نے فرمایا

دعونا عن ذم فتی قریش من یضحک فی الغضب ولا ینال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما عنده علی الرضی والا یوخذ ما فوق راسہ من تحت قدمیہ

قریش کے اس نوجوان کی بُرائی سے ہمیں معاف رکھو۔ یہ نوجوان ایسا ہے جو غصہ میں بھی ہنستا ہے اور سوائے اس کی رضا کے اس سے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا اور جو کچھ اس کے سر پر ہو وہ صرف اس کے قدموں کے نیچے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۷۵، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۴)

اسی طرح ایک سیاسی گفتگو کے دوران فاروقِ اعظمؓ نے ایک شخص سے سیدنا معاویہؓ کی اصابت رائے کی تعریف فرمائی اور لوگوں کو تفرقہ و انتشار سے منع فرمایا۔

(الاصابہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۴، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

سیدنا معاویہؓ صرف ذہانت و فطانت اور تفکر و تدبر ہی میں نابغۂ روزگار نہ تھے، بلکہ تقویٰ و طہارت، اتباعِ سنت اور علم و عرفان میں بھی ایک نہایت بلند مقام رکھتے تھے وہ صرف خود ہی سنت نبوی کے عاشق و شیدا نہ تھے بلکہ اس معاملہ میں دوسروں کے لیے بھی روشنی کا مینار تھے۔ اسی لیے سیدنا ابو الدرداءؓ اہل شام سے فرمایا کرتے تھے:۔

ما رأیت احدا اشبہ صلوۃ بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من امامکم ھذا یعنی معاویۃ

میں نے تمہارے اس امام یعنی معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے زیادہ متشابہ ہو۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو "فقیہ" بھی فرمایا ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱، حماۃ الاسلام جلد ۱ صفحہ ۱۶۵)

بخاری ہی کی ایک اور حدیث میں سیدنا ابن عباسؓ سے ایک فقہی مسئلہ (ایک رکعت وتر پڑھنے کے جواب میں) یہ جواب منقول ہے۔

انہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معاویہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ یعنی وہ آپؐ کے صحابی ہیں۔

اس لئے تمہارا اعتراض اُن پر نہیں ہو سکتا، گویا حضورؐ کی صحابیت ایک بہت بڑا شرف ہے۔

پھر سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تو آپ کے وہ مخفی جوہر کھلے جو قدرت نے ان میں ودیعت فرمائے تھے، اس دور میں آپ نے طرابلس الشام کو فتح کیا، عموریہ پر فوج کشی کی ملیطہ پر قبضہ کیا، ایشیائے کوچک میں شامی سرحدوں کے قریب دو رومی قلعے فتح کئے پھر ۳۳ھ میں قبرص (CYPRUS) پر فوج کشی کر کے اُس کو اسلامی مملکت کے ممالک محروسہ میں شامل کر لیا۔ (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۷) اسلامی بحریہ کی تشکیل کی اور ایک بہت بڑا بحری بیڑا قائم کیا جس کی وجہ سے بحرِ روم مسلمانوں کا بازی گاہ بن گیا۔ (فتوح البلدان صفحہ ۱۶۸) اور مسلمانوں کے لیے افریقہ اور اسپین وغیرہ کی بحری مہموں کا راستہ کھل گیا۔

اس ساری تفصیل سے میرا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس کے دل میں اسلام کی اس قدر محبت اور عظمت ہو، جو اپنی جان تک اسلام کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہ کرتا ہو جو ہر وقت اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جد و جہد کرتا ہو، جس کے باپ نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی دونوں آنکھیں قربان کر دی ہوں (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۱۰) کیا کوئی دماغ یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ وہ اسلام کے خلاف کوئی قدم اُٹھائے یا شریعت اسلامیہ کی حدود و ثغور کو پامال کرے یا اسلام کے ان ضابطوں کو توڑے جن کی پابندی اسلام نے ضروری قرار دی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ دشمنانِ صحابہؓ نے ان کے خلاف پراپیگنڈے کا لامتناہی سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور اس پراپیگنڈہ سے ان کا مقصد نہ صرف سیدنا معاویہؓ کو بدنام کرنا ہے بلکہ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کو بھی اپنے اعتراضات کا ہدف بنانا ہے جنہوں نے ان کو ایسی ذمہ دار جگہوں پر متعین فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے سیدنا ربیع بن نافع فرمایا کرتے تھے۔

معاویۃ ستر لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاذا کشف الرجل الستر اجترأ علی ما وراءہ

سیدنا معاویہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا ایک پردہ ہیں، جب کوئی شخص اس پردہ کو کھول دے گا تو اُس کے پیچھے جو لوگ ہیں ان پر لوگوں کی جرأتیں بڑھ جائیں گی۔ (تاریخ بغداد للخطیب البغدادی جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ان کی ذات میں کیڑے نکالنے شروع کر دے گا تو پھر اس شخص کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی صحابی یہاں تک کہ خلفائے اربعہؓ بھی نہیں بچ سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جو گروہ آج سیدنا معاویہؓ پر زبان طعن دراز کرتا ہے اُس کی زبان سے ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان ذوالنورینؓ اور علی المرتضیٰؓ بھی نہیں بچتے، اور وہ اُن پر بھی اُسی دیدہ دلیری کے ساتھ اعتراضات کی بوچھاڑ کرتا ہے جس دیدہ دلیری سے وہ سیدنا معاویہؓ کو ہدف طعن بناتا ہے۔ اسی وجہ سے محدثین اور دیگر علمائے اُمت نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد یہ لکھا ہے کہ

ومن ذالک احادیث فی ذم معاویۃ وعمرو بن العاص وذم بنی امیۃ ومدح المنصور والسفاح وکذا ذم یزید والولید ومروان بن الحکم

اور انہی موضوعات میں سے وہ احادیث بھی ہیں جو معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ اور بنو امیہ کی مذمت اور منصور اور سفاح کی مدح میں ہیں اور اسی طرح یزید، ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں مروی ہیں (الموضوعات الکبیر صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰)

نہ صرف سیدنا معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ ہی کی مذمت والی احادیث موضوع ہیں بلکہ وہ سب روایات بھی سراپا کذب ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

"اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن روایات سے صحابہ کرامؓ کی مذمت اور برائیاں معلوم ہوتی ہیں اُن میں سے کچھ تو سراپا جھوٹ ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن میں کمی بیشی کر دی گئی ہے (تاکہ ان کے ذریعہ سے صحابہؓ کے پاکیزہ دامن کو داغدار

کیا جائے) (منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۹)

سیدنا معاویہؓ کی اسی علو مرتبت اور عظمت شان کی وجہ سے متقدمین اہل سنت کا عقیدہ یہ تھا کہ جو شخص سیدنا علیؓ کے حق پر اور سیدنا معاویہؓ کے خطا پر ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے وہ "شیعہ" ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

فالتشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان وان علیاً کان مصیباً فی حروبہ وان مخالفہ مخطی مع تقدیم الشیخین وتفضیلھما۔

متقدمین کے عرف میں سیدنا عثمانؓ پر سیدنا علیؓ کی فضیلت اور جنگوں میں سیدنا علیؓ کے حق و صواب پر ہونے اور آپ کے مخالف (سیدنا معاویہؓ و دیگر صحابہؓ) کے خطاکار ہونے کا اعتقاد "تشیع" کہلاتا تھا باوجود اس کے وہ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ) کو مقدم اور افضل سمجھے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۴، انہاء السکن مولانا ظفر احمد عثمانیؒ صفحہ ۵۹)

یہ درست ہے کہ صحابہ کرامؓ کو ہم معصوم نہیں سمجھتے، لیکن وہ ایسے بھی نہیں تھے کہ عام لوگوں کی طرح گناہوں میں غلطاں رہیں اور شریعت اسلامیہ جس کی اشاعت و ترویج میں انہوں نے اپنی جانیں کھپا دیں اور جزیرہ عرب، ایران، روم اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اللہ کے راستے میں اسلام کی سربلندی کی خاطر جہاد کیا اور اپنی راتوں کی نیندیں اور دن کا آرام تیاگ دیا، اسی شریعت کو وہ اپنی ذاتی اغراض اور دنیوی منافع کے لیے پامال کر دیں۔ بلکہ اُن کا ایمان اس قدر پختہ اور غیر متزلزل تھا کہ حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کے ایمان کو بطور نمونہ اور مثال پیش کیا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کفار کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

اٰمِنُوا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ (۲ : ۱۳)

اس طرح ایمان لاؤ جس طرح یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (۲ : ۱۳۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان رکھتے ہو تو بے شک یہ بھی راہِ ہدایت پا گئے۔

کیونکہ صحابہؓ کا ایمان ایک مثالی ایمان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نمونہ کے طور پر دنیا کے دُوسرے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لہٰذا اگر وہ خود ہی دنیاوی اغراض کے لیے اپنے ایمانی اصُولوں کو توڑ دیتے تھے تو ایسا ایمان تو اس قابل نہیں کہ اس کو بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ جو صحابہ کرامؓ کے ایمان اور عمل میں نقص نکالتا ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی بڑا مفکر اور عالم اپنے آپ کو ظاہر کرے وہ دراصل زندیق اور ملحد ہے اور صحابہؓ کو مجروح کر کے وہ قرآن و سنت کو مجروح کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے امام المحدثین حضرت ابوزرعہؒ فرمایا کرتے تھے۔

اذا رأیت الرجل ینتقص احدًا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاعلم انہ زندیق و ذالک ان الرسول حق و القرآن حق و ما جاء حق و انما ادّی الینا ھذا القرآن و السنن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ و انما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب و السنۃ و الجرح بھم اولیٰ و ھم زنادقہ

جب کسی کو کسی صحابی کی تنقیص کرتا دیکھو تو یہ سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے کیونکہ اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہیں، قرآن حق ہے اور جو اس کے ذریعہ پہنچا وہ بھی حق ہے اور یہ قرآن و سنت ہمیں صحابہؓ ہی نے پہنچایا ہے۔ (جو لوگ صحابہ کرامؓ پر معترض ہوتے ہیں) وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دین کے گواہوں کو مجروح کر دیں تاکہ اس طرح سے وہ کتاب و سنت کو مجروح کر سکیں۔ ایسے لوگ خود قابلِ جرح ہیں اور وہ زندیق ہیں۔

(کفایہ صفحہ ۴۹، اصابہ مقدمہ الفصل الثالث صفحہ)

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ مقصد یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی رسُول ہیں،

اسلام میں ان کی خدمات کا سلسلہ بہت طویل ہے اور انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی ساری توانائیاں اسلام ہی کے لیے وقف کی ہوئی تھیں۔ ان کے بارہ میں اگر کوئی ایسی روایت تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ انہوں نے اسلام کی حدود و ثغور کو پامال کیا ہے یا شریعت اسلامیہ کے صریح خلاف کوئی کام کیا ہے تو ایسی روایت ناقابلِ یقین بلکہ سراپا کذب ہے اور اگر آپ اس روایت کے راویوں کو کرید کر دیکھیں گے تو ضرور اُن میں سے کوئی نہ کوئی راوی شیعہ، زندیق یا کذاب نظر آئے گا اور ان راویوں کی زندگی کا مشن ہی یہ ہے کہ وہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کریں اور اس طریقے سے قرآن و سنت کو مجروح کریں۔ یہ درست ہے کہ بعض صحابہؓ سے کچھ غلطیاں ہوئیں۔ سیدنا علیؓ سے بھی کچھ غلطیاں ہوئیں اور سیدنا معاویہؓ سے بھی، لیکن نہ تو جان بوجھ کر انہوں نے وہ غلطیاں کیں اور نہ ہی سیاسی اغراض کی خاطر احکام شریعت کو پامال کیا یا پسِ پشت ڈالا، بلکہ انہوں نے موقع اور محل کے مطابق اپنے اجتہاد اور تفقہ سے جس چیز کو درست اور حق جانا اُس پر عمل کیا اور اس سے ہو سکتا ہے کہ اپنے اس اجتہاد کی وجہ سے انہوں نے بعض معاملات میں مرجوح بات کو اپنایا ہو لیکن اس میں وہ قابلِ مؤاخذہ نہیں بلکہ معذور ہیں اور گنہ گار نہیں بلکہ ماجور ہیں۔ (کما فی الحدیث)

اس اصُولی بحث کی روشنی میں اب اگر ہم اُن سب روایات کا تجزیہ کریں جو ان کے گورنروں کی زیادتیوں کے بارہ میں مشتہر کی جاتی ہیں اور جن کے ذریعہ سے یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا تھا، تو صاف پتہ چلے گا کہ یا تو وہ روایات ایسے کذاب راویوں سے مروی ہیں جو کذب کے ساتھ ساتھ صحابہ دشمنی کو بھی اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے تھے یا پھر ان روایات میں یہ واضح ہے کہ اصل معاملہ سیدنا معاویہؓ کے گوش گذار نہ کیا گیا بلکہ حقیقت کو چھپا دیا گیا، مثال کے طور پر عبداللہ بن عمرو بن غیلان کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے خطبہ کے دوران اُن کو کنکر مار دیا، اس پر عبداللہ نے اس شخص کو گرفتار کرایا اور جس ہاتھ سے اُس نے کنکر مارا تھا وہ کٹوا دیا۔ حالانکہ یہ کوئی ایسا جرم نہ تھا جس پر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، لیکن جب اس سلسلہ میں سیدنا معاویہؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس استغاثہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ہاتھ کی دیت تو بیت المال سے ادا کردونگا مگر میرے گورنروں سے قصاص لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ (البدایۃ جلد ۸ صفحہ ۷۱)

اولاً تو یہ روایت قابلِ قبول نہیں، اس وجہ سے ہی ابنِ کثیر اور ابنِ اثیر نے اسکو بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے۔

ثانیاً اگر اس کو صحیح اور درست بھی مان لیا جائے تو پھر بھی سیدنا معاویہؓ اس اعتراض سے بری الذمہ ہیں جو دشمنانِ صحابہ اُن پر لگاتے ہیں، اس وجہ سے کہ روایت میں صاف آتا ہے استغاثہ کرنے والوں نے سیدنا معاویہؓ سے استغاثہ میں کہا کہ:-

ان نائبك قطع يد صاحبنا في متهمة فاقدنا منه

آپ کے نائب نے ہمارے ایک ساتھی کا ہاتھ شبہ کی بنا پر کاٹ دیا ہے ہمیں اس سے قصاص دلوایئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۷۱، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۵۰۱)

طبری نے اگرچہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ استغاثہ کرنے والوں نے امیر المومنینؓ سے کہا:-

انه قطع صاحبنا ظلماً وهذا كتابه اليك

ہمارے ساتھی کا ہاتھ ظلم سے کاٹا گیا ہے اور یہ اس کا خط آپ کی طرف ہے۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۲۳)

لیکن طبری کی اسی روایت میں ہے کہ خط میں یہی لکھا تھا کہ ہاتھ شبہ سے کاٹا گیا ہے اب جو ہاتھ شبہ میں کاٹا جائے، وہ اگرچہ زیادتی اور ظلم ہے لیکن پھر شبہ کی بنا پر گورنر کا ہاتھ کاٹنا اسی ظلم اور زیادتی کا اعادہ کرنا ہے جو اس سے پہلے گورنر سے ہو چکی تھی۔ اس استغاثہ کے جواب میں آپ نے گورنر کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھا بلکہ گورنر کو سزا دی کہ اُس کو گورنری کے منصب جلیلہ سے معزول کر دیا اور استغاثہ کرنے والوں کو بیت المال سے ضمان دلوا دی۔ چنانچہ اسی روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ

فاعطاهم الدية وعزل ابن غيلان

انہوں نے ان کو دیۃ دے دی اور ابن غیلان کو (سزا کے طور پر) معزول کر دیا۔

روایت تو یہ بتا رہی ہے کہ آپ نے اپنے گورنر کو سزا دی یعنی اُس کو اُس کے عہدے سے یکقلم معزول کر دیا اور معترضین بس یہی کہے چلے جا رہے ہیں کہ نہیں انہوں نے تو اپنے گورنروں کو قانون سے بالا رکھا ہوا تھا۔

ثالثاً گورنر نے انہیں جو سزا دی تھی وہ ہمارے خیال میں نہایت نرم سزا تھی، کیونکہ گورنر ابنِ غیلان جب منبر پر خطبہ دے رہے تھے تو اُن پر کنکری پھینکنا اور اس طرح توہین کرنا کوئی معمولی جرم نہیں تھا بلکہ ایک قسم کی بغاوت اور فتنہ انگیزی تھی جس کی سزا قرآن و حدیث کی رُو سے قتل یا سولی یا مخالف طرفوں سے ہاتھ پاؤں کاٹنا یا شہر بدر کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں (اپنی شرارتوں سے) فساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا یہی تو ہے کہ انہیں قتل کیا یا سولی دیا جائے یا اُن کے ہاتھ پاؤں مخالف طرفوں سے کاٹ دیئے ہیں یا انہیں جلاء وطن کر دیا جائے۔

شائد کوئی معترض یہ نہ کہہ دے کہ اس آیت میں رہزنی اور ڈکیتی کی سزا مذکور ہے لیکن محققین کے نزدیک اس سزا کو ڈکیتی اور رہزنی میں حصر کر دینا صحیح نہیں، چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

اکثر مفسرین نے اس جگہ ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ آیت کی جو شانِ نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے۔ "اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا" یا زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا" یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناحق قتل و نہب، مجرمانہ سازشیں اور مغویانہ پروپیگنڈہ سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جُرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنیوالا ان سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھیرتا ہے۔

(فوائد عثمانی صفحہ ۱۹۸، تفسیر انگریزی عبداللہ یوسف علی صفحہ ۲۵۲)

اس آیت کی روشنی میں سوچئے کہ جس شخص نے سیدنا معاویہؓ کے گورنر کو برسرِ عام کنکری ماری اُس نے نہ صرف اس گورنر کی بلکہ پوری حکومت کی توہین اور بے حرمتی کی جو کہ بغاوت یا مجرمانہ سازش اور مغویانہ پروپیگنڈہ کے تحت آتا ہے اور یہ کام اکیلا آدمی کر بھی نہیں سکتا جب تک کہ اُس کے پیچھے کوئی سازشی ہاتھ نہ ہو۔ لہٰذا ایک اسلامی حکومت کے خلاف سازش کرنے والے ہاتھ کو اگر کاٹ دیا جاتے تو یہ زیادتی نہیں بلکہ تحمل اور بردباری کا مظاہرہ ہے کیونکہ یہ جُرم تو قتل کا مقتضی ہے اور ہاتھ کا کاٹنا تو اس کی کم سے کم سزا ہے جیسا کہ قرآن حکیم کی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

گورنر کی معزولی صرف اس وجہ سے ہوئی کہ سیدنا معاویہؓ کو جو رپورٹ پہنچی تھی اُس میں یہ درج تھا کہ اس کا ہاتھ شبہ میں کاٹا گیا ہے۔ اور اگر سیدنا معاویہؓ کو ان تمام حالات کا پتہ چل جاتا جس کے تحت اُس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا تھا تو آپ کبھی بھی اس گورنر کو معزول نہ فرماتے۔

کئی معترض یہ کہتے ہیں کہ ابن غیلان نے جو خط میں یہ لکھا تھا کہ شبہ کی بنا پر اس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ہے۔ یہ جھوٹ تھا اور گورنر کو جھوٹ لکھتے خدا کا خوف نہ آیا۔

یہ اعتراض بھی جہالت اور تعصب پر مبنی ہے۔ روایات میں یہ آتا ہے کہ گورنر ابن غیلان جب خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے جو بنی ضبہ سے تھا اس نے گورنر پر پتھراؤ کیا اور گورنر نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس پر اس شخص کی قوم گورنر ابن غیلان کے پاس آئی اور یہ عذر پیش کیا کہ جب امیر المؤمنینؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملے گی کہ ہمارے قبیلہ کے فلاں شخص نے اس طرح پتھراؤ کیا ہے تو شائد ہمارا بھی وہ حال نہ ہو تو حجر بن عدی کا ہٹوا تھا اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس آدمی کو سمجھایا ہو کہ تم حکومت کے خلاف بغاوت اور فتنہ پردازی سے باز آجاؤ اور اُس نے یہ کہا ہو کہ میرا کسی سازش سے کوئی تعلق نہیں

یہ فعل ایسے ہی سہواً مجھ سے ہو گیا اور اس سلسلہ میں کچھ معذرت بھی کی ہو۔ اس وجہ سے گورنر نے امیر المؤمنینؓ کے نام اُنھیں یہ خط دے دیا ہو کہ بغاوت کی وجہ سے میں نے اس کا ہاتھ کاٹا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ باغی اور فتنہ پرداز نہیں تھا۔ لہٰذا اس کا ہاتھ کاٹنا شبہ کی وجہ سے ہے۔ اب اگر سیدنا معاویہؓ اس گورنر کو کوئی سزا بھی نہ دیتے تو آپ حق بجانب تھے لیکن آپ نے پھر بھی اُس گورنر کو معزول فرما دیا۔ حالانکہ اس کے مقابلہ میں جب خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کے اظہارِ اسلام کو قبول نہ فرماتے ہوئے اُسے قتل کر دیا اور سیدنا عمر فاروقؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ سے اس بات پر اصرار بھی کیا کہ خالدؓ سے قصاص لیا جائے، مگر سیدنا صدیق اکبرؓ نے خالدؓ سے بالکل قصاص نہ لیا اور مقتول کی دیت ادا کر دی۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر عمّال حکومت یا کسی دُوسرے کارکن سے کوئی ایسی خطاء ہو جائے جو اس نے نیک نیتی کے ساتھ اپنے اجتہاد کی وجہ سے کی ہو تو اُس غلطی پر اس سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کا یہ فعل اس پر ایک بیّن دلیل ہے۔

اسی طرح کا ایک اور اعتراض آپ کے دُوسرے گورنر امیر زیاد پر کیا جاتا ہے کہ جب وہ پہلی مرتبہ خطبہ دینے کے لیے کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑے ہوئے تو کچھ لوگوں نے ان پر کنکر پھینکے۔ انہوں نے فوراً مسجد کے دروازے بند کروا دیئے اور کنکر پھینکنے والے تمام لوگوں کو جن کی تعداد ۳۰ سے ۸۰ تک بیان کی جاتی ہے گرفتار کرا کر اُسی وقت انکے ہاتھ کٹوا دیئے لیکن سیدنا معاویہؓ نے اُس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔

اس واقعہ میں راوی کو شبہ ہو گیا ہے یہ دراصل حجر بن عدیؓ کا واقعہ ہے جس کو ہم تفصیل سے بیان آگے کریں گے کیونکہ امیر زیاد نے کوفہ کا گورنر مقرر ہو کر جو سب سے پہلا خطبہ دیا تھا۔ اس میں حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں نے امیر زیاد پر پتھراؤ کیا تھا۔ وہ لوگ باغی تھے اور حکومت کے خلاف سازشیں اور فتنہ پردازیاں کر رہے تھے۔ کیونکہ کوفہ سیدنا علیؓ کا دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے سبائیوں کا مرکز تھا اور یہاں ان لوگوں نے انھیں محصور کیا ہوا تھا۔ سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد ان لوگوں نے اُمت میں تفرقہ برپا کرنے کے لیے سیدنا معاویہؓ کی حکومت کیخلاف سازشیں کرنا شروع کر دی تھیں۔ اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں کو اس سختی سے نہ روکا جاتا تو شدید خطرہ تھا کہ اُمت پھر کہیں تشتت و افتراق میں مبتلا نہ ہو جائے اور مسلمانوں کی باہم خانہ جنگی نہ ہو جائے۔

کوفہ کے بعد ان سبائیوں کا دُوسرا مرکز بصرہ تھا۔ اسی وجہ سے سیدنا معاویہؓ نے بصرہ اور کوفہ میں سیاسی طور پر سخت اور مضبوط گورنر رکھے تاکہ ان فتنہ پردازوں کو پنپنے کا موقع نہ مل سکے[1]۔ لیکن ان رشیوں نے جب اپنی ظاہری فتنہ پردازیوں کو ناکام ہوتے دیکھا تو زیر زمین سازشوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جو ۶۱ھ میں شہادت سیدنا حسینؓ پر منتج ہوا۔

لیکن اگر یہ حجر بن عدی کے واقعہ کے علاوہ کوئی دُوسرا واقعہ ہے تو امیر زیاد کا یہ فعل کہ انہوں نے فتنہ پردازوں کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ قرآن کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں سورۃ مائدہ (۵: ۳۶) کی آیت میں حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور اگر کوئی معترض یہ ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے کہ امیر زیادؓ نے اُن لوگوں کے ہاتھ کاٹ کر ظلم کیا تھا اور سیدنا معاویہؓ نے اپنے گورنر کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا تھا۔ تو ہم ان دونوں چیزوں کو مانتے ہوئے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے امیر زیاد کی اس ساری کارروائی کا سیدنا معاویہؓ کو علم ہو گیا تھا؟ اگر علم نہیں ہوا اور انہوں نے اپنے گورنر کو سرزنش نہیں کی تو اس صورت میں اُن پر کوئی اعتراض نہیں اور اگر علم ہوا اور پھر انہوں نے امیر زیاد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی تو یہ شی تواریخ سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا کسی صورت میں سیدنا معاویہؓ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

اسی سلسلہ میں ایک روایت حضرت بسر بن ارطاۃؓ کے بارہ میں نقل کی جاتی ہے کہ انہوں نے یمن میں سیدنا علیؓ کے گورنر عبیداللہ بن عباسؓ کے دو بچوں کو قتل کر دیا اور ہمدان

---

[1] افسوس کہ جب ان سبائیوں اور فتنہ پردازوں کا داؤ بنی اُمیہ پر نہ چلا تو انہوں نے بنی ہاشم کے چشم و چراغ سیدنا حسینؓ کو اپنی محبت کا دھوکہ دیکر کوفہ بلایا اور پھر اُن کا ساتھ چھوڑ کر خود ہی انہیں شہید کر دیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "واقعہ کربلا کے اسباب و عوامل")

میں بعض مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا۔

اوّلاً اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ بسر بن ارطاۃؓ کے بارہ میں اس قسم کی خبریں اور روایات سبائی ذہن کی پیداوار ہیں اور حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:۔

ولہ اخبار مشہورۃ فی الفتن لا ینبغی التشاغل بھا

بسر بن ارطاۃ کے متعلق ان فتنوں کے بارہ میں بہت سی روایات زبان زد عام ہیں ان میں مشغول و منہمک نہیں ہونا چاہیئے (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۳)

علامہ ابن کثیر اس واقعہ سمیت تمام تفصیلات کو مشکوک اور مشتبہ قرار دیا ہے فرماتے ہیں۔

ھذا و ھذا الخبر مشھور عند اصحاب المغازی والسیر و فی صحتہ عندی نظر

یہ خبریں اصحاب مغازی اور سیر کے ہاں مشہور ہیں لیکن میرے نزدیک انکی صحت مشکوک ہے۔

اگر ان روایات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ خلاف عقل واقعات ان روایات کے سراپا کذب ہونے پر شاہد ناطق ہیں۔ حضرت بسر بن ارطاۃؓ آخر انسان ہی تھے کوئی دیو تو نہیں تھے۔ دوسرے ان کے ساتھ صرف تین ہزار فوج تھی۔ لیکن روایات بتاتی ہیں کہ یمن میں ان کی آمد کی خبر سُن کر سیدنا علیؓ کے گورنر یمن سیدنا عبیداللہ بن عباسؓ اپنے اہل و عیال کو بے یار و مددگار چھوڑ کر فوراً کوفہ میں سیدنا علیؓ کے پاس بھاگ گئے۔ چنانچہ ابن جریر طبری اس روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلما بلغہ مسیرہ فر الی الکوفہ حتی اتی علیا

جب انہیں (عبیداللہ بن عباسؓ) بسر بن ارطاۃ کے (یمن) پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ سیدنا علیؓ کے پاس کوفہ بھاگ گئے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

یہ خون ہاشمی کی کس قدر توہین ہے کہ دشمن کی آمد کی خبر سن کر اُس کا مقابلہ نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا، بلکہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ چھاڑ کر کوفہ بھاگ گئے؟ کیا سیدنا علیؓ نے اُنھیں بھاگنے کے لیے گورنر مقرر کیا ہوا تھا یا دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے؟

پھر اگر واقعی بسر بن ارطاۃؓ نے سیدنا عبیداللہؓ کے بچوں کو قتل کیا ہوتا تو کسی نہ کسی موقع پر سیدنا معاویہؓ سے کوئی نہ کوئی ہاشمی اُن بچوں کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتا۔ اگر ہاشمیوں کو اس خون کے مطالبہ کا اور کوئی موقع نہیں ملا تھا تو کم از کم اُس وقت ہی اس قصاص کا مطالبہ کرتے جب عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبیداللہ بن عامر سیدنا معاویہؓ کی طرف سے صُلح کی پیش کش لے کر آتے تھے اور جو شرط سیدنا حسنؓ پیش کرتے تھے اُن کو وُہ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے قبول کرتے جاتے تھے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۲، جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۳) لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ آپ نے اُس وقت بھی اپنے مظلوم بھتیجوں کے خون کا قصاص لینے کا مطالبہ نہیں کیا۔

ثانیاً اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی سیدنا معاویہؓ پر اس قتل و غارت کا کوئی الزام نہیں آتا کیونکہ یہ واقعہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ کا نہیں بلکہ سیدنا علیؓ کی خلافت کے زمانہ کا ہے اور سیدنا علیؓ پر اس بات کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ ایسے آدمی سے جنہوں نے گورنر یمن کے دو بچوں کو ظالمانہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا قصاص لیتے۔ لیکن آپ نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

ثالثاً اگر اس وجہ سے سیدنا معاویہؓ مورد الزام بنتے ہیں کہ سیدنا بسر بن ارطاۃؓ اُن کے آدمی تھے اور ان کے ظلم و تشدد اور قتل و غارت کی ذمہ داری اُن پر عائد ہوتی ہے تو یہی اصُول سیدنا علیؓ پر بھی وارد ہونا چاہیئے اور اُن کو بھی اپنے سپہ سالاروں اور گورنروں کے ظالمانہ افعال کی وجہ سے مورد الزام بننا چاہیئے۔ چنانچہ جہاں بسر بن ارطاۃؓ کے ظلم و تشدد کے واقعات کا تذکرہ ہے وہاں سیدنا علیؓ کے کمانڈر جاریہ بن قدامہؓ کے ظلم و تشدد کا تذکرہ آتا ہے جس کو سیدنا علیؓ نے دو ہزار کا لشکر دے کر بھیجا تھا تاکہ وہ بسر بن ارطاۃؓ کا پیچھا کریں۔ روایات بتاتی ہیں کہ انہوں نے نجران پہنچ کر پُوری بستی کو آگ لگا دی اور سیدنا عثمانؓ کے حامیوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ طبری کے الفاظ ہیں:۔

فسار جاریۃ حتی اتی نجران فحرق بھا و اخذ ناساً من شیعۃ عثمان فقتلھم

جاریہؓ نجران پہنچے اور اس کو جلا دیا اور سیدنا عثمانؓ کے حامیوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔

پھر سیدنا جاریہؓ مدینۃ الرسُول پہنچے۔ اُس وقت سیدنا ابو ہریرہؓ لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر نماز کے بیچ ہی میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر جاریہ بن قدامہؓ نے کہا:۔

واللہ لو اخذت اباسنوسر لضربت عنقہ

خدا کی قسم اگر بلّی والا (مراد سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں) میرے ہتھے چڑھ جاتا تو میں اس کی گردن مار دیتا۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۰۷، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲)

انہی جاریہؓ کو سیدنا علیؓ نے بصرہ بھی بھیجا وہاں انہوں نے سیدنا معاویہؓ کے بھیجے ہوئے آدمی عبداللہ بن الحضرمی کا محاصرہ کر کے اُن کے سمیت گھر کو جلا دیا۔

(الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

لہٰذا اگر بسر بن ارطاۃؓ کی روایات کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ کو مطعون کیا جاتا ہے تو سیدنا علیؓ کے گورنروں کے مظالم بھی تو انہی کتابوں کی روایات سے ثابت ہیں، ان روایات کو صحیح مان کر سیدنا علیؓ پر کیوں اعتراض نہیں کئے جاتے؟ اس کے علاوہ روایات میں یہ تو آتا ہے کہ فتنہ کا زمانہ گزر جانے کے بعد سیدنا معاویہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت بسر بن ارطاۃؓ نے سیدنا علیؓ کے حامیوں پر کچھ زیادتیاں کی ہیں تو آپ نے ان زیادتیوں کی تلافی کر کے بسر بن ارطاۃ کو گورنری کے منصب جلیلہ سے یکقلم معزول کر دیا۔ (ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۹۹۸) لیکن سیدنا علیؓ کے متعلق یہ کسی روایت میں نہیں آتا ہے کہ انہوں نے بھی جاریہ بن قدامہؓ اور دُوسرے گورنروں میں سے کسی کو اُن کی زیادتیوں کی وجہ سے معزول کیا ہو۔

رابعاً روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا بسر بن ارطاۃؓ ظالم اور تشدد پسند آدمی نہ تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی فساد مچانے والے تھے۔ اس بارہ میں سیدنا علیؓ کی اپنی شہادت بھی ایک بین دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ زہیر بن ارقم فرماتے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے ایک جمعہ کو ہمیں خطبہ دیتے ہوتے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بسر بن ارطاۃ یمن پہنچ گئے ہیں۔

وانی واللہ لاحسب أن ھؤلاء القوم سیظھرون علیکم
الا بعصیانکم امامکم وطاعتھم امامھم وخیانتکم
وأمانتھم وافسادکم ارضکم واصلاحھم

بخدا میرا گمان ہے کہ یہ لوگ تم پر ضرور غالب آئیں گے۔ اور یہ صرف تم پر اس وجہ سے غالب آئیں گے کہ تم اپنے امام کی نافرمانی کرتے ہو اور یہ لوگ اپنے امام کی اطاعت کرتے ہیں۔ تم لوگ خیانت کرتے ہو اور یہ لوگ امانت دار ہیں۔ تم زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہو اور یہ اصلاح کرتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۵)

اس روایت میں سیدنا علیؓ تو بسر بن ارطاۃ کو زمین میں اصلاح کرنے والا فرما رہے ہیں اور اپنے شیعوں کو فسادی اور خائن فرما رہے ہیں لیکن تیرہ سو سال کے بعد آج کل کے مفکر بسر بن ارطاۃ کو فسادی، تشدد پسند اور ظالم کہہ رہے۔

بعض دفعہ اپنے ساتھیوں کے فساد اور ظلم سے تنگ آکر آپ کی آنکھوں سے موسلادھار بارش کی آنسو ٹپک پڑتے اور آپ بڑی حسرت سے فرمایا کرتے۔

واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدراھم
فاخذ منی عشرا منکم واعطانی رجلا منھم

بخدا میری آرزو ہے کہ کاش معاویہؓ مجھ سے اس طرح تبادلہ کر لیں جس طرح دینار (اشرفیاں) درہموں (روپوں) سے تبادلہ کئے جاتے ہیں۔ مجھ سے وہ تمہارے دس آدمی لے لیں اور مجھے اپنے آدمیوں سے ایک آدمی دے دیں۔ (نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

اب رہی یہ بات کہ بسر بن ارطاۃؓ نے ہمدانی مسلمان عورتوں کو کنیز بنا لیا

یہ روایت بھی سراسر جھوٹ ہے اسی وجہ سے اس کو سوائے علامہ ابن عبدالبر کے اور کسی مؤرخ نے نقل نہیں کیا اور ابن عبدالبر نے بھی الاستیعاب میں اس کو ایک نہایت مخدوش سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس سند میں ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ ہے جس کے متعلق محدثین نے لکھا ہے کہ اُس سے روایت کرنا جائز نہیں۔

پھر درایت کے لحاظ سے بھی یہ روایت نہایت مخدوش ہے۔ کیونکہ اس خیر القرون کے زمانہ میں سیدنا معاویہؓ کا ایک گورنر اگر اس قسم کا مجرمانہ فعل کرتا تو کس طرح ممکن تھا کہ سلطنت میں لوگ اس کے خلاف نہ کرتے۔ اور کس طرح اُن کو حکومت کے استحکام میں اُن کا ساتھ دیتے وہ وقت تو ایک بحرانی دَور تھا۔ اُس میں ظلم و تشدد سے کوئی حکومت قائم نہیں ہو سکتی تھی بلکہ صلح و آشتی سے حکومت کا استحکام ہو سکتا تھا۔ ایسی باتیں تو کوئی احمق انسان ہی کر سکتا ہے سیدنا معاویہؓ جیسا صاحب بصیرت اور ذہین انسان اس بحرانی دَور میں اپنے گورنروں کو اس طرح زیادتیاں کرنے کی اجازت کیسے دے سکتے تھے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

دیت کے معاملہ میں سنت کی تبدیلی

سیدنا معاویہؓ پر ایک اعتراض ان کے مخالفین کی طرف سے یہ کیا جاتا ہے کہ "دیت کے معاملہ میں انہوں نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہو گی مگر حضرت معاویہؓ نے اُس کو نصف کر دیا اور باقی خود لینی شروع کر دی۔

جہاں تک ہم جانتے ہیں یہ تو کسی مؤرخ نے نہیں لکھا کہ سیدنا معاویہؓ نے اس بارہ میں سنت کو بدل دیا، کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اس میں صحابہؓ میں بھی اختلاف تھا اور صحابہؓ کے اختلاف کی وجہ سے ائمہ فقہا میں بھی اختلاف چلا آرہا ہے۔ چنانچہ ابن رشد القرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فان للعلماء فی ذالک ثلاثة اقوال: احدھا ان دیتھم علی النصف من دیة المسلم، ذکر انھم علی النصف من ذکران المسلمین ونساؤھم علی النصف من نسائھم وبه قال مالک وعمر بن عبدالعزیز وعلی ھذا تکون دیة جراحھم علی النصف من دیته المسلمین

والقول الثانی ان دیتھم ثلث دیت المسلم وبه قال الشافعی وھو مروی عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان[1] وقال به جماعة من التابعین

[1] سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ سے مختلف روایات مروی ہیں ایک روایت تہائی دیت کی بھی ہے ملاحظہ ہو نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۶۵، الجوہر النقی جلد ۸ صفحہ ۱۰۳)

والقول الثالث ان دیتھم مثل دیة المسلمین وبه قال ابو حنیفة والثوری وجماعة وھو مروی عن ابن مسعود وقد روی عن عمر و عثمان وقال به جماعة من التابعین۔

اہل ذمہ کی دیت کے بارہ میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ کہ اُن کی دیت مُسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ اُن کے مردوں کی مسلمان مردوں کے نصف اور ان کی عورتوں کی مسلمان عورت کے نصف دیت ہے۔ یہ قول امام مالکؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہے۔

۲۔ دوسرا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ ان کی دیت مُسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ یہ قول امام شافعیؒ کا ہے اور یہی سیدنا عمر بن الخطابؓ اور سیدنا عثمان بن عفانؓ سے بھی مروی ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے

۳۔ تیسرا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ اہل ذمہ کی دیت مُسلمان کی دیت کے برابر ہے یہ قول امام ابو حنیفہؒ امام ثوریؒ اور ایک جماعت کا ہے۔ اور یہی سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے اور سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

اعتراض کرنے والے تو نصف دیت پر کرتے ہیں لیکن ابن رشد کی اس عبارت سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کا مسلک تہائی دیت کا ہے اور اس بارہ میں وہ اکیلے ہی نہیں بلکہ تابعین کی ایک اچھی خاصی جماعت ان کی ہم نوا ہے اور دو خلیفہ راشد (سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ) کا بھی ایک روایت کے مطابق یہی قول ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیت کا معاملہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں ائمہ اربعہ کے مابین بھی اختلاف ہے اور ہر فریق کے پاس دلیل ہے۔ ایسے مسائل میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فریق مخالف نے سنت کو بدل دیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں یہ بات راجح ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

دیت کے معاملہ میں سنت کی تبدیلی

سیدنا معاویہؓ پر ایک اعتراض ان کے مخالفین کی طرف سے یہ کیا جاتا ہے کہ "دیت کے معاملہ میں انہوں نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہو گی مگر حضرت معاویہؓ نے اُس کو نصف کر دیا اور باقی خود لینی شروع کر دی۔

جہاں تک ہم جانتے ہیں یہ تو کسی مؤرخ نے نہیں لکھا کہ سیدنا معاویہؓ نے اس بارہ میں سنت کو بدل دیا، کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اس میں صحابہؓ میں بھی اختلاف تھا اور صحابہؓ کے اختلاف کی وجہ سے ائمہ فقہا میں بھی اختلاف چلا آرہا ہے۔ چنانچہ ابن رشد القرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فان للعلماء فی ذالك ثلاثة اقوال، احدها ان دیتهم علی النصف من دیة المسلم، ذکر انهم علی النصف من ذکران المسلمین ونساؤهم علی النصف من نسائهم وبه قال مالك وعمر بن عبدالعزیز وعلی هذا تکون دیة جراحهم علی النصف من دیة المسلمین

والقول الثانی ان دیتهم ثلث دیة المسلم وبه قال الشافعی وهو مروی عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان[1] وقال به جماعة من التابعین

---

[1] سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ سے مختلف روایات مروی ہیں ایک روایت تہائی دیت کی بھی ہے ملاحظہ ہو نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۶۵، الجوہر النقی جلد ۸ صفحہ ۱۰۳

والقول الثالث ان دیتهم مثل دیة المسلمین وبه قال ابو حنیفة والثوری وجماعة وهو مروی عن ابن مسعود وقد روی عن عمر و عثمان وقال به جماعة من التابعین۔

اہل ذمہ کی دیت کے بارہ میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ کہ اُن کی دیت مُسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ اُن کے مردوں کی مسلمان مردوں کے نصف اور ان کی عورتوں کی مسلمان عورت کے نصف دیت ہے۔ یہ قول امام مالکؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہے۔

۲۔ دوسرا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ ان کی دیت مُسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ یہ قول امام شافعیؒ کا ہے اور یہی سیدنا عمر بن الخطابؓ اور سیدنا عثمان بن عفانؓ سے بھی مروی ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے

۳۔ تیسرا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ اہل ذمہ کی دیت مُسلمان کی دیت کے برابر ہے یہ قول امام ابو حنیفہؒ امام ثوریؒ اور ایک جماعت کا ہے۔ اور یہی سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے اور سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

اعتراض کرنے والے تو نصف دیت پر کرتے ہیں لیکن ابن رشد کی اس عبارت سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کا مسلک تہائی دیت کا ہے اور اس بارہ میں وہ اکیلے ہی نہیں بلکہ تابعین کی ایک اچھی خاصی جماعت ان کی ہم نوا ہے اور دو خلیفہ راشد (سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ) کا بھی ایک روایت کے مطابق یہی قول ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیت کا معاملہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں ائمہ اربعہ کے مابین بھی اختلاف ہے اور ہر فریق کے پاس دلیل ہے۔ ایسے مسائل میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فریق مخالف نے سنت کو بدل دیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں یہ بات راجح ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مرجوح ہے۔ مثال کے طور پر امام احمد بن حنبلؒ نماز میں رفع الیدین کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہؒ نہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب کوئی جاہل ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ چونکہ رفع الیدین کے قائل ہیں لہذا انہوں نے سنت کو بدل دیا اور سنت رفع الیدین کا نہ کرنا ہے۔ حالانکہ اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رفع الیدین نہ کرنا راجح ہے اور کرنا مرجوح اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک رفع الیدین کا قول راجح ہے اور نہ کرنے کا مرجوح کیونکہ احادیثی دلائل دونوں طرف ہیں۔ کوئی کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ فلاں نے سنت کو بدل دیا۔ بالکل اسی طرح امام مالکؒ نصف دیت کے قائل ہیں، امام شافعیؒ ثلث کے اور امام ابوحنیفہؒ مسلمان اور معاہد کی برابر دیت کے قائل ہیں۔ یہی اختلاف صحابہؓ میں تھا اور یہی تابعین میں۔ اور ہر ایک کے پاس اپنے مسلک کی تائید میں قرآن و سنت سے دلائل موجود ہیں۔ دلائل میں صرف راجح اور مرجوح کا اختلاف ہے سنت یا بدعت کا اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ ابن رشدؒ ہی نے امام زہریؒ کا ایک واضح قول نقل فرمایا ہے کہ:۔

وکانت (دیۃ) علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی حتی کان معاویۃ، فجعل فی بیت المال نصفہا، واعطی اہل القتیل نصفہا، ثم قضی عمر بن عبد العزیز بنصف الدیۃ والغی الذی جعلہ معاویۃ فی بیت المال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے عہد خلافت میں ذمی کی دیت مسلمان کے برابر سنت سمجھی جاتی تھی یہاں تک کہ سیدنا معاویہؓ خلیفہ ہوئے، انہوں نے نصف دیت بیت المال کے لیے مقرر کر دی اور نصف مقتول کے وارثوں کو دی۔ جب عمر بن عبد العزیزؒ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے صرف نصف دیت کا فیصلہ کیا اور وہ نصف دیت جو سیدنا معاویہؓ نے بیت المال کے لیے مخصوص کی تھی، ساقط کر دی۔ (بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

قریباً انہی الفاظ سے امام زہریؒ کی اس روایت کو امام بیہقیؒ نے بھی اپنی کتاب السنن الکبریٰ جلد ۸ صفحہ ۱۰۲ پر نقل کیا ہے۔

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ کے زمانہ میں معاہد اور مسلمان کی دیت برابر تھی۔

۲۔ سیدنا معاویہؓ کے عہد خلافت میں بھی مسلمان اور معاہد کی دیت برابر تھی صرف فرق یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے اربعہؓ کے زمانہ میں پوری کی پوری دیت مقتول کے وارثوں کو دے دی جاتی، لیکن سیدنا معاویہؓ دیت تو پوری لیتے لیکن آدھی بیت المال میں جمع فرماتے اور آدھی مقتول کے وارثوں کو دیتے۔

۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے قاتل اور اس کے وارثوں سے نصف دیت لینی شروع کر دی اور سیدنا معاویہؓ جو پوری دیت لیتے تھے اور آدھی بیت المال میں جمع کرتے اور آدھی مقتول کے وارثوں کو دیتے۔ آپ نے بیت المال کا حصہ ساقط کر دیا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ معترضین کا یہ اعتراض کہ سیدنا معاویہؓ نے معاہد اور مسلمان کی برابر دیت کو نصف کر دیا۔ سراسر غلط ہے اور یہ اعتراض اگر ہو سکتا ہے تو سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ پر نہ کہ سیدنا معاویہؓ پر۔ کیونکہ وہ معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر لیتے تھے نہ کہ نصف۔ لیکن معترضین کا نزلہ اگر گرتا ہے تو سیدنا معاویہؓ پر نہ کہ عمر بن عبد العزیزؒ پر اور میں سمجھتا ہوں کہ سیدنا معاویہؓ اسلامی تاریخ کی سب سے مظلوم شخصیت ہیں، اور ان کے مخالفین نے ان کی ذات کو مورد الزام بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا۔ افسوس ہے کہ ان مسائل میں بھی جن میں ائمہ مجتہدین کا بھی اختلاف ہے سیدنا معاویہؓ پر تبدیل سنت کا الزام لگانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دونوں قسم کی روائتیں منقول ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیۃ الکافر علی النصف من دیۃ المسلم[1]

کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔

(العدۃ صفحہ ۵۱۸، بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۴۱۴، نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۶۴، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۹، منہاج المسلم صفحہ ۴۳۱)

---

[1] یہ روایت مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس کو "دیۃ عقل الکافر نصف عقل المومن" کے الفاظ سے نقل کیا ہے اور نیل الاوطار میں "عقل الکافر نصف دیۃ المسلم" کے الفاظ سے مرقوم ہے۔ العدۃ میں یہ الفاظ منقول ہیں "دیۃ المعاہد نصف دیۃ المسلم" صاحب "العدۃ" نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قضی ان عقل اھل الکتاب نصف عقل المسلمین، رواہ الامام احمد وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ۔

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

(العدۃ صفحہ ۵۱۸)

امام شافعیؒ نے لکھا ہے:۔ کہ

فقضی عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی دیۃ الیھودی والنصرانی بثلث دیۃ المسلم

سیدنا عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہودی اور نصرانی کی دیت کے بارہ میں مسلمان کی دیت سے تہائی کا فیصلہ دیا۔ (کتاب الام جلد ۶ صفحہ ۱۰۵)

بلکہ مجوسی کی دیت ان دونوں حضرات کے نزدیک آٹھ سو درہم ہیں چنانچہ العدۃ میں مرقوم ہے

ودیۃ المجوسی ثمانمائۃ درھم وھو قول اکثر اھل العلم وھو قول عمر وعثمان وابن

ایک اور روایت میں جو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے لکھا ہے کہ

دیۃ ذمی ـــــ دیۃ مسلم

ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ (السنن الکبریٰ جلد ۸ صفحہ ۱۰۲)

چنانچہ پہلی حدیث امام مالکؒ اور سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی دلیل ہے کہ معاہد کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے اور دوسری حدیث امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ان فقہاء کی دلیل ہے جن کے نزدیک معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ روایات کے اسی اختلاف کی بنا پر قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

لا دلیل فیہ لان الدیۃ لفظ مجمل ورد بیانہ من النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مختلفاً کما ذکرنا من الاختلاف فی دیۃ الرجل والمرأۃ والحر والعبد فکذا جاز الاختلاف بین الدیۃ المسلم والکافر

اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ لفظ دیت مجمل ہے اور اس کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف طور پر مروی ہے جس طرح مرد اور عورت اور آزاد اور غلام کی دیت میں اختلاف ہے اسی طرح کافر اور مسلمان کی دیت میں اختلاف جائز ہے (قاضی ثناء اللہؒ نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔)

(تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

علامہ رشید رضا نے بھی دیت کے بارہ میں انہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر المنار جلد ۵ صفحہ ۳۳۴)

(بقیہ حاشیہ) اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ یہ قول اکثر اہل علم کا ہے اور عمرؓ، عثمانؓ اور ابن مسعودؓ کا بھی یہی قول ہے۔ (العدۃ صفحہ ۵۱۸، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث کے اِسی اختلاف پر امام ترمذیؒ ان الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہیں۔

" حدیث عبداللہ بن عمرو فی ھذا الباب حدیث حسن واختلف اھل العلم فی دیۃ الیھودی والنصرانی فذھب بعض اھل العلم الی ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال عمر بن عبدالعزیز دیۃ الیھودی والنصرانی نصف دیۃ المسلم وبھذا یقول احمد بن حنبل ..... وقال بعض اھل العلم دیۃ الیھودی والنصرانی مثل دیۃ المسلم وھو قول سفیان الثوری واھل الکوفۃ"

اس باب میں عبداللہ بن عمرو کی حدیث "حدیثِ حسن" ہے اور یہودی اور نصرانی کے بارہ میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ علم کا وہ مسلک ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان سے نصف ہے اور یہی امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے.....

اور بعض اہلِ علم یہ کہتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کے برابر ہے۔ اور یہی قول سفیان ثوریؒ اور اہلِ کوفہ کا ہے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

حدیث "دیۃ المعاھد نصف دیۃ الحر" پر تبصرہ فرماتے ہوئے علامہ بہاء الدین عبدالرحمٰن المقدسی الحنبلیؒ فرماتے ہیں۔

قال الخطابی: لیس فی دیۃ اھل الکتاب شئ ابین من ھذا، ولا بأس باسنادہ، وقد قال بہ الامام احمد

خطابی فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی دیت کے بارہ میں اس سے زیادہ واضح اور کوئی چیز نہیں، اور اس کی اسناد میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہی امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔

بہرحال اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اختلاف کی بنیاد روایات کے اختلاف

ہے۔ سیدنا معاویہؓ چونکہ فقیہ اور مجتہد بھی تھے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱) لہٰذا انہوں نے نصف دیت اور پوری دیت کی روایات میں تطبیق دی۔ اور اُس کی صُورت یہ اختیار کی کہ نصف دیت مقتول کے وارثوں کو دی جاتی اور نصف دیت بیت المال میں جمع ہوتی کیونکہ اُس ذمی کی موت سے سرکاری خزانہ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے۔

سیدنا معاویہؓ نے فرمایا کہ ایک ذمی کے قتل سے اگر اس کے عزیز واقارب کو نقصان پہنچا ہے تو سرکاری خزانہ کو بھی نقصان پہنچا ہے (یعنی اس کا جزیہ بیت المال میں جانا بند ہوگیا) لہٰذا دیت کا نصف مقتول کے عزیز واقارب کو دے دیا جائے اور نصف سرکاری خزانہ کو۔ اس کے بعد ذمیوں میں سے ایک اور شخص قتل ہوا تو سیدنا معاویہؓ نے فرمایا کہ جو رقم ہم سرکاری خزانہ میں داخل کر رہے ہیں اگر ہم اس پر غور وفکر کریں تو اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کا بوجھ ہلکا ہوا اور دُوسری طرف ان کے لیے اعانت وامداد بھی ہوگئی۔

(الجوہر النقی جلد ۸ صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳، مراسیل ابوداؤد صفحہ ۱۳)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سیدنا معاویہؓ پر ایک جاہلانہ اتہام ہے کہ انہوں نے سنت نبوی کو بدل دیا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی فقیہانہ ذہانت سے دو مختلف قسموں کی احادیث میں تطبیق دی ہے، لیکن کیا کیا جائے تعصب اور جہالت کا کہ جو اُن کی خوبی اور کمال تھا اُس کو ان کے دشمنوں نے برائی اور نقص سمجھ لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)

مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے؟

سیدنا معاویہؓ پر بعض نام نہاد عالموں کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے اربعہؓ کی سنت کو تبدیل کر کے ایک بدعت ایجاد کی وہ یہ کہ "مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے۔ اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے اربعہؓ کے زمانہ میں نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا تھا اور نہ مسلمان کافر کا۔

اس اعتراض کی اگرچہ چھان پھٹک کی جائے تو اس کی نوعیت بھی نصف دیت والے اعتراض کی سی ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ بھی عہدِ صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے اور نہ صرف سیدنا معاویہؓ اس بات کے قائل ہیں کہ "مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے" بلکہ اور بھی کئی صحابہؓ اس کے قائل ہیں۔ اگرچہ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ نہ تو کافر مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان کافر کا۔ لیکن اس کے مخالف مسلک رکھنے والے کو بدعت کا مرتکب گردانا نہایت زیادتی بلکہ بددیانتی ہے۔ ائمہ اربعہ کے درمیان کئی مسائل ایسے ہیں کہ جمہور کا مسلک کچھ اور ہوتا ہے اور ایک امام کا قول کسی خاص دلیل کی بنا پر اُس جمہور کے مسلک کے خلاف ہوتا ہے لیکن آج تک کسی نے اُس پر بدعت کے مرتکب ہونے کا الزام نہیں لگایا۔ کیونکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، ان اختیاری مسائل میں اکثر اختلاف راجح اور مرجوح کا ہوتا ہے، سنت اور بدعت کا نہیں ہوتا۔

چنانچہ اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں۔

۱۔ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے؟

۲۔ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے؟

پہلی بات میں سیدنا معاویہؓ سمیت سب صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا، لیکن بعض صحابہؓ اور تابعین کا مسلک یہ ہے کہ "مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے" چنانچہ علامہ ابن رشد القرطبی رح فرماتے ہیں:۔

واختلفوا فی میراث المسلم الکافر۔۔۔۔ فذهب جمهور العلماء من الصحابة والتابعين وفقهاء الامصار الى انه لا يرث المسلم الكافر بهذا الاثر الثابت و ذهب معاذ بن جبل ومعاوية من الصحابة وسعيد بن المسيب ومسروق من التابعين وجماعة الى ان المسلم يرث الكافر

مسلمان کے کافر کے وارث ہونے میں اختلاف ہے۔ صحابہؓ، تابعین اور مختلف شہروں کے جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اس حدیث کی وجہ سے کہ (لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم) لیکن صحابہ میں سے معاذ بن جبلؓ اور سیدنا معاویہؓ اور تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ اور مسروقؒ اور ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۳۵۲، ۳۵۲)

علم وراثت کی مشہور کتاب شریفیہ شرح سراجی میں سید شریف الجرجانیؒ فرماتے ہیں:۔

فلا يرث الكافر من مسلم اجماعا ولا المسلم من الكافر على قول علي وزيد وعامة الصحابة واليه ذهب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماءنا والشافعی والقیاس ان یرث المسلم من الکافر ولا یرث الکافر منه والیه ذهب معاذ بن جبل ومعاویة بن ابی سفیان والحسن ومحمد بن الحنیفة ومحمد بن علی بن الحسین ومسروق رحمهم الله

کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا یہ اجماعی مسئلہ ہے اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا یہ مذہب علیؓ، زید بن ثابتؓ اور جمہور صحابہؓ کا ہے اور ہمارے علماء (احناف) اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہو، معاذ بن جبلؓ، معاویہؓ حسن بصریؒ، محمد بن حنفیہؒ، محمد باقرؒ اور مسروقؒ کا یہی مذہب ہے۔

(شریفیہ شرح سراجی صفحہ ۱۴)

علامہ بدرالدین عینیؒ اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واما المسلم فهل یرث من الکافر ام لا، فقالت عامة الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم لا یرث وبه اخذ علماؤنا والشافعی وهذا استحسان والقیاس ان یرث وهو قول معاذ بن جبل ومعاویة بن سفیان وبه اخذ مسروق والحسن ومحمد بن الحنفیه ومحمد بن علی بن حسین۔

اور یہ بات کہ کیا مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے یا نہیں، پس عام صحابہؓ فرماتے ہیں کہ نہیں ہوسکتا اور اسی شی کو ہمارے علماء (احناف) اور امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے، لیکن یہ استحسان[1] ہے۔ قیاس کا تقاضا

---

[1] استحسان ایک فقہی اصطلاح ہے۔ استحسان کہتے ہیں کہ "مجتہد ایک مسئلہ میں اس کے نظائر و امثال کے مطابق حکم نہ لگائے بلکہ ایک قوی تر دلیل کی جانب رجوع کرے جو اشباہ و نظائر سے عدول کا

یہ ہے کہ وہ وارث ہو اور یہی معاذ بن جبلؓ اور معاویہ بن ابی سفیان کا قول ہے اور اسی کو مسروقؒ، حسن بصریؒ، محمد بن حنفیہؒ اور محمد بن علی بن حسینؒ نے اختیار کیا ہے۔ (عمدۃ القاری فی شرح البخاری جلد ۲۳ صفحہ ۲۶۰)

سیدنا معاذ بن جبلؓ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ناموں کے ساتھ سیدنا عمر الفاروقؓ کا نام بھی اس سلسلہ میں کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو المغنی جلد ۶ صفحہ ۲۹۴)

ان حضرات کا یہ مسلک اس قیاس کا نتیجہ ہے جس کو ابن رشد القرطبیؒ نے نقل کیا:۔

وشبهوا ذالك بنسائهم، فقالوا: کما یجوز لنا ان ننکح نساءهم ویجوز لنا ان ننکحهم نساءنا کذالك الارث

ان کو ان کی عورتوں سے شبہ ہوگیا کہ جس طرح ہمارے لیے جائز ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تقاضا کرتی ہو"۔ استحسان کے بارہ میں فقہاء کا اختلاف چلا آرہا ہے، امام ابوحنیفہؒ استحسان کے قائل تھے اور ان کے معاصر امام مالکؒ بھی یہ کہا کرتے تھے کہ "استحسان نوے فی صد علم ہے"۔ امام شافعیؒ استحسان کے سخت مخالف تھے۔ فرمایا کرتے تھے "جس نے استحسان سے کام لیا اس نے دین کو خود گھڑ لیا"۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب الام میں ایک باب ہی استحسان کے ابطال پر قائم کیا ہے۔ (کتاب الام جلد ۷ صفحہ ۲۶۷)

جس میں آپ نے اپنے وہ تمام دلائل جمع فرما دیئے ہیں جو استحسان کے بطلان پر آپ نے دیئے ہیں۔ آپ کے نزدیک فتوی یا تو اخذ بالنص ہونا چاہیئے یا حمل علی النص۔ لیکن ان کے نزدیک استحسان میں نہ اخذ بالنص ہوتا ہے اور نہ حمل علی النص ہے۔ لہذا یہ باطل ہے، لیکن فقہاء احناف اور موالک نے ان سب دلائل کے جوابات اپنی اپنی کتابوں میں بڑی تفصیل سے دیئے ہیں ملاحظہ ہو۔

(المبسوط جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اہل کتاب (کافر) کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور اپنی عورتیں ان کے نکاح میں نہیں دے سکتے ہیں، اسی طرح وراثت کا معاملہ ہے (کہ وہ ہمارے مالوں کے وارث نہیں ہو سکتے، البتہ ہم اُن کے ماموں کے وارث ہو سکتے ہیں) (بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۳۵۳)

شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے اس بات کی تائید اور تعریف میں عبداللہ بن معقلؓ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ:۔

اخرج ابن ابی شیبہ من طریق عبداللہ بن معقل قال ما رأیت قضاءً احسن من قضاء قضی بہ معاویۃ نرث اھل الکتاب ولا یرثونا کما یحل النکاح فیھم ولا یحل لھم وبہ قال مسروق وسعید بن المسیب وابراھیم النخعی واسحاق۔

ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن معقلؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے کوئی فیصلہ سیدنا معاویہؓ کے اس فیصلے سے بہتر نہیں دیکھا کہ ہم اہل کتاب کے وارث ہوتے ہیں اور وہ ہمارے وارث نہیں ہوتے، جیسے کہ ان کی عورتوں سے ہمیں نکاح تو جائز ہے لیکن انہیں ہماری عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں اور ایسا ہی مسروقؒ، سعید بن المسیبؒ، ابراہیم النخعیؒ اور اسحاقؒ کا ہے

(فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۵۰)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کے کافر کے وارث ہونے میں صحابہؓ اور تابعینؒ کا اختلاف ہے اور سیدنا معاویہؓ اس میں منفرد نہیں بلکہ سیدنا عمر الفاروقؓ اور سیدنا معاذ بن جبلؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی ان کے ہم نوا ہیں۔ یہ الگ بات ہے ان حضرات کا یہ مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح مسلک ہے۔ اس لیے یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہونے کی وجہ سے کسی صورت بھی بدعت نہیں کہلا سکتا۔ سیدنا معاویہؓ ایک مجتہد اور فقیہ اور صاحب فتویٰ صحابی رسول تھے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱، اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۹ اور

مجتہد کی اجتہادی خطاء بھی اجر و ثواب کا موجب ہوا کرتی ہے۔ اور اگر معترضین اس کو بدعت کہنے پر مصر ہیں تو اس بدعت کے مرتکب نہ صرف سیدنا معاویہؓ ہی تھے بلکہ صحابہؓ میں سے سیدنا عمر الفاروقؓ، سیدنا معاذ بن جبلؓ اور تابعین میں سے سیدنا حسینؓ کے بھائی محمد بن حنفیہؒ اور سیدنا حسینؓ کے پوتے امام محمد باقرؒ اور دوسرے کئی ایک بزرگ تھے۔

یہ ساری بحث جو گذشتہ سطور میں ہم نے کی ہے اس صورت میں ہے جب کہ ہمیں یہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعی سیدنا عمرؓ، سیدنا معاذ بن جبلؓ، سیدنا معاویہؓ اور دیگر تابعین کا مذہب تھا، لیکن کتابوں کی ورق گردانی سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ اس مسلک کی نسبت انکی طرف صحیح نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کے مخالفین نے یہ شی ان کی طرف منسوب کر دی ہو آخر کیا کچھ سیدنا معاویہؓ کی طرف منسوب نہیں ہوا؟ چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اجمع اھل العلم علی ان الکافر لا یرث المسلم، وقال جمھور الصحابۃ والفقھاء لا یرث المسلم الکافر وبہ روی ھذا عن ابی بکر وعمر وعثمان وعلی واسامۃ بن زید وجابر رضی اللہ عنھم وبہ قال عمر وابن عثمان وعروۃ والزھری وعطاء وطاؤس والحسن وعمر بن عبد العزیز وعمرو بن دینار والثوری وابو حنیفۃ واصحابہ ومالک والشافعی وعامۃ الفقھاء وعلیہ العمل وروی عن عمر ومعاذ ومعاویۃ رضی اللہ عنھم انھم ورثوا المسلم من الکافر ولم یورثوا الکافر من مسلم وحکی ذالک عن محمد بن الحنفیۃ عن محمد بن حنفیۃ وعلی بن حسین وسعید بن المسیب ومسروق وعبداللہ بن معقل والشعبی والنخعی ویحیی بن یعمر واسحاق ولیس بموثوق بہ عنھم فان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد قال لیس بین الناس اختلاف فی ان المسلم لایرث الکافر

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا، اور جمہور صحابہ اور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا، یہ قول ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، اسامہ بن زیدؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے اور عمر بن عثمانؓ، عروہؓ، زہریؒ، عطاءؒ، طاؤسؒ، حسن بصریؒ، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینارؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور عام فقہا کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔ سیدنا عمرؓ، معاذ بن جبلؓ اور معاویہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا وہ کافر کو مسلمان کا وارث تسلیم نہیں کرتے۔ یہی بات محمد بن الحنفیہ (برادر سیدنا حسینؓ)، علی بن الحسینؓ (امام زین العابدینؒ) سعید بن المسیبؒ، مسروقؒ، عبداللہ بن معقلؒ، شعبیؒ، نخعیؒ (استاد امام ابوحنیفہ)، یحییٰ بن یعمرؒ اور اسحاقؒ سے بھی یہی مروی ہے، لیکن ان حضرات کی طرف اس قول کی نسبت معتبر نہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(المغنی جلد، صفحہ ۱۶۱)

مغنی ابن قدامہ کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی طرف اس مسئلہ کی نسبت غلط ہے اور اگر مغنی کی اس عبارت پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اس قول کی نسبت سیدنا معاویہؓ، معاذ بن جبلؓ اور سیدنا عمرؓ کی طرف صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر اُس کا جواب وہی ہے جو ہم نے گذشتہ سطور میں نقل کیا ہے۔

④

اہل بیت نبوی سے برتاؤ

ایک اعتراض سیدنا معاویہؓ پر یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اہل بیت نبوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اگر اس اعتراض کی چھان پھٹک کی جائے تو حقیقت اس کے بالکل خلاف نظر آتی ہے اور تاریخ کی قوی اور ثقہ روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بنو ہاشم اور خصوصی طور پر اہل بیت نبوت کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا بلکہ بعض دفعہ اگر انہوں نے کوئی ناقابل برداشت بات بھی کہہ دی تو آپ نے صرف اہل بیت نبوی کا احترام کرتے ہوئے اُس کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ چنانچہ ایک شیعہ مؤرخ ابن طقطقی لکھتا ہے:

"اشراف قریش میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، ابان بن عثمانؓ، اور آل ابی طالب کے افراد معاویہؓ کے پاس اکثر دمشق جایا کرتے تھے۔ وہ ان سب بزرگ حضرات کو نہایت اچھے طریقے سے رکھتے اور ان کی نہایت فیاضانہ طریقے سے مہمان نوازی کرتے۔ اُن کی تمام ضروریات کو پورا کرتے۔ اس کے بدلے میں یہ لوگ ہمیشہ ان سے سختی کے ساتھ گفتگو کرتے اور چین بجبین رہتے۔ لیکن امیر معاویہؓ ان باتوں کو کبھی مذاق میں اڑا دیتے اور کبھی یونہی ٹال دیتے اور اُس کے جواب میں بہت قیمتی تحائف اور بڑی رقوم دیتے۔" (الفخری صفحہ ۹۴)

لہ ابن طقطقی کے اس جملہ سے ہمیں اختلاف ہے کیونکہ تاریخ کی صحیح روایات میں آتا ہے کہ تمام بنو ہاشم اور خصوصی طور پر اہل بیت نبوت سیدنا معاویہؓ کا نہایت احترام کرتے اور سیدنا معاویہؓ اُن سے نہایت شفقت سے پیش آتے جیسا کہ اس کتاب کی جلد اول میں کئی مقامات پر ہم نے مختلف روایات سے واضح کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ابن طقطقی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ آل ابی طالب اور دوسرے کئی اعیان و شرفاء آپ کے خلاف رہتے تھے لیکن آپ کی فیاضی کا ابر ہمیشہ ان پر برستا رہتا۔ (الفخری صفحہ ۵۵)

علاوہ ازیں اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے یزید کو جو وصیتیں فرمائیں اُن میں اہلِ بیت نبوت خصوصی طور پر سیدنا حسین بن علیؓ کے متعلق ان الفاظ میں وصیت فرمائی۔

"عراق والے حسینؓ کو تمہارے مقابلہ میں لاکر چھوڑیں گے لیکن جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تمہیں اُن پر قابو حاصل ہو جائے تو درگذر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت دار ہیں، اُن کا بڑا حق ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ہیں۔" (الفخری صفحہ ۱۰۳)

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اپنی خلافت کے دوران سیدنا معاویہؓ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ان کو بیش قیمت عطیات سے نوازتے چنانچہ ایک روز اُن کو ۲۰ لاکھ درہم عطا فرمائے۔" (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۵۰)

آپ سالانہ دس دس لاکھ درہم سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو دیتے اور اُن کے بیٹے یزید بیس لاکھ درہم دیتے رہے اتنی ہی رقم سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ (جو سیدنا حسینؓ کے بہنوئی اور آپ کی بہن سیدہ زینبؓ کے خاوند تھے) کو بھی دیتے تھے

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۸۲۳)

ان سالانہ دس لاکھ درہموں کے علاوہ اور بہت سے ہدیے بھی سیدنا امام حسینؓ کو بھیجے جاتے جن کو وہ بصد خوشی قبول فرماتے۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۷)

سیدنا حسینؓ کبھی اکیلے اور کبھی اپنے بھائی سیدنا حسنؓ کے ساتھ ہر سال سیدنا معاویہؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور وہ ان کی بہت عزت و تکریم فرماتے اور ان کو بہت تحائف وغیرہ دیتے۔ سیدنا حسنؓ کی وفات کے بعد بھی ہر سال آپ سیدنا معاویہؓ کے پاس جاتے اور وہ اُن کو بہت عطیات وغیرہ دیتے اور بہت عزت و تکریم سے پیش آتے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

ایک مرتبہ آپ نے سیدنا حسنؓ کو چار لاکھ درہم دیئے اور ایک دفعہ دونوں بھائیوں کو دو دو لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

ایک مرتبہ سیدنا عقیلؓ بن ابی طالب کو جو سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی تھے ۴۰ ہزار درہم کی ضرورت پڑی۔ آپ سیدنا معاویہؓ کے پاس گئے اور اپنی ضرورت ظاہر کی۔ آپ نے فوراً ۵۰ ہزار درہم اُن کو دے دیئے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳)

اگرچہ سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کی بیعت کرنے کے بعد حضرت حسینؓ نے بھی اُن کی بیعت کر لی تھی (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴) لیکن دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں بہت اختلاف تھا۔ سیدنا حسنؓ بڑے سنجیدہ، مستقل مزاج اور صاحب فکر و نظر انسان تھے سے آپ کو ہمیشہ تنفر تھا، مگر اس کے مقابلہ میں سیدنا حسینؓ قدرے جذباتی تھے، اسی وجہ سے کوفہ کے سبائی فتنہ پرداز آپ کے ہاں اکثر آیا جایا کرتے اور ان کو سیدنا معاویہؓ کے خلاف مشتعل کرتے رہتے تھے، سیدنا معاویہؓ کو ان سب باتوں کا علم تھا لیکن آپ نے سیدنا حسینؓ سے کبھی بھی تعرض نہ کیا۔

ایک مرتبہ یمن سے ایک قافلہ بہت سا مال و اسباب سیدنا معاویہؓ کے پاس لے جا رہا تھا کہ سیدنا حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے اُس کو چھین لیا اور اپنے اہل بیت پر تقسیم کر دیا اور سیدنا معاویہؓ کو خط لکھ دیا (ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۸۱) سیدنا معاویہؓ نے سیدنا حسینؓ کو لکھا

"میرے بھتیجے! میرے خیال میں تمہارے دماغ میں جوش بھرا ہوا ہے اور تم جذبات کی رو میں بہ جاتے ہو۔ میرے زمانے میں تو تمہارا ایسا معاملہ درگذر کیا جا سکتا ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد تمہارا معاملہ کسی ایسے شخص سے نہ پڑ جائے جو تمہارا ایسے معاملات میں بالکل لحاظ نہ کرے۔

(ناسخ التواریخ کتاب ۲ صفحہ ۸۲)

سیدنا معاویہؓ امہات المومنین سلام اللہ علیہن کی خدمت بھی اپنے لیے باعثِ فخر و سعادت سمجھتے تھے چنانچہ اکثر دفعہ ایسا ہوا کہ انہوں نے کئی کئی لاکھ کی رقم سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا اور دوسری امہات المومنین کو بطور عطیہ پیش کی (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۷۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں ایک مرتبہ آپ نے ایک لاکھ درہم ارسال کئے۔ جن کو آپ نے اسی روز تقسیم کر دیا۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ پر ۱۸ ہزار دینار قرض ہو گیا۔ اس سارے کے سارے قرض کو سیدنا معاویہؓ نے ادا کیا۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں آپ نے ایک لاکھ درہم مالیتی گلوبند ارسال کیا جس کو ام المومنینؓ نے بصد خوشی قبول فرمایا۔

ایک مرتبہ سیدنا حسن بن علیؓ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ نے سیدنا معاویہؓ کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجا اور آپ سے کچھ مال طلب کیا۔ آپ نے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ درہم ارسال کر دیئے۔

ایک اور مرتبہ آپؓ نے سیدنا حسنؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور ایک لاکھ عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو، ایک لاکھ عبداللہ بن عمرؓ کو، اور ایک لاکھ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھیجے۔

سیدنا حسنؓ کی وفات پر سیدنا معاویہؓ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تعزیت کیلئے گئے اور سیدنا ابن عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

لا یسوئک اللہ ولا یحزنک فی الحسن

اللہ تعالیٰ حسنؓ کے بارہ میں آپ کو کوئی تکلیف اور غم نہ دے۔

اس پر سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا:۔

لا یحزننی اللہ ولا یسوئنی ما ابقی اللہ امیر المؤمنین

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، مجھے نہ تو کوئی غم ہے نہ تکلیف

سیدنا معاویہ امیر المومنینؓ نے آپ کو دس لاکھ درہم اور بہت سا بیش قیمت سامان دیا اور کہا کہ آپ اس کو اپنے اہل و عیال پر خرچ فرمائیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۶-۱۳۸)

یہ تو اہل بیت نبوت تھے۔ آپ کا دامن عفو و بخشش تو اپنی رعایا کے ہر فرد پر سایہ فگن تھا چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"میں اپنے نفس کو اس بات سے بچاتا ہوں کہ کوئی جرم ایسا ہو جو میرے عفو سے بڑھ کر ہو یا کوئی سبک سری ایسی ہو جو میری بردباری پر چھا جائے، یا کوئی خطاء ایسی ہو جسے میں چھپا نہ سکوں، یا کوئی برائی ایسی ہو جس کے مقابلہ میں میں احسان نہ کر سکوں۔" (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۸۷، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۵، ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

حضرت ابو مسلم خولانیؒ ایک بہت بڑے تابعی تھے۔ سیدنا معاویہؓ ان کا بہت احترام فرماتے تھے اور یہ سیدنا معاویہؓ کو نرم و گرم نصیحتیں کرتے رہتے تھے، لیکن سیدنا معاویہؓ ان کی بات کا ہرگز برا نہ مناتے تھے بلکہ بڑی قدر سے ان کی نصیحتوں کو سنتے اور ان پر عمل بھی کرتے۔ سیدنا معاویہؓ کے زمانے میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ سرکاری ملازمین کو دو تین ماہ کی تنخواہیں نہ ملیں۔ اسی دوران سیدنا معاویہؓ ایک روز خطبہ کے لیے منبر پر تشریف لائے جب خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو خطبہ کے دوران ابو مسلم خولانیؒ بیچ میں بول پڑے اور کہا:۔

"اے معاویہؓ! یہ مال نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا اور نہ تمہاری ماں کا۔"

سیدنا معاویہؓ نے لوگوں کو ٹھیرنے کا اشارہ کیا اور اندر تشریف لیجا کر غسل فرمایا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لا کر کہا:۔

"لوگو! ابو مسلمؒ نے کہا ہے کہ یہ مال نہ میرا ہے، نہ میرے باپ کا اور نہ میری ماں کا۔" ابو مسلمؒ نے درست کہا اور میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ غصہ شیطانی اثر سے ہوتا ہے اور شیطان کو حق تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور پانی آگ کو بجھاتا ہے، اس لیے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیئے کہ غسل کر لے۔ اب تم سب لوگ اپنی اپنی تنخواہیں وصول کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

آپ کے اسی حلم، بردباری، اہل بیت نبوت اور رعایا سے حسن سلوک کی وجہ سے سیدنا علیؓ کے دست راست اور خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

"وہ اپنے پوشیدہ اسرار کی وجہ سے بلند ہوا اور اپنے اظہار سے اُس نے غلبہ حاصل کیا۔ اظہار کے ذریعہ اسرار تک پہنچا اور اُسے پالیا۔ اُس کی بُردباری اور حلم اُس کے غضب پر غالب ہے اور اُس کی سخاوت اور داد و دہش اُس کے بخل پر حاوی ہے۔ قطع رحمی سے پرہیز کرتا ہے اور صلہ رحمی کا خوگر ہے آپس میں ملاتا ہے، جُدا نہیں کرتا، اس لیے اُس کے سب معاملات درست رہے اور وہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔" (العقد الفرید جلد ۴ صفحہ ۲۳۵)

سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں آپ کا ایک اور قول شیعی مؤرخ ابن طقطقی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:۔

ما رأیت احداً الیق من اعطاف معاویۃ بالریاسۃ والملک

میں نے معاویہؓ سے زیادہ ریاست اور مملکت کے امور میں کسی کو زیادہ لائق نہیں دیکھا۔ (الفخری صفحہ ۷۶)

تاریخ کی ان ثقہ شہادتوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ پر یہ الزام بھی جہالت اور تعصب پر مبنی ہے اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اور صرف انکی شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے اس اعتراض کو تراشا گیا ہے۔ خاندان رسالت سے اُن کا برتاؤ ویسا ہی تھا جیسا دُوسرے صحابہ کرامؓ کا تھا۔ وہ اُن کو نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہ اُن کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے۔ آپس میں کوئی بغض حسد و عناد یا بغض و تعصب نہ تھا بلکہ وہ ایک دُوسرے کو ایک ہی خاندان کے چشم و چراغ سمجھتے تھے اور ان میں نسبی اور ایمانی رشتہ کی کڑیاں نہایت مضبوط و مستحکم تھیں۔

۵

سیدنا حسنؓ کو زہر دلوانا

سیدنا معاویہؓ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے سیدنا حسنؓ کو زہر دلوا کر شہید کروا دیا تھا۔ یہ اعتراض جس قدر سنگین ہے اسی قدر کمزور اور ناقابلِ اعتبار بھی ہے کیونکہ تواریخ میں جو روایات اس بارہ میں نقل کی گئی ہیں وہ روایتاً اور درایتاً غلط ہیں۔ سیدنا حسنؓ کو زہر دینے سے سیدنا معاویہؓ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور سیدنا حسنؓ کے مابین خلافت کے بارہ میں جو مصالحت ہوئی تھی اس میں ایک شرط یہ تھی کہ سیدنا معاویہؓ کی وفات کے بعد سیدنا حسنؓ خلیفہ ہوں گے۔ سیدنا معاویہؓ چونکہ اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اس لیے اس شرط سے انحراف کرنے کے لیے انہوں نے اپنی زندگی میں ساز باز کر کے سیدنا حسنؓ کو زہر دلوا کر شہید کروا دیا، لیکن تاریخ کی کتابوں میں سیدنا معاویہؓ اور سیدنا حسنؓ کے مابین مصالحت میں اس شرط کا کوئی تذکرہ نہیں اس وجہ سے سیدنا معاویہؓ کو سیدنا حسنؓ سے کیا پرخاش ہو سکتی تھی جس کی بنا پر وہ سیدنا حسنؓ کو زہر دلواتے۔ سیدنا معاویہؓ جیسا صاحب بصیرت اور صاحب زہد و تقویٰ شخص ایسا شرمناک فعل کبھی بھی نہیں کر سکتا۔

وہ مؤرخین جن کی روایات پر اعتماد کر کے سیدنا معاویہؓ پر اتنا گھناؤنا اور سنگین الزام لگایا جاتا ہے، وہ تو سیدنا حسنؓ کی تاریخ وفات کے بارہ میں بھی متفق نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ اُن کی وجہ وفات پر اُن کے قول کو معتبر مانا جائے۔

ابن جریر طبری شعبان ۴۱ھ لکھتے ہیں لیکن ابن اثیر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۱ھ اور علامہ سیوطی ۴۹ھ یا ربیع الاول ۵۰ھ لکھتے ہیں[1]۔

---

[1] ابن حجر عسقلانی نے ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۱ھ، ۵۶ھ، ۵۸ھ اور ۵۹ھ نقل کی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تواریخ کی کتابوں میں اس بارہ میں کوئی معتبر روایت نقل نہیں کی گئی۔ قدیم مؤرخین نے تو زہر خورانی کی روایت کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں کیا اور جن مؤرخین نے اس روایت کا تذکرہ کیا ہے، انہوں نے بھی بغیر کسی راوی کا نام لیے صرف "ذُکِرَ"، "قِیلَ" اور "یُقَالُ" وغیرہ تمریض کے صیغوں سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جو کہ ضعف روایت پر دلالت کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶، مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۵۰، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۴۲، اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۵، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۳، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۰۱، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۴۲، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸، ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۸۲، ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۸۳) اور اتنے اہم واقعہ کے لیے یہ تمریض کے صیغے کیا حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ طبقات ابن سعد، الاستیعاب، اسد الغابہ اور الاصابہ وغیرہ میں جس قدر بھی روایات اس واقعہ کے بارہ میں نقل کی گئی ہیں وہ ساری کی ساری بے سند ہیں اور کسی میں بھی یقین کے ساتھ سیّدنا معاویہؓ کا نام نہیں لیا گیا۔ بلکہ ان روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ سیدنا حسنؓ سے جب اس زہر دینے والے کا نام پوچھا گیا تو انہوں نے نام بتانے سے انکار کر دیا جیسا کہ ابن حجر عسقلانیؒ نے الاصابہ میں ابن سعد کی روایت کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ۔

فاتاہ الحسین بن علی فسألہ من سقاہ فابی ان یخبرہ رحمہ اللہ تعالیٰ

بعد ازیں سیّدنا حسین بن علیؓ اُن (سیّدنا حسنؓ) کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ کو یہ زہر کس نے دیا؟ آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ (الاصابہ

جب زہر پینے والے نے نہیں بتایا کہ اُسے کس نے زہر دیا ہے تو بعد والے راویوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ زہر دینے والے سیّدنا معاویہؓ تھے۔

یعقوبی نے شیعہ ہونے کے باوجود زہر دینے والے کا نام نہیں بتایا۔

(ملاحظہ ہو یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

مسعودی جنکو شیعہ حضرات اپنے شیوخ واکابر میں سے شمار کرتے ہیں (ملاحظہ ہو العواصم من القواصم صفحہ ۲۴۹ تعلیقہ) نے بھی اس واقعہ کا ذکر کر کے آخر میں لکھا ہے کہ۔

و ذکر ان امراتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی سقتہ السم و قد کان معاویۃ دس الیہا

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس الکندی نے معاویہ کے اشارے سے آپ کو زہر دیا تھا۔ (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۵۰)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے زہر دینے کا الزام یزید بن معاویہؓ کے سر تھوپا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

توفی الحسن بالمدینۃ مسموما سمتہ زوجتہ جعدہ بنت الاشعث بن قیس دس الیہا یزید بن معاویہ ان تسمہ

سیّدنا حسنؓ کی وفات مدینہ طیبہ میں زہر دینے کی وجہ سے ہوئی۔ اُن کو ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس نے یزید بن معاویہؓ کے اشارے سے زہر دیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۱)

ابو الفداء نے یزید اور معاویہؓ دونوں کا نام لے کر معاملہ کو اور زیادہ اشتباہ میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

و توفی الحسن من سم سقتہ زوجتہ جعدہ بنت الاشعث قیل فعلت ذالک بامر معاویۃ و قیل بامر یزید

اور سیّدنا حسنؓ کی وفات زہر سے ہوئی جو ان کی اہلیہ جعدہ بنت الاشعث نے انہیں دیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ اُس نے یہ معاویہؓ کے اشارے سے دیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزید کے حکم سے دیا تھا۔

علامہ ابن جوزیؒ نے سیّدنا حسنؓ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے کسی زہر وغیرہ کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ "مرض" (بیماری) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرض الحسن بن علی اربعین یوماً

سیدنا حسن بن علیؓ چالیس روز تک بیماری میں مبتلا رہے۔

(صفۃ الصفوۃ جلد ۱ صفحہ ۳۲۰، تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

الدمیری نے بیماری کی مدت دو ماہ لکھی ہے۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۶۶)

تذکرۃ الصدر عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہر خورانی کی نسبت سیدنا معاویہؓ کی طرف صحیح نہیں کیونکہ اگر صحیح ہوتی تو اس بارہ میں کسی شخص کا نام لیا جاتا کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے یا فلاں نے سیدنا حسنؓ سے سنا کہ مجھے فلاں آدمی نے زہر دیا ہے "قیل" یا "ذکر" جیسے کمزور الفاظ سے اُس کو بیان کرنا اس واقعہ کے غلط ہونے کی بیّن دلیل ہے بلکہ ابن خلدون جیسے ثقہ اور نقاد مؤرخ نے تو صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ یہ زہر خورانی کا واقعہ "شیعہ حضرات" کا گھڑا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

ما ینقل ان معاویۃ دس الیہ السم مع زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث فھو من احادیث الشیعۃ وحاشا لمعاویۃ من ذالک

یہ جو نقل کیا جاتا ہے کہ معاویہؓ نے اُن کی اہلیہ جعدہ بنت الاشعث سے مل کر اُن کو زہر دلایا تھا، یہ سب شیعوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں اور معاویہؓ کی ذات اس سے مبرا ہے۔ (ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۸۲)

علامہ ذہبی اپنی تاریخ میں زہر خورانی کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

قلت ھذا شیء لا یصح فمن الذی اطلع علیہ

میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے اور کون شخص اس پر مطلع ہوا (کیونکہ سیدنا حسنؓ نے تو نام بتایا ہی نہیں) (تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

موجودہ صدی کے نامور مؤرخ احمد شلبی زہر خورانی کی روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

ولکن ذالک الاتھام لم یثبت

لیکن یہ (سیدنا معاویہؓ پر) ایک اتہام ہے جو ثابت نہیں ہے۔

(التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اس واقعہ کو غلط قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"بعض حضرات کا یہ کہنا کہ حسنؓ کو معاویہؓ نے زہر دیا تھا، کسی شرعی دلیل اور معتبر اقرار سے ثابت نہیں اور نہ ہی کوئی قوی اور صحیح روایت اس کی شہادت دیتی ہے اور یہ واقعہ ان واقعات میں سے ہے جس کی گہرائی میں پہنچا جا سکتا ہے۔"

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

قریباً یہی کچھ علامہ ذہبیؒ نے "المنتقیٰ من الاعتدال فی نقض کلام الرفض والاعتزال" کے صفحہ ۲۶۶ پر بیان فرمایا ہے۔

ان دلائل قاطعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؓ کو زہر نہیں دیا گیا تھا اور اگر بالفرض دیا گیا تھا تو اس میں سیدنا معاویہؓ کا بالکل کوئی ہاتھ نہیں تھا بلکہ یہ روایت شیعوں نے سیدنا معاویہؓ کو بدنام کرنے کے لیے گھڑی ہوئی ہے چنانچہ شیعہ مؤرخین نے اسے بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے اور اس پر خوب حاشیے چڑھاتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۳، ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۷، تاریخ طاہر مقدسی جلد ۶ صفحہ ۵، الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵، روضۃ الصفاء جلد ۳ صفحہ ۷، اعیان الشیعۃ جلد ۴ صفحہ ۷۰، سیرت علویہ شاہ محمد علی حیدر جلد ۱ صفحہ ۳۶۶ وغیرہم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥

استلحاق زیاد

سیدنا معاویہؓ پر ایک اعتراض بعض صحابہ دشمن لوگ یہ بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے سیاسی اغراض کے تحت شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی اور امیر زیاد کا جو طائف کی ایک سمیہ نامی لونڈی کے بطن سے تھے، نسبی طور پر اپنے ساتھ الحاق کر لیا۔ انکا یہ فعل قانونی حیثیت سے ایک صریح ناجائز فعل تھا، کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔

زیاد بن ابی سفیان حارث بن کلدہ طبیب کی لونڈی سمیہ کے بیٹے تھے۔ جب سمیہ ابھی حارث بن کلدہ ہی کے پاس تھی تو حضرت ابوبکرہؓ اُس سے پیدا ہوتے۔ پھر اُس نے اُس لونڈی کی شادی اپنے ایک غلام سے کر دی اور اس کے ہاں امیر زیاد پیدا ہوئے۔

امیر زیاد کی پیدائش کا قصہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا ابوسفیانؓ اپنے کسی کام سے طائف گئے ہوتے تھے۔ وہاں انہوں نے جاہلیت کے مروجہ نکاح کی طرح سمیہ سے نکاح کیا اور اُس سے مباشرت کی۔ اس مباشرت سے امیر زیاد پیدا ہوتے اور سمیہ نے زیاد کو ابوسفیانؓ سے منسوب کیا، خود ابوسفیانؓ نے اس بات کا اقرار کیا مگر پوشیدہ اور خفیہ طور پر

(ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۴)

ابن خلدون کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زیاد ابوسفیانؓ کی زنا کی اولاد نہیں تھے بلکہ نکاح کی اولاد تھے، لیکن وہ نکاح جاہلیت کا تھا۔ اسلام نے جاہلیت کے نکاحوں کی اولاد کو صحیح تسلیم کیا ہے، لیکن آپؐ کی شریعت نے اب اُن تمام نکاحوں کو منسوخ کر دیا ہے۔

چنانچہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ:۔

جاہلیت میں چار قسم کے نکاح ہوا کرتے تھے۔

۱۔ ایک نکاح موجودہ طریقے کا جیسا آج کل ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا نکاح یہ کہ مرد اپنی عورت کو خود کسی دوسرے کے پاس بھیج دیتا تھا۔ اور خود اس کو ہاتھ تک نہ لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس دوسرے شخص کا حمل اس عورت میں ظاہر ہو جاتا۔ جب حمل عیاں ہو جاتا تو پھر وہ خاوند اپنی بیوی سے مقاربت کرتا۔ اور یہ اس لیے کرتا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ بیٹا کس کا ہے۔ جاہلیت میں اس نکاح کو "نکاح الاستبضاع" کہا کرتے تھے۔

۳۔ تیسری قسم کا نکاح وہ ہوتا ہے کہ دس سے کم آدمی ایک عورت سے صحبت کرتے اور جب بچہ پیدا ہوتا تو وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی اور جب وہ آجاتے تو وہ کسی ایک شخص سے کہہ دیتی کہ یہ تیرا بیٹا ہے تو وہ اُس شخص کا بیٹا ہو جاتا اور اُس شخص کو اس سے مجال انکار نہ ہوتی۔

۴۔ چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ ایک عورت سے مباشرت کرتے۔ جب اُس کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو سب اُس کے پاس جمع ہو جاتے اور قیافہ شناسوں کو بلا لیا جاتا وہ غور و فکر کر کے اس بچے کو کسی سے ملحق کر دیتے اور وہ بچہ اُس شخص کا بیٹا کہلاتا تھا اور وہ شخص اس کا انکار نہ کر سکتا تھا۔"

نکاح کی یہ چاروں قسمیں بیان کرنے کے بعد سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں

هدم نكاح الجاهلية كله الا نكاح الناس اليوم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد جاہلیت کے سب نکاح باطل ہو گئے سوائے موجودہ نکاح کے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۶۹)

ابن اثیر نے بھی استلحاق زیاد کے واقعہ کے تحت جاہلیت کے نکاحوں کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:۔

ان انكحة الجاهلية كانت انواعاً لا حاجة الى ذكر جميعها وكان منها ان الجماعة يجامعون البغي فاذا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملت و ولدت الحقت الولد بمن شاءت منهم فيلحقه فلما جاء الاسلام حرم هذا النكاح الا انه اقر كل ولد كان ينسب الى اب من اى نكاح كان من انكحتهم على نسبه ولم يفرق بين شئ منها۔

جاہلیت میں نکاح کی بہت سی قسمیں تھیں، ان سب کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اُن اقسام میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کسی کسبی عورت سے بہت سے لوگ مقاربت کرے۔ پھر جب وہ بچہ جنتی تو اُس بچے کو جس طرف چاہتی منسوب کر دیتی، پس وہ اُس کا بچہ قرار پاتا۔ جب اسلام آیا تو نکاح کی یہ قسم حرام ہو گئی لیکن جاہلیت کے نکاح کے جس طریقے سے بھی کوئی اپنے باپ کی طرف منسوب ہوا، اسلام کے بعد بھی اُس کو اسی نسب پر برقرار رکھا گیا اور نکاح کے ثبوت کے معاملہ میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی۔

(ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ امیر زیاد ابوسفیانؓ کے نکاح کی اولاد تھے اور ان کے نسبی الحاق کا اعلان جو ۴۴ھ میں ہوا تھا وہ سیدنا معاویہؓ کی تحریک اور سیاسی اغراض کے تحت نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی تحریک خود امیر زیاد نے کی تھی چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ

"زیاد جب کوفہ آئے تو انہوں نے کہا کہ کیا تم میرا نسب معاویہؓ سے لاحق کر سکتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر جھوٹی شہادت سے ہے تو نہیں۔ اس پر وہ بصرہ آئے وہاں ایک شخص نے اس بات کی شہادت دی۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے سامنے ۴۴ھ میں دس ثقہ اور جید لوگوں نے گواہی دی کہ زیاد ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے۔ ان گواہوں میں سیدنا مالک بن ربیعہ سلولیؓ اور سیدہ جویریہ بنت ابوسفیانؓ بھی تھیں۔ باقی گواہوں کے نام یہ ہیں:

زیاد بن اسماء الحرمازی، منذر بن زبیر، مسور بن قدامہ الباہلی، ابن ابی نصر الثقفی، زید بن نفیل الازدی، شعبۃ بن العلقم المازنی، بنو عمرو بن شیبان کا ایک شخص، یزید بنو المصطلق کا ایک شخص

ان گواہوں میں منذر بن زبیر نے یہ گواہی دی تھی کہ میں نے سیدنا علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیانؓ نے یہ بات کہی تھی کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی طرح کی گواہی دوسرے گواہوں نے بھی دی۔ (ملاحظہ ہو اصابہ جلد ۱ صفحہ ۵۶۳، اخبار الطوال صفحہ ۲۱۹)

ابن حجر عسقلانیؒ کے الفاظ ہیں کہ:

"شهدوا كلهم على ابى سفيان ان زيادا ابنه الا المنذر فيشهد انه سمع عليا يقول اشهد ان ابا سفيان قال ذالك

ان سب گواہوں نے اس بات کی شہادت دی کہ زیاد ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے سوائے منذر بن زبیر کے انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا علیؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیانؓ نے یہ کہا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔

(اصابہ جلد ۱ صفحہ ۵۶۳)

اس پر سیدنا معاویہؓ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور زیاد کو اپنے ساتھ نسب میں ملحق کر لیا۔ اس کے بعد امیر زیاد بولے:

ان كان ما شهد الشهود به حقا فالحمد لله وان يكن باطلا فقد جعلتهم بينى وبين الله۔

اگر ان گواہوں نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح ہے تو الحمد للہ اور اگر یہ باطل ہے تو میں نے ان لوگوں کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ذمہ دار بنا دیا ہے

یہ تھا وہ سارا واقعہ جس میں سیدنا معاویہؓ نے امیر زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا اور اپنے نسب میں ان گواہوں کی شہادت پر جس میں جلیل القدر صحابی مالک بن ربیعہ السلولیؓ بھی تھے، الحاق کیا۔ اصل واقعہ یہ تھا لیکن دشمنان صحابہؓ نے اس پر مختلف حاشیہ آرائیاں کی ہیں۔ اور زیب داستاں کے لیے اس پر ایسے ایسے ضمیمے لگائے ہیں کہ دیانت و شرافت سر بگریباں ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لیے ہے تاکہ سیدنا معاویہؓ کی ذات میں کیڑے نکالے جائیں اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ زیاد کو اپنا بھائی بنانے میں سیدنا معاویہؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کیا فائدہ ہوا؟ زیاد سیدنا معاویہؓ سے بڑی شخصیت کے حامل نہیں تھے اور نہ ہی اُس میں اُن جیسی زیرکی، اور دانشمندی تھی۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ سیدنا علیؓ کے زمانہ میں وہ فارس کے گورنر تھے۔ بیت المال کی رقم خرد برد کرنے کا ان پر الزام تھا۔ جب سیدنا معاویہؓ خلیفہ بنے تو آپ نے ۴۱ھ میں انھیں لکھا کہ آ کر اپنی صفائی پیش کرو اور بیت المال کی جو رقم تم نے لے رکھی تھی وہ فوراً ادا کرو۔ اس پر زیاد نے لکھا:۔

"میرے پاس اب کوئی رقم نہیں ہے، تھوڑی سی رقم میں نے اس غرض سے پس انداز کر رکھی ہے کہ مصیبت کے وقت لوگوں کے کام آئے۔ باقی تمام مال میں نے سابق امیر المؤمنین (سیدنا علیؓ) کے پاس بھیج دیا تھا۔"

سیدنا معاویہؓ نے اُن کو پھر لکھا:۔

"اچھا اگر یہ بات ہے تو تم ہمارے پاس آؤ ہم تمہارے معاملے پر غور و خوض کرتے ہیں۔ اگر تمہارا حساب کتاب درست ہوا تو ٹھیک اور اگر درست نہ ہوا تب بھی ہم تجھے نہیں روکیں گے بلکہ واپس جانے کی اجازت دے دینگے"

اس قدر یقین دہانی کے بعد بھی زیاد سیدنا معاویہؓ کے پاس نہ آتے۔ سیدنا معاویہؓ نے بصرہ کے گورنر بُسر بن ارطاۃؓ کو اس تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ بسرؓ نے زیاد کے تینوں بچوں عبدالرحمٰن، عبیداللہ اور عباد کو گرفتار کر لیا اور زیاد کو لکھا:۔

لتقدمن امیر المؤمنین او لأقتلن بنیک

یا تو تم امیر المؤمنین (سیدنا معاویہؓ) کے پاس حاضر ہو جاؤ ورنہ میں تمہارے بچوں کو قتل کر دوں گا۔"

لیکن زیاد اس پر بھی امیر المؤمنین معاویہؓ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ زیاد کے بچوں کی گرفتاری کا سُن کر زیاد کے بھائی حضرت ابوبکرہؓ سیدنا معاویہؓ کے پاس آئے کیونکہ انہوں نے سُن لیا تھا کہ

فھم بقتلھم

بسرؓ نے اُن کو قتل کرنے کا عزم کر لیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرہؓ نے امیر المؤمنینؓ سے زیاد کے بچوں کی رہائی کی سفارش کی۔ امیر المؤمنین نے اُن کی سفارش پر بُسر بن ارطاۃؓ کو لکھا کہ:۔

"ان بچوں کے قتل سے رُک جاؤ اور انہیں چھوڑ دو۔"

جس پر بسرؓ نے اُن کو چھوڑ دیا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۲۸-۱۲۹، الکامل جلد ۳ صفحہ ۴۱۴-۴۱۵، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۲-۲۴)

طبری ہی کی روایت میں ہے کہ سیدنا حسنؓ سے سیدنا معاویہؓ کی صُلح کے بعد امیر المؤمنین معاویہؓ نے بُسر بن ارطاۃؓ کو رجب ۴۱ھ میں بصرہ روانہ فرمایا تو

زیاد متحصن بفارس

زیاد فارس میں قلعہ بند تھا۔ (ایضاً)

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ۴۱ھ میں زمام خلافت سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ میں آئی تو زیاد اُس وقت ایک نہایت کس مپرسی کی حالت میں تھا بلکہ اُس پر غبن کا الزام تھا۔ پھر گورنر بصرہ بُسر بن ارطاۃؓ نے اُس کے بچوں کو گرفتار کر لیا ہوا تھا۔ اگر سیدنا معاویہؓ کسی سیاسی غرض سے اُس کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے تھے تو اُس سے زیادہ اور اچھا موقع انہیں کب مل سکتا تھا۔ وہ زیاد سے اُس وقت اپنی ہر سیاسی غرض پُوری کر سکتے تھے، کیونکہ وُہ خود بھی اس وقت ملزم تھا اور اُس کے بچے بھی گرفتار تھے اور گورنر بصرہ انہیں قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ نے ایسے نازک موقع پر جب کہ زیاد کو اچھے طریقے سے بلیک میل (BLACK MAIL) کیا جا سکتا تھا، کوئی سیاسی فائدہ اُس سے حاصل نہیں کیا تو اس کے بعد انہیں کیا مصیبت پڑی تھی کہ وہ اپنی سیاسی اغراض حاصل کرنے کے لیے اُس کا غلط نسبی الحاق اپنے ساتھ کرتے۔ بلکہ جہاں تک میری رائے ہے یہ سیدنا معاویہؓ کا دینی خلوص اور شریعت اسلامیہ سے محبت والفت کا نتیجہ تھا کہ جب ایک ایسے آدمی کے متعلق جس کے حسب و نسب سے صرف چند لوگ واقف تھے اور جس کے نسب کے متعلق عام لوگوں کی رائے اچھی نہیں تھی، اُس کا اپنے نسب میں الحاق کر کے دنیا میں اُس کو عزت والا بنا دیا۔ خدارا خود ہی غور سے سوچئے کہ اس سے سیدنا معاویہؓ نے کون سی سیاسی اغراض حاصل کیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی سیاسی غرض حاصل کرنا مقصود ہوتا تو کم از کم اُس وقت اس کو اپنا بھائی بنانے جب ۴۱ھ میں اُن کی حکومت مستحکم ہو رہی تھی، حکومت کے مستحکم ہونے کے چار سال بعد یعنی ۴۴ھ میں اُن کا زیاد کو اپنا بھائی بنانے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ کہ جب دس ثقہ اور جید گواہوں نے جن میں ایک اُن کی اپنی بہن سیدہ جویریہؓ بھی تھیں، اس بات کی گواہی دی کہ زیاد ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے تو انہوں نے باوجود عزت والے خاندان کا چشم و چراغ ہونے کے شریعت کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور نہ صرف زیاد کو اپنا بھائی بنایا بلکہ اپنی صاحبزادی کا نکاح بھی زیاد کے بیٹے محمد سے کر دیا۔ ورنہ کہاں سیدنا معاویہؓ اور کہاں زیاد۔ ایک ذرۂ بے مقدار کو آفتاب عالم تاب سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ زیاد کی تو اُس دن سے عزت شروع ہوئی، جب آپ نے اس کا نسبی الحاق اپنے آپ سے کیا۔ اور عوام کو پتہ چلا کہ اس کا باپ ابوسفیانؓ جیسا عالی نسب انسان ہے، لیکن سیدنا معاویہؓ تو روزِ اوّل ہی سے نہایت عزت و وقار والی شخصیت کے حامل تھے بلکہ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کی جلد اوّل میں دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے بیان کیا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ ہی سے چاندی کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ جب استلحاق زیاد کے بارہ میں بعض لوگوں نے سیدنا معاویہؓ پر نکتہ چینی کی تو آپ نے اُس کا جو جواب دیا میرے خیال میں جو لوگ آج اس مسئلہ پر اُن کی مخالفت کر رہے ہیں، اُس جواب سے اُن کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ آپ نے اُن نکتہ چینیوں کو فرمایا:۔

اما واللہ لقد علمت العرب انی کنت اعزھا فی الجاھلیۃ وان الاسلام لم یزدنی الا عزاً وانی لم اتکثر بزیاد من قلۃ ولم اتعزز بہ من ذلۃ ولکن عرفت حقاً لہ فوضعتہ موضعہ

"خدا کی قسم، سارا عرب جانتا ہے کہ میں جاہلیت میں بھی سب عربوں سے زیادہ عزت والا تھا اور اسلام نے بھی میری عزت میں اضافہ ہی کیا۔ لہٰذا زیاد کا اپنے ساتھ نسبی الحاق کرنے میں میری قلت [illegible] نہیں ہوئی [illegible] میں

کبھی ذلیل تھا کہ زیاد کی وجہ سے میری وہ ذلت عزت میں بدل گئی ہے۔ بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جب اُس کا حق واضح ہو گیا تو میں نے زیاد کو اُس کے واقعی مقام پر کھڑا کر دیا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۶۳، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)

گویا سیدنا معاویہؓ حلفیہ طور پر یہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب دس ثقہ اور جید گواہوں نے اس بات کی گواہی دے دی کہ زیاد ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے اور منذر بن زبیرؓ نے تو یہاں تک کہا کہ میں نے سیدنا علیؓ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں گواہ ہوں کہ ابوسفیانؓ نے یہ کہا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے تو وہ شرعی طور پر مجبور ہو گئے کہ زیاد کو اپنا بھائی سمجھیں چنانچہ طبری ہی نے لکھا ہے کہ ابن عامر جس نے اس استلحاق کی سخت مخالفت کی تھی سیدنا معاویہؓ کے دلائل سے اتنا متاثر ہوا کہ سیدنا معاویہؓ سے اپنی اُس مخالفت کی معذرت چاہی اور آپ نے اُسے معاف کر دیا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۶۳) ایسے ہی دو اور شخص عبدالرحمٰن بن الحکم اور ابن مضرغ جنہوں نے اس مسئلہ میں سیدنا معاویہؓ کی سخت مخالفت کی تھی یہاں تک کہ آپ کے حق میں ہجویہ اشعار بھی لکھے۔ جب اُن کو دلائل کے ساتھ اصل واقعہ کا علم ہو گیا تو انہوں نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کیا اور اپنے ان ہجویہ اشعار کو اشک ندامت سے دھویا۔

ان لوگوں کے علاوہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا جو شروع میں سیدنا معاویہؓ کے اِس فعل کو اچھا نہیں سمجھتی تھیں اور زیاد کو ابن ابی سفیانؓ نہ ماننے پر تیار تھیں اور نہ لکھنے پر لیکن جب اُن کے سامنے بھی حقیقت حال واضح ہو گئی تو ابن عساکر نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے خود اپنے ہاتھوں سے زیاد کے نام ایک خط میں یوں لکھا۔

من عائشۃ ام المؤمنین الی زیاد بن ابی سفیان

عائشہؓ مومنوں کی ماں کی طرف سے ابوسفیانؓ کے بیٹے زیاد کے نام یہ خط

زیاد کے پاس جب یہ خط پہنچا تو ابن عساکر لکھتے ہیں کہ انہوں نے خوشی و مسرت سے یہ خط مجمع عام میں پڑھ کر سنایا۔ (تہذیب ابن عساکر جلد ۵ صفحہ ۴۱۱)

یہی وجہ تھی کہ عباسی دور میں بھی زیاد کو زیاد بن ابی سفیانؓ ہی لکھا جاتا رہا چنانچہ بلاذری نے اپنی کتاب میں ابوسفیانؓ کی اولاد کا جہاں تذکرہ کیا ہے وہاں زیاد کا نام زیاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ابی سفیانؓ ہی لکھا ہے۔ بلاذری تو صرف ایک مؤرخ ہے، ہو سکتا ہے کہ کوئی اُس کی بات کو حجت تسلیم نہ کرے لیکن امام اہلِ مدینہ امام مالک بن انسؒ نے اپنی کتاب "موطا امام مالکؒ" میں بھی زیاد کو "زیاد بن ابی سفیانؓ" لکھا ہے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ کے اِس فعل کو خود اُن کی حقیقی بہن سیدہ ام حبیبہ اُم المؤمنین سلام اللہ علیہا نے خلافِ شریعت جانا لہٰذا انہوں نے زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اُس سے پردہ فرمایا۔

اول تو تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے اِس وجہ سے کہ سیدہ اُم حبیبہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد سیدنا معاویہؓ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے:۔

وفی ھذہ السنۃ بعد موت ام حبیبۃ ادعی معاویۃ زیادًا

اور اسی سال (۴۴ھ) سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد سیدنا معاویہؓ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ (الاستیعاب)

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا استلحاق زیاد کے وقت بقید حیات تھیں اور انھوں نے واقعی زیاد کو اپنا بھائی تسلیم نہیں کیا تھا تو پھر بھی سیدنا معاویہؓ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ سیدہ ام حبیبہؓ کو یہ واقعہ تحریف کر کے سنایا گیا ہو اور انہوں نے اس کی مزید تحقیق کرنے کی کوشش کی ہو اور اس دوران اُن کی وفات ہو گئی۔ کیونکہ یہ تو مسلمہ بات ہے کہ سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا کی وفات ۴۴ھ میں ہوئی ہے۔ (ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۸، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۰۰، اصابہ ترجمہ ام المؤمنین ام حبیبہ وغیرھم) اور اِس پر بھی سب تواریخ متفق ہیں کہ استلحاق زیاد کا واقعہ ۴۴ھ میں ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا قوی یقین ہے کہ وہ اس کی تحقیق کے درپے ہوں گی اسی دوران میں اُن کی وفات ہو گئی ہو گی۔

تیسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ اُن دس گواہوں میں جن کی گواہی پر سیدنا معاویہؓ نے زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کیا، ایک سیدہ ام حبیبہؓ کی بہن جویریہ بنت ابی سفیانؓ بھی

تھیں۔ اُن کی گواہی کیوں قابلِ قبول نہیں ہے؟

باقی رہی یہ بات کہ صرف دس آدمیوں نے اس بات پر گواہی کیوں دی، زیادؓ نے کیوں نہیں دی؟ تو تاریخ بتاتی ہے کہ سیدنا ابوسفیانؓ نے اس بات کو صرف چند آدمیوں کو بتایا تھا۔ چنانچہ ابن خلدون نے صاف لکھا ہے کہ

وولد زیادًا ونسبتہ الی ابی سفیان واقر لھا بہ الا انہ کان بخفیۃ

اور اُس (سمیہ) کے ہاں زیاد پیدا ہوا اور اُس نے اُس کو ابوسفیانؓ کی طرف منسوب کیا اور ابوسفیانؓ نے بھی اس نسبت کا اقرار کر لیا، مگر پوشیدہ طور پر

(ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۴)

اور ایک نسب کو ثابت کرنے کے لیے دس گواہوں کی گواہی کافی ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ سارے لوگ ہی گواہی دیں۔

اس سلسلہ میں قاضی ابوبکر بن عربیؒ نے بھی العواصم والقواصم صفحہ ۲۳۵-۲۴۲ پر نہایت عمدہ بحث کی ہے اہلِ علم اُس کو ملاحظہ فرمالیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦

حجر بن عدیؓ کا قتل

سیدنا معاویہؓ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اُن کے زمانے میں ایک زاہد و عابد صحابی حجر بن عدیؓ کو صرف اس گناہ پر قتل کر دیا گیا کہ انہوں نے امیر زیاد کو سیدنا علیؓ پر سب و شتم کرتے ہوئے ٹوکا تھا۔

اگر اس اعتراض کا تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس سلسلہ میں سیدنا معاویہؓ کو خواہ مخواہ مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے اور اس واقعہ کی اصل حقیقت کو ابو مخنف لوط ابن یحییٰ کی روایات کے پردہ میں چھپا دیا گیا ہے۔ اور اگر صحیح حقیقت کا انکشاف کیا جائے تو سیدنا معاویہؓ اس الزام سے بری ثابت ہوتے ہیں لہٰذا ہم مستند روایات سے اصل واقعہ کے چہرے سے نقاب کشائی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں اُن سب اعتراضات کے جوابات بھی آ جائیں گے جن کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔

حجر بن عدیؓ سیدنا علیؓ کے ساتھیوں اور شیعوں میں سے تھے۔ یہ درست ہے کہ وہ پابند صوم و صلوٰۃ، زاہد و عابد مرتاض اور شب زندہ دار تھے لیکن اپنی طبیعت کی سادگی کی وجہ سے سبائیوں اور اُن فتنہ پردازوں کے دام فریب میں آ گئے تھے جو قاتلانِ عثمان کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ خصوصی طور پر عمرو بن الحمق جس نے سیدنا عثمانؓ کو شہید کیا تھا وہ آپ کے خاص ساتھیوں میں سے تھا۔ یہ لوگ ان کے زہد، عبادت اور سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اُن کو مختلف مواقع پر استعمال کرتے اور ان کی آڑ میں ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتے اور خلیفۂ وقت سیدنا معاویہؓ پر سب و شتم اور الزام تراشی کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

قد التف علی حجر جماعات من شیعۃ علی متولی زمامہ

ویشدون علی یدہ ویسبون معاویۃ ویتبرؤن منہ

اور شیعان علی کی جماعتیں حجر سے لپٹ گئی تھیں جو ان کے تمام امور کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ وہ جماعتیں سیدنا معاویہؓ کو سب و شتم کرتی تھیں اور اُن سے اپنی برأت کا اظہار کرتی تھیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۰)

یہ حجر بن عدیؓ شیعان علی میں سے ایک عالی قسم کے انسان تھے اور نفسیاتی طور پر نہایت جذباتی واقع ہوئے تھے۔ زہد و اتقا تو مسلم تھا لیکن جذباتی ہونے کی وجہ سے ذہنی توازن ایسا نہ تھا جیسا کہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حسنؓ نے زمام خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اس وقت بھی انہوں نے سیدنا حسنؓ کی سخت مخالفت کی اور اُن کو ہر ممکن طریقہ سے اس نیک کام سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ سے مصالحت کے بعد سیدنا حسنؓ کی سب سے پہلے حجر بن عدیؓ سے ملاقات ہوئی۔

فندمہ علی ما صنع ودعاہ الی رد الحرب

انہوں نے سیدنا حسنؓ کو اُن کے اس فعل پر ندامت دلائی اور اُن کو سیدنا معاویہؓ سے دوبارہ جنگ کرنے کی دعوت دی۔

اس کے ساتھ ایک لمبا چوڑا جذباتی وعظ بھی پلایا کہ

اے فرزندِ رسول! کاش کہ جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یہ دیکھنے سے پہلے میں موت کی آغوش میں چلا گیا ہوتا۔ آپ نے ہمیں عدل و انصاف سے نکال کر ظلم و جور کے سپرد کر دیا ہے ہم نے اُس حق کو خیرباد کہہ دیا جس پر ہم قائم تھے اور جس باطل سے ہم گریزاں تھے اُس میں جا گھسے۔ ہم نے اس ذلت آمیز زندگی کو اپنے ہاتھوں قبول کیا اور اُس پستی کو اختیار کیا جو ہمارے لائق نہ تھی۔ (اخبار الطوال صفحہ ۲۲۰)

سیدنا حسنؓ ایک نہایت متقی انسان تھے اور انہوں نے معاملات کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کر کے ہی یہ اقدام کیا تھا۔ چنانچہ جس جس شخص نے بھی ان کے اِس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل کی مخالفت کی آپ نے اُس کو ہر ممکن طریق سے سمجھایا۔ تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کے چھوٹے بھائی سیدنا حسینؓ نے بھی جب آپ کی اس بارہ میں مخالفت کی تو آپ نے انھیں بھی فرمایا:۔

اسکت فانا اعلم بالامر منک

چپ رہ، میں اس بات کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۹۲، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

لیکن جب انہوں نے پھر مخالفت کی تو آپ نے فرمایا:۔

"واللہ! جب بھی میں نے کسی کام کا ارادہ کیا تو تم نے ہمیشہ مخالفت ہی کی۔ بخدا میں تمہیں اس وقت تک گھر میں بند رکھوں گا جب تک میں اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا لوں۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۹، علی دنبوہ لحاجین صفحہ ۲۰۳)

سیدنا حسینؓ نے جب اپنے بھائی کی ان غضب آلود نگاہوں کی طرف دیکھا تو فوراً اپنے موقف سے رجوع کر کے عرض کیا۔

انت اکبر ولد علی وانت خلیفتہ وامرنا لامرک تبع فافعل ما بدا لک

آپ سیدنا علیؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے اور اُن کے خلیفہ ہیں۔ ہماری بات آپ کی بات کے تابع ہے لہٰذا جو کچھ آپ صحیح سمجھتے ہیں وہ کیجئے

جس طرح سیدنا حسنؓ نے اپنے بھائی کو سمجھایا اسی طرح آپ نے حجر بن عدیؓ کے جواب میں بھی اپنے موقف کے صحیح ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ اور اُمت مسلمہ کی مصلحت سے اُن کو آگاہ کیا۔ لیکن حجر بن عدیؓ دلائل سے زیادہ جذبات سے کام لے رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سیدنا حسنؓ کے دلائل کو کوئی وقعت نہ دی۔ اور سیدنا حسینؓ کو اپنے جذبات سے متاثر کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ فوراً اُن کے پاس پہنچے اور اپنے جذبات کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

"اے ابو عبداللہ! (سیدنا حسینؓ کی کنیت) آپ نے عزت کے عوض ذلت خریدی اور کثیر کو چھوڑ کر قلیل کو قبول کیا۔ خدارا آج ہماری بات مان لیں، خواہ پھر زندگی بھر نہ ماننا۔ سیدنا حسنؓ کو ان کی صلح پر چھوڑ دیں اور کوفہ اور دوسرے بلاد و امصار کے شیعوں کو اپنے پاس اکٹھے کریں اور یہ مقدمہ میرے اور میرے دوست کے سپرد کر دیں۔ ہند کے بیٹے (سیدنا معاویہؓ) کو اسوقت ہمارا پتہ چلے گا جب ہم تلواروں سے اُس کے خلاف برسرِ پیکار ہوں گے۔

(اخبار الطوال صفحہ ۲۲۰)

سیدنا حسینؓ چونکہ اپنے موقف سے رجوع کر چکے تھے اور ان پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ سیدنا حسنؓ کا موقف صحیح ہے اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ اسلام اور امت مسلمہ دونوں کے لیے فائدہ مند ہے لہٰذا انہوں نے حجر بن عدیؓ سے فرمایا:۔

انا قد بایعنا وعاھدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا

ہم نے بیعت کر لی ہے اور ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے لہٰذا بیعت کو توڑنے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ (ایضاً)

یہ واقعات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ حجر بن عدیؓ شروع ہی سے سیدنا معاویہؓ اور اُن کی حکومت کے ازحد مخالف تھے اور یہ مخالفت محض جذباتی تھی کیونکہ وہ اپنے آپ کو شیعان علی میں سے شمار کرتے تھے اور سیدنا علیؓ سے اس نسبت اور تعلق کی بنا پر ہر حالت میں یہ ضروری سمجھتے تھے کہ سیدنا معاویہؓ کی حکومت کو الٹا جائے۔ چنانچہ اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے اُن کو کوفہ کے شیعان علیؓ بلکہ قاتلانِ عثمانؓ کی اعانت میسر ہو گئی۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیدنا معاویہؓ جلد ۱ صفحہ ۳۲۱-۳۲۱)

کوفہ چونکہ سیدنا علیؓ کا دارالخلافہ رہ چکا تھا لہٰذا یہاں اُن کے شیعوں اور ساتھیوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ جو لوگ واقعی سیدنا علیؓ کے ساتھ تھے انہوں نے اس وقت جب سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کر لی اور خلافت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں دے دی، سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اسلام اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملت اسلامیہ کی خدمت اُسی طرح سرانجام دینا شروع کر دی جس طرح وہ اس سے قبل سرانجام دے رہے تھے۔ لیکن کوفہ میں اچھی خاصی تعداد اُن لوگوں کی بھی تھی جن کا تعلق قاتلانِ عثمانؓ سے تھا اور جن میں عمرو بن الحمق اور رفاعہ بن شداد جیسے لوگ بھی شامل تھے جن میں سے اوّل الذکر نے سیدنا عثمانؓ کو شہید کرتے وقت نیزے کے نوچرکے لگائے تھے۔

۴۱ھ میں سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ وہ اپنے خطبوں میں سیدنا عثمانؓ کے لیے دُعائے رحمت کرتے اور قاتلانِ عثمانؓ پر جنہوں نے انہیں نہایت مظلومی کی حالت میں مدینۃ الرسول میں شہید کیا تھا، لعنت کرتے۔ اس کے جواب میں حجر بن عدیؓ کہتے:۔

بل ایاکم فذمم اللہ ولعن

قاتلانِ عثمانؓ پر نہیں بلکہ تم پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۸)

ایک دو دفعہ نہیں بلکہ حجر بن عدیؓ اور اُن کے ساتھیوں کا معمول ہی ہو چکا تھا۔

انھم کانوا ینالون من عثمان ویطلقون فیہ مقالۃ الجور وینتقدون علی الامراء ویسارعون فی الانکار علیھم ویبالغون فی ذالک ویتولون شیعۃ علی ویتشددون فی الدین۔

یہ سیدنا عثمانؓ کی مذمت اور بدگوئی کرتے تھے اور اُن کے بارہ میں ظالمانہ باتوں کا اظہار کرتے تھے اور امراء پر نکتہ چینی اور تنقید کے نشتر چلاتے اور اُن کی ہر بات کی تردید کے درپے رہتے تھے اور اس معاملہ میں مبالغہ اور غلو سے کام لیتے۔ شیعانِ علیؓ کی حمایت کرتے اور دین میں نہایت تشدد کرتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۴)

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کی گورنری کے بالکل آخری ایام میں ایک روز ایسا ہوا کہ انہوں نے دورانِ خطبہ یہ فرمایا:۔

اللھم ارحم عثمان بن عفان وتجاوز عنہ واجزہ باحسن عملہ فانہ عمل بکتابک واتبع سنۃ نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجمع کلمتنا وحقن دمائنا وقتل مظلوماً اللھم فارحم انصارہ واولیاءہ ومحبیہ والطالبین بدمہ

اے اللہ! عثمانؓ بن عفان پر اپنی رحمت نازل فرما، ان سے درگزر فرما۔ انھیں ان کے حسنِ عمل پر جزائے خیر عطا فرما، کیونکہ انہوں نے تیری کتاب پر عمل کیا، اور تیرے نبی کی سنت کی اتباع کی۔ انہوں نے ہمارے مشن کو جمع رکھا اور ہمیں خونریزی سے بچایا اور مظلومی کی حالت میں قتل ہوئے۔ اے اللہ! پس تو اُن کے مددگاروں، ساتھیوں اور ان سے محبت کرنیوالوں اور اُن کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں پر رحم فرما۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۸)

یہ سننا تھا کہ حجر بن عدیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس زور سے چیخے کہ:۔

سمعھا کل من کان فی المسجد وخارجاً منہ

اُن سب لوگوں نے سنا جو مسجد کے اندر تھے اور مسجد کے باہر تھے۔

اور کہا:۔

اے مغیرہؓ! تجھے اپنے بڑھاپے کی وجہ سے یہ پتہ نہیں کہ تو کس سے اپنی محبت کا اظہار کر رہا ہے تو ہماری تنخواہوں اور عطیات کے دینے کا حکم جاری کر کیونکہ وہ تو نے ہم سے روک رکھی ہیں حالانکہ تجھے اس کا کوئی حق نہیں اور تجھ سے پہلے جتنے گورنر آئے انہوں نے کبھی ایسی طمع نہیں کی تھی۔ تمہاری بڑی خواہش ہے کہ تم امیر المؤمنین (سیدنا علیؓ) کی مذمت کرو اور مجرموں (سیدنا عثمانؓ) کی تعریف اور مدح کرو۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹)

حجر بن عدیؓ نے جونہی یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کئے اُس میں سے دو تہائی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ لوگ حجر کی حمایت میں کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے حجر کے ساتھ مل کر سیدنا مغیرہؓ کے خلاف بہت باتیں کیں۔ سیدنا مغیرہؓ جذبات کی رو میں بہنے والے انسان نہیں تھے، بلکہ نہایت صاحب بصیرت، جہاں دیدہ اور زمانے کے گرم و سرد چشیدہ انسان تھے انہوں نے عفو و درگزر سے کام لیا اور حجر کے اس فعل کا کوئی نوٹس نہ لیا اصحاب مشورہ نے سمجھایا اور کہا:۔

علی ما تترك هذا الرجل يقول هذه المقالة ويجترئ عليك في سلطانك هذه الجرأة

آپ ایسے شخص کو کیوں چھوڑتے ہیں جو اس قسم کی باتیں کرتا ہے اور آپ پر اور آپ کی حکومت پر اس طرح کے الزامات لگانے کی جرأت کرتا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۰، طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۸-۱۸۹)

لیکن سیدنا مغیرہؓ نے اُن کے مشورے کو رد کرتے ہوئے عفو و درگزر ہی سے کام لیا بلکہ الٹا پانچ ہزار روپیہ دے کر حجر کو راضی کیا۔ (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ)

۵۱ھ میں سیدنا مغیرہؓ کا انتقال ہو گیا اُن کی وفات کے بعد کوفہ بھی امیر زیاد کی گورنری میں آ گیا، زیاد نے آتے ہی دیکھا کہ سبائیوں (جو اس وقت اپنے کو شیعان علیؓ کہتے تھے) کی ٹولیوں کی ٹولیاں حجر بن عدی کے پاس آتی ہیں جو سیدنا معاویہؓ سے بیزاری کا اظہار کرتی ہیں اور اُن کو سب و شتم کرتی ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۰) چنانچہ جب کوفہ آتے ہی امیر زیاد نے اپنا پہلا خطبہ دیا تو حجر بن عدیؓ نے حسب معمول اُٹھ کر وہی کچھ کرنا شروع کر دیا جو وہ سیدنا مغیرہؓ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ مگر امیر زیاد نے کوئی تعرض نہ کیا۔ زیاد جب بصرہ جانے لگے تو انہوں نے حجر کو اپنے ساتھ بصرہ لے جانا چاہا لیکن حجر بیماری کا بہانہ بنا کر کوفہ ہی میں رہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱)

بعض روایات میں آتا ہے کہ حجر نے جب زیاد کے خطبہ میں گڑبڑ پیدا کی اور سیدنا معاویہؓ کی شان میں گستاخی کی تو زیاد نے خیر خواہی کی خاطر حجر بن عدیؓ کو تنہائی میں بلایا

اور کہا:۔

املك عليك لسانك ويسعك منزلك، وهذا سريري فهو مجلسك وحوائجك مقضية لدي فاكفني نفسك فاني اعرف عجلتك، فاشدك الله يا ابا عبد الرحمن في نفسك واياك وهذه السفلة وهؤلاء السفهاء ان يستزلوك عن رأيك فانك لو هنت علي او استخففت بحقك لم اخصك بهذه من نفسي

"اپنی زبان پر کنٹرول فرمائیے اور اپنے گھر کی تنہائی کو اپنے لیے کافی سمجھئے آپ کی نشست کے لیے میرا تخت حاضر ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی تمام ضروریات پوری کروں گا۔ لہٰذا آپ اپنے بارے میں مجھے مطمئن فرما دیجئے، اس لیے کہ آپ کی طبیعت کی عجلت پسندی اور جلد بازی سے میں بخوبی آشنا ہوں۔ اے ابو عبد الرحمٰن! میں آپ کو حق تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ خدارا آپ ان ذلیل، کمینہ فطرت اور بے وقوف لوگوں سے اپنے آپ کو محفوظ فرمائیے۔ یہ لوگ، کہیں ایسا نہ ہو، کہ آپ کو آپ کی رائے اور فکر سے پھسلا دیں۔ لہٰذا اگر آپ کی قدر و قیمت میری نگاہ میں کم ہوئی یا میں نے آپ کے حقوق میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی کی تو یہ آپ کی طرف سے ہو گی میری طرف سے ہرگز ہرگز نہ ہو گی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۸)

حجر بن عدی نے امیر زیاد کی یہ نصیحت آمیز باتیں سُن کر کہا "میں سمجھ گیا" اور اپنے گھر تشریف لے آئے۔ لیکن یہاں جب سبائی آ کر اُن سے ملے تو انہوں نے اپنی کمال سادگی کی وجہ سے وہ ساری باتیں اُن سے کہہ دیں جو امیر زیاد نے اُن سے کی تھیں۔ سبائیوں نے اُن کی یہ ساری باتیں سُن کر کہا:۔

"حضرت! اُس نے آپ کی خیر خواہی کی باتیں نہیں کیں"

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر زیاد جب کوفہ سے جانے لگے تو انہوں نے کوفہ میں سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کو قائم مقام گورنر مقرر کیا۔ سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ انہوں نے جب قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ اور سبائیوں کی حجر بن عدی کے پاس اس کثرت سے آمد و رفت دیکھی تو ایک قاصد کے ذریعہ حجر بن عدی کو یہ کہلا بھیجا۔

"اے ابو عبدالرحمٰن! آپ تو امیر زیاد سے اپنے متعلق یہ عہد کر چکے ہیں پھر یہ (فتنہ پرداز) جماعت آپ کے پیچھے سایہ کی طرح کیوں لگی رہتی ہے؟"

لیکن حجر رضی اللہ عنہ نے غیر تسلی بخش جواب دیا۔ اس پر سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے امیر زیاد کو بصرہ میں ان سب حالات کی اطلاع دے دی اور کہلا بھیجا کہ حجر رضی اللہ عنہ کی کارروائیاں حد سے بڑھتی جا رہی ہیں لہٰذا اگر کوفہ کو بچانا چاہتے ہو تو جلدی کوفہ واپس آجاؤ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۸، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۳)

ایک روز ایسا بھی ہوا کہ سیدنا عمرو بن الحریث رضی اللہ عنہ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے تو حجر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران اُن کو کنکریاں ماریں۔ امیر زیاد کو اس کی اطلاع بھی بصرہ میں مل گئی۔ چنانچہ طبری کا بیان ہے:۔

فبلغہ ان حجرا تجتمع الیہ شیعۃ علی ویظھرون لعن معاویۃ والبراءۃ منہ وانھم حصبوا عمرو بن حریث

ان کو خبر پہنچی کہ حجر کے گرد شیعان علی جمع ہو رہے ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے اور اُن سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور انہوں نے عمرو بن حریث پر سنگ باری کی ہے

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۰، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱، ابن جلد ۳ صفحہ ۲۳، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)

زیاد کو کوفہ کے متعلق یہ سب خبریں سُن کر فوراً واپس کوفہ پہنچے آتے ہی انہوں نے مشہور صحابی سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد بن عرفطہ الازدی اور دوسرے شرفائے کوفہ کو بلایا اور اُن سے کہا کہ حجر کی یہ کارروائیاں ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے مترادف ہیں لہٰذا آپ انہیں سمجھائیں کہ وہ ان فتنہ پردازوں سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی زبان کو قابو میں رکھیں۔ یہ سب حضرات خیر خواہی اور نیک جذبہ کے تحت حجر کے پاس گئے اور اُن کو سمجھایا لیکن حجر نے اُن کی سب باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی یہاں تک کہ اُن کا ایک اونٹ ایک کونہ میں کھڑا تھا اُس کی طرف اشارہ کر کے اپنے خادم سے کہا "لڑکے! اونٹ کو چارا کھلاؤ۔" سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر ذرا جلالی انداز میں فرمایا:۔

أمجنون انت، فکلمک وانت تقول، أعلفت البکر

"کیا تم پاگل ہو، میں تم سے مخاطب ہو کر بات کر رہا ہوں اور تم (بے توجہی سے) کہتے ہو کہ لڑکے! اونٹ کو چارہ کھلاؤ۔"

اس کے بعد سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

ما کنت اظن ھذا البائس بلغ بہ الضعف کل ما أری

مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ ضعف کے اس درجہ کو پہنچ گیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں

اپنے اس مشن میں ناکام ہو کر یہ سب حضرات واپس امیر زیاد کے پاس آگئے اور حجر بن عدی کی کچھ باتیں امیر زیاد کو بتا دیں لیکن کچھ مصلحت کے تقاضے کے تحت پوشیدہ رکھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ حجر سے درگزر ہی کی جائے اور اس کے ساتھ سختی کی بجائے نرمی کا معاملہ کیا جائے۔

امیر زیاد کو حجر کی باتیں سُن کر بہت غصہ آیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۳، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۹)

اس کے بعد زیاد نے ایک خطبۂ جمعہ دیا۔ مسجد میں حجر اور اُس کے ساتھی موجود تھے۔ امیر زیاد نے اس میں ظلم و بغاوت کے انجام سے متنبہ کیا اور کہا کہ "ان لوگوں نے مجھے اپنے حق میں بے ضرر پایا تو جری ہو گئے۔ اگر یہ سیدھے نہ ہوتے تو اُن کا علاج اسی دوا سے کروں گا جو ان کے لائق ہے۔" نیز کہا:۔

ما انا بشئی ان لم امنع باحۃ الکوفۃ من حجر وادعہ نکالاً لمن بعدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر میں کوفہ کی سرزمین کو حجر سے پاک نہ کردوں اور اس کو آنے والے کیلئے عبرت کا سامان نہ بنادوں تو پھر میں بھی کوئی شی نہیں ہوں

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۰، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)

اس کے بعد امیر زیاد نے کہا کہ "امیر المؤمنین (سیدنا معاویہؓ) کا یہ حق ہے" اس پر حجر نے

فاخذ حجر کفا حصباء فحصبہ و قال کذبت علیك لعنۃ اللہ .

مٹھی بھر کر کنکریاں زیاد کو ماریں اور کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو۔

زیاد نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خطبہ ختم کر کے منبر سے اُترے نماز پڑھائی اور گورنر ہاؤس چلے گئے اور حجر کو وہاں طلب کیا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱)

حسین بن عبداللہ الہمدانی اُسے بلانے گئے تو حجر کے ساتھیوں نے کہا:۔

لا یاتیہ و لا کرامۃ

یہ اُن کے پاس نہیں جائیں گے اور نہ ہی ہمارے نزدیک اُن کی کوئی عزت و تکریم ہے۔

انہوں نے واپس آکر سپرنٹنڈنٹ پولیس شداد بن الہیثم الہلالی کو اطلاع دی تو انہوں نے ایک جماعت ساتھ کردی۔ یہ سب حجر کے پاس آئے اور انھیں کہا کہ امیر کے پاس چلئے تو انہوں نے

فسبونا و شتمونا

انہوں نے ہمیں گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہا۔

انہوں نے واپس آکر امیر زیاد کو خبر دی تو انہوں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس شداد بن الہیثم کو حجر کے لانے کے لیے بھیجا اور قبائلی سردار بھی بطور امداد ان کے ساتھ کردیئے

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۱)

کوتوال شہر شداد بن الہیثم نے حجر بن عدی کو امیر کے پاس چلنے کے لیے کہا۔ حجر اکیلے نہیں تھے، بلکہ اُن کے ساتھ حامیوں کی ایک اچھی خاصی جماعت تھی۔ انہوں نے جواب دیا

لا و لا نعمۃ عین لا نجیبہ

ہم پلک جھپکنے تک بھی امیر کا حکم نہیں مانیں گے۔

اس پر فریقین میں لڑائی ہوئی جس میں پتھروں اور لاٹھیوں کا آزادانہ استعمال ہوا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

فکان بینھم قتال بالحجارۃ و العصی فعجز و اعنہ

ان کے درمیان پتھروں اور لاٹھیوں سے لڑائی ہوئی اور سرکاری فوج حجر کے مقابلہ میں عاجز اور ناکام رہی (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱، طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۱-۱۹۲، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۹)

اس لڑائی میں حجر کا ایک ساتھی عمرو بن الحمق فرار ہوگیا۔ حجر کے ایک ساتھی ابوالعمرطہ نے سرکاری فوج کے ایک فرد یزید بن طریف کے سر پر تلوار سے حملہ کیا گیا اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ طبری کے الفاظ ہیں کہ:۔

کان ذالك السیف اول سیف ضرب بہ فی الکوفۃ فی اختلاف بین الناس

یہ پہلی تلوار تھی جو کہ کوفہ میں اختلاف کے وقت چلی۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۲)

آخر حجر فرار ہو کر روپوش ہوگئے۔ زیاد نے محمد بن الاشعث کو ایک لشکر دے کر اُن کی تلاش میں بھیجا جو برابر اُن کی تلاش کرتے رہے۔ آخرکار حجر نے خود ہی اپنے آپ کو اس شرط پر گرفتاری کے لیئے پیش کردیا کہ:۔

"مجھے امان دی جائے اور معاویہؓ کے پاس بھیج دیا جائے۔"

امیر زیاد نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ حجر جب زیاد کے سامنے پیش ہوئے تو زیاد نے انھیں قید میں ڈال دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا:۔

"اگر مجھے امانت کا خیال نہ ہوتا تو یہ شخص کبھی بھی اپنی جان بچا کر نہ جا سکتا۔"

زیاد نے حجر کو دس روز قید میں رکھا۔ حجر کے ساتھی جو ان سبائیوں کے سرغنہ تھے وہ تو بھاگ گئے تھے، لہٰذا اب زیاد نے حجر کے ساتھیوں کی تلاش شروع کی۔ عمرو بن الحمق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رفاعہ بن شداد موصل بھاگ گئے۔ عمرو بن الحمق کو گرفتار کر کے موصل کے حاکم کے پاس پیش کیا گیا۔ انہوں نے سیدنا معاویہؓ کو اس کی اطلاع دی۔ سیدنا معاویہؓ نے جواب میں لکھا کہ:۔

"اس نے سیدنا عثمانؓ کو نیزے کے نوچہ کے دیئے تھے ہم اس پر کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہتے۔ اسے بھی نیزے کے نوچہ کے لگائے جائیں۔"

چنانچہ اُسے نیزے کے نوچہ کے لگائے گئے۔ وہ پہلے یا دُوسرے چرکے ہی سے راہی ملک عدم ہو گیا۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۷)

امیر زیاد نے سیدنا معاویہؓ کو کوفہ کے ان سب حالات سے مطلع کر دیا ہوا تھا۔ اور انہوں نے لکھا تھا کہ حجر بن عدی اور دُوسرے سبائی سرغنوں کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ امیر زیاد نے حجر بن عدی اور ان کے بارہ ساتھیوں کا کیس تیار کیا اور اس پر مکمل شہادتیں قلمبند کر کے بھیجیں۔

حجر بن عدی اور اُن کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے بعد کوفہ کے چار دں رئیسوں سیدنا عمرو بن الحریثؓ[1]، سیدنا خالد بن عرفطہؓ[2]، سیدنا قیس بن ولیدؓ اور سیدنا ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری[3] کو بلایا اور انھیں کہا:۔

اشهدوا علی حجر بما رأیتم منه

تم نے حجر کے متعلق جو کچھ دیکھا ہے اُس کی شہادت دو۔

---

[1] سیدنا عمرو بن الحریثؓ کبار صحابہ میں سے تھے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپ سے سماعت بھی فرمائی ہے وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دُعا فرمائی (الاستیعاب صفحہ) حافظ ابن حجر نے بھی ان کے کبار صحابہ میں ہونے کو لکھا ہے تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۷)

ان چاردں رئیسوں نے بالاتفاق درج ذیل شہادت قلمبند کر دائی:۔

"حجر نے اپنے گرد بہت سی جماعتیں جمع کر لی ہیں اور خلیفہ (سیدنا معاویہؓ) کو کھلم کھلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ابن حجرؒ نے ان کو صحابی لکھا ہے (تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۶، اصابہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۹) صحابی ہونا ہی ایک ایسی فضیلت ہے جو ہر فضیلت پر حاوی ہے۔

[3] مشہور صحابی سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے تھے۔ نام عامر یا حارث اور کنیت ابو بردہؓ تھی (تہذیب جلد ۱ صفحہ ۱۸) ان کے والد سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ چونکہ خود ایک بلند پایہ صحابی اور صاحب علم و فضل تھے لہٰذا انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے تحصیل علم کے لیے انھیں سیدنا عبداللہ بن سلام، جو کہ ایک بلند پایہ عالم تھے، کے پاس بھیجا۔ خود فرماتے ہیں کہ جب میں اُن کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا بھتیجے! تم لوگ ایک تجارتی مقام پر رہتے ہو اس لیے اس بات کا خیال رکھنا کہ جب کسی پر تمہارا کوئی مال ہو تو وہ اگر تم کو گھاس کا ایک گٹھا بھی دے تو اس کو ہرگز قبول نہ کرنا کیونکہ وہ ربا (سود) ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۸۷) سیدنا عبداللہ بن سلام کی تعلیم و تربیت اور دوسرے حضرات کے فیض صحبت سے وہ مقام حاصل کیا کہ علامہ ذہبیؒ کو ان کے بارہ میں یہ لکھنا پڑا۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الفقیه الائمة الاثبات

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۸۷)

اور ابن سعدؒ نے انھیں "ثقہ کثیر الحدیث" کے القاب سے نوازا

(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۱۸، تہذیب الاسماء جلد ۱ ق ۲ صفحہ ۱۷۹)

دامن علمی کی اسی وسعت کی وجہ سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کی مسند قضا پر متمکن ہوئے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۱۸، شذرات الذہب جلد ۱ صفحہ ۱۲۶) ان کے بعد ان کے صاحبزادے ابی مسند پر ان کے جانشین بنے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۸۷)

اپنے والد ابو موسیٰ اشعریؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا حذیفہ بن یمانؓ، سیدنا عبداللہ بن سلامؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عروہ بن زبیرؓ، سیدنا مغیرہؓ اور دوسرے کئی جلیل القدر حضرات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گالیاں دیتا ہے اور امیر المؤمنین کے خلاف جنگ کرنے پر لوگوں کو اکساتا ہے اُس کا خیال ہے کہ خلافت کا سوائے آل ابی طالب کے اور کوئی مستحق نہیں ہے ..... اس کے ساتھی اس کے اصحاب کے سرغنہ ہیں اُن کی رائے اور عمل بھی حجر ہی کے طرح ہے۔"

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعریؓ نے لکھا:۔

"ان حجر بن عدی خلع الطاعة وفارق الجماعت ولعن الخليفة ودعا الى الحرب والفتنة وجمع اليه الجموع يدعوهم الى نكث البيعة وخلع امير المومنين معاوية

حجر بن عدی باغی ہوگیا ہے اور جماعت سے مفارقت اختیار کرلی ہے، خلیفہ پر لعنت کرتا ہے، لوگوں کو جنگ اور فتنہ کی دعوت دیتا ہے اور اس کے گرد مختلف قسم کے جتھے جمع ہوگئے ہیں جن کو وہ بیعت توڑنے کی دعوت دیتا ہے اور امیر المؤمنین معاویہؓ کو چھوڑ دینے کی تحریک کرتا ہے۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

ان چاروں کے علاوہ وائل بن حجرؓ[1]، کثیر بن شہابؓ، عامر بن مسعودؓ، محرز بن حارثہؓ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے احادیث روایات کیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۱۸)

اخلاق وعمل میں یگانۂ روزگار تھے، یزید بن مہلب جس وقت خراسان کا گورنر تھا، اس نے آپ کے اخلاق سے متأثر ہوکر آپ کو مملکت کا عہدہ پیش کیا، لیکن آپ نے انکار کردیا (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۸۳)

۱۰۴ھ میں اس عدم ہستی نما سے ہستی عدم نما کو انتقال فرمایا۔ (ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۸۷)

[1] وائل بن حجرؓ حضرموت کے رئیس تھے اور ان کے والد حضرموت کے سلاطین میں سے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۹)

فتح مکہ کے بعد جب اسلام قبول کرکے مختلف اطراف واکناف سے لوگ دفود کی

عبیداللہ بن مسلم الحضرمی وغیرہ اصحاب رسولؐ نے بھی حجر بن عدی کے خلاف شہادت دی۔ ان کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے صاحبزادوں اور جلیل القدر تابعین نے بھی اسی قسم کی شہادت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شکل میں مدینہ طیبہ آنے شروع ہوئے تو آپ بھی اپنے قبیلہ کے ساتھ وارد مدینہ ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے آنے سے قبل صحابہؓ کو انکی آمد کی خوشخبری سنائی کہ وائل بن حجرؓ جو سلاطین حضرموت کی اولاد میں سے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے مطیع و فرمانبردار بن کر اور دُور دراز کی مسافت طے کرکے آرہے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

رحب به وادناه من نفسه وقرب مجلسه وبسط له رداءه فاجلسه عليه مع نفسه

آپ نے انھیں خوش آمدید کہا اور اپنے قریب کیا اور قریب بلاکر اپنی چادر بچھائی۔ اور انھیں اپنے ساتھ اُس پر بٹھایا۔

(الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۲۵)

ابن حجر عسقلانیؒ نے ابونعیم الاصبہانی کے حوالہ سے نقل کیا کہ:۔

واصعده معه على المنبر

آپ نے اُن کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۹)

پھر آپ نے اُن کے لئے اور اُن کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

(الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۲۵)

قبول اسلام کے بعد جب وائلؓ واپس جانے لگے تو آپ نے انھیں حضرموت میں ایک جاگیر مرحمت فرمائی اور اُن کے لیے ایک خط مہاجر بن امیہ اور دوسرا حضرموت کے سرداروں اور رئیسوں کے نام لکھدیا علامہ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ جب آپ واپس جارہے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو کچھ دُور تک مشایعت کے لیے ساتھ بھیجا۔ وائل سوار تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی جن میں حضرت طلحہؓ کے تینوں صاحبزادے، موسیٰ بن طلحہؓ، اسحٰق بن طلحہؓ اور اسماعیل بن طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت منذرؓ اور سیدنا ولید بن عقبہؓ کے بھائی سیدنا عمارہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور سیدنا معاویہؓ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا، اور ریت کی شدید تپش کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ کے پاؤں جھلسے جا رہے تھے۔ سیدنا معاویہؓ نے پاؤں جلنے کی شکایت کی۔ یہ چونکہ ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے اور دماغ میں رئیسیت کی رعونت کے کچھ اثرات باقی تھے لہٰذا سیدنا معاویہؓ سے فرمایا:۔

خاموش! تم بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔

(الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۲۵)

لیکن ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ جب سیدنا معاویہؓ ان کی سواری کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے تو سیدنا وائل نے خود پیش کش کی کہ آپ میرے پیچھے بیٹھ جائیے لیکن سیدنا معاویہؓ نے کہا:۔

لست من ارادف الملوك

میں بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے والا نہیں ہوں۔

سیدنا معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں آپ ان کے پاس گئے۔ سیدنا معاویہؓ نے خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور نہایت عزت و تکریم کی اور اپنا وہ واقعہ یاد دلایا۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

کیا اچھا ہوتا کہ میں اس دن انہیں اپنے آگے بٹھاتا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۹)

واپسی پر سیدنا معاویہؓ نے کچھ نقدی دینی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ سیدنا معاویہؓ نے جاگیر پیش کی اُس کو قبول کرنے سے بھی آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں کسی اور حاجت مند کو دے دینا۔

(الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۲۵)

سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے عہدِ خلافت ہی میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۹ و ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۳۱۲)

رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ طبری نے لکھا ہے کہ گواہوں پر شہادتیں حاصل کرنے کے لیے کسی بھی قسم کا کوئی جبر نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ امیر زیاد نے مختار بن ابی عبید اور سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کے صاحبزادے عروہؒ کو بھی گواہی دینے کیلئے بلایا لیکن انہوں نے بعض وجوہات کی بنا پر گواہی دینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ان کا نام گواہوں کی فہرست میں نہ لکھا گیا۔ اور نہ ہی اُن پر کسی قسم کی کوئی سختی کی گئی۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)

کل ستر حضرات نے شہادت دی جو خاندانی نجابت اور دینی شرافت کے لحاظ سے کوفہ میں مشہور و معروف تھے۔ طبری نے لکھا ہے کہ زیاد نے شہادت دینے کے لیے یہ خاص شرط لگائی تھی کہ صرف انہی کی شہادت لی جائے جو دینی شرافت اور خاندانی نجابت کے اعتبار سے معروف ہوں۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)

ان سب شہادتوں کے ساتھ امیر زیاد نے بحیثیت گورنر کوفہ و بصرہ درج رپورٹ امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ کو پیش کی:۔

اما بعد: فان اللہ قد احسن عند امیر المؤمنین البلاء فکادله عدوه وکفاه مؤنة من بغی علیه ان طواغیت من هذه الترابیة السبائیة رأسهم حجر بن عدی خالفوا امیر المؤمنین و فارقوا جماعة المسلمین ونصبوا لنا الحرب فاظهرنا اللہ علیهم و امکننا منهم و قد دعوت خیار اهل المصر و اشرافهم و ذوی السن والدین منهم فشهدوا علیهم بما رأوا وعملوا و قد بعثت بهم الی امیر المؤمنین وکتبت شهادة صلحاء اهل المصر وخیارهم فی اسفل کتابی هذا

بے شک امیر المؤمنین کے دشمنوں نے جو فتنہ اُن کے خلاف اٹھایا، حق تعالیٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس سے انھیں محفوظ فرمالیا اور جن لوگوں نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اللہ ان سے امن کے لیے کافی ہے۔ بے شک اس ذلیل سبائی پارٹی کے اشرار نے جن کا سرغنہ حجر بن عدی ہے امیر المؤمنین کی مخالفت کی ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ و نشست پیدا کیا ہے اور ہمارے خلاف جنگ و جدل کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ نے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرمایا اور اُن کے مقابلہ میں ہمارے قدم جما دیئے۔ میں نے کوفہ کے نیک اور شریف لوگوں اور عمر رسیدہ اور دین دار حضرات کو دعوت دی۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا اُس کے مطابق اپنی شہادتیں قلمبند کر دائی ہیں۔ میں ان کو امیر المؤمنین کے پاس بھیج رہا ہوں اور کوفہ کے نیک اور شریف لوگوں نے جو شہادتیں دی ہیں وہ میں اپنے اس خط کے نیچے لکھ کر بھیج رہا ہوں۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۲)

امیر زیاد نے اپنی یہ رپورٹ بمعہ ستر شہادتوں اور حجر بن عدی اور اُن کے ۱۲ ساتھیوں سمیت دو جلیل القدر صحابۂ رسول سیدنا وائل بن حجرؓ اور سیدنا کثیر بن شہابؓ کے ہاتھ سیدنا امیر المومنین معاویہؓ کی خدمت میں دمشق بھیج دی۔

سیدنا معاویہؓ نے اس ساری رپورٹ کو ان سب شہادتوں سمیت بغور ملاحظہ فرمایا۔ ان لوگوں کی خلاف ملک و ملت کارروائیوں سے وہ پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔ اب اس خط کے ساتھ جلیل القدر صحابہؓ، تابعینؒ اور صلحائے امت کی شہادتوں نے تمام قضیہ کو امیر المومنین پر واضح کر دیا۔ لیکن اپنے فطری حلم کی وجہ سے امیر المؤمنین نے امیر زیاد گورنر کوفہ کو حسب ذیل خط لکھا:۔

اما بعد! فقد فهمت ما اقتصصت به من امر حجر و اصحابه و شهادة من قبلك عليهم فنظرت في ذالك فاحيانا اري قتلهم افضل من تركهم و احيانا اري العفو عنهم افضل من قتلهم فاحكم مثلاً

حجر اور اُن کے ساتھیوں کے بارہ میں جو کچھ واقعات تم نے لکھے ہیں ان کو میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ تم نے جو شہادتیں بھیجی ہیں اُن سے بھی میں آشنا ہو گیا ہوں۔ میں اس معاملہ پر غور و خوض کر رہا ہوں کبھی سوچتا ہوں کہ ان کا قتل ان کے چھوڑنے سے افضل ہے اور کبھی سوچتا ہوں کہ عفو و درگزر کرنا قتل کی نسبت افضل ہے۔ والسلام

امیر زیاد نے سیدنا معاویہؓ کے خط کا درج ذیل جواب دیا۔

"جو لوگ حجر اور اُن کے ساتھیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں، اُن کی شہادتوں کے بعد مجھے انتہائی تعجب ہے کہ اُن کے بارہ میں آپ کی دو رائیں ہیں۔

فان كانت لك حاجة في هذا المصر فلا تردن حجرا و اصحابه الي

اگر آپ کو اس شہر (کوفہ) کی ضرورت ہے تو حجر اور اُس کے ساتھیوں کو میری طرف واپس نہ بھیجئے۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۳)

اس پر سیدنا معاویہؓ نے حجر اور اُن کے ساتھیوں کے قتل کا حکم صادر فرما دیا۔ یہ لوگ رات بھر نماز پڑھتے رہے۔ صبح کو جب سیدنا معاویہؓ کے سپاہیوں اور اصحاب نے اُن سے پوچھا کہ تم رات لمبی نماز پڑھتے اور دعا کرتے رہے ہو۔

فاخبرونا ما قولكم في عثمان قالوا هو اول من جار في الحكم و عمل بغير الحق

ہمیں بتاؤ کہ عثمانؓ کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے، انہوں نے کہا وہ پہلا شخص ہے جس نے حکومت میں ظلم و جور کیا اور حق کے خلاف عمل کیا۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۵)

سیدنا معاویہؓ کے اصحاب اُن کا یہ جواب سُن کر کہنے لگے۔

"پھر تو امیر المومنین معاویہؓ تمہیں بخوبی جانتے ہیں۔"

جب امیر زیاد نے حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کو پابجولاں سیدنا معاویہؓ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس دمشق روانہ کیا، سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ نے عبدالرحمٰن بن الحارث کو سیدنا معاویہؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ حجر کو رہا کر دیں۔ اِدھر سیدنا معاویہؓ نے معاملہ کی نوعیت اور شہادتوں کے مطالعہ کے بعد حکم صادر فرمایا کہ ان کو "عذراء" مضافات دمشق لے جاکر قتل کر دیا جائے۔ جب سیدنا معاویہؓ کے پاس ام المؤمنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کا حجر کی رہائی کے بارہ میں پیغام پہنچا تو انہوں نے فوراً ایک قاصد کو اُن کی رہائی کا حکم دے کر بھیجا لیکن اس قاصد کے پہنچنے سے پہلے حجر اور اُس کے چھ ساتھی قتل کئے جا چکے تھے تاہم باقیوں کو رہا کر دیا گیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۶ صفحہ ۲۱۹، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۴)

طبری نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر سیدنا معاویہؓ اور سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی ملاقات ہوئی۔ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:۔

"معاویہؓ! تم حجر اور اس کے ساتھیوں کے قتل کرنے کے بارہ میں اللہ سے نہ ڈرے؟"

آپ نے اُم المؤمنینؓ کو جواب میں کہا:۔

لست انا قتلتهم، انما قتلهم من شهد عليهم

میں نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اُن لوگوں نے انھیں قتل کیا ہے جنہوں نے اُن کے خلاف شہادت دی ہے۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۸، استیعاب ترجمہ حجر بن عدی)

یہ تھی اصل حقیقتِ حال حجر بن عدی کے قتل کی جس کو سیدنا معاویہؓ کے مخالفین اچھالتے ہیں اور سیدنا معاویہؓ پر مختلف قسم کی الزام تراشیاں کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ "سیدنا معاویہؓ نے ایک صحابی رسول کو قتل کر دیا" حالانکہ حجر بن عدی کے بارہ میں محدثین کی صحیح رائے یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں تھے۔ امام بخاریؒ، امام ابن ابی حاتمؒ، ابوحاتمؒ، خلیفہ بن خیاطؒ اور ابن حبان وغیرہ نے انھیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے امام ابواحمد عسکریؒ کا قول نقل فرمایا ہے:۔

اكثر المحدثين لا يصححون له صحبة

اکثر محدثین ان کے صحابی ہونے کو صحیح نہیں سمجھتے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۰، اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

لیکن بالفرض انھیں صحابی مان بھی لیا جائے تو کیا صحابی اگر کوئی جرم کرے تو اُسے معاف کر دیا جائے گا؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ماعز اسلمیؓ اور دوسرے کئی ایک صحابہ پر حد جاری نہیں فرمائی تھی؟ لہٰذا اگر ماعز اسلمیؓ کو زنا کے جرم میں سنگسار کیا جا سکتا ہے حالانکہ اُن کے صحابی رسول ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں تو حجر بن عدی کو بغاوت کے جرم میں قتل کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ کیونکہ وہ اپنی سادگی کی وجہ سے سبائیوں کے ہتھے چڑھ کر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور ملک میں بدنظمی پیدا کر کے اطاعت امیر کے اسلامی جذبے کو فنا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اگر اس جرم میں حکومت نے انھیں سزا دی تو حکومت کو مطعون کرنے کی کون سی وجہ ہے؟ مزید یہ کہ سیدنا مغیرہؓ اور امیر زیاد اُن کو اس سے قبل کئی بار زبانی فہمائش کر چکے تھے۔

دوسرے حجر کا یہ فعل اگر انفرادی حیثیت میں ہوتا تو شاید اُس کو برداشت کر لیا جاتا لیکن وہ تو باقاعدہ سبائیوں کے رئیس اور سرغنہ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور سیدنا معاویہؓ اور ان کی حکومت کے خلاف سازش کرتے تھے اور لوگوں کو اُن کے خلاف ابھارتے اور مشتعل کرتے تھے۔ (یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۷۴) پھر جب امیر زیاد نے اُن کو بلانے کیلئے سپاہیوں کو بھیجا تو انہوں نے آنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ الٹے سپاہیوں اور کوتوال شہر شداد بن الہیثم پر پتھروں اور ڈنڈوں سے حملہ کر دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱) جو ایک قسم کی بغاوت اور امور مملکت میں فتنہ پیدا کرنا تھا۔ اور "فتنے" کے متعلق خود قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

اور فتنہ قتل سے بھی شدید تر ہے۔

کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ اور گورنر کوفہ امیر زیاد سیدنا علیؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو منبر پر سب وشتم کیا کرتے تھے اور حجر اس فعل شنیع پر اُن کو برسرِ عام ٹوکتے تھے۔ یہ شی زیاد کو پسند نہ آئی اور اُس نے اُن کو قتل کروا دیا۔ اگر اس بات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بھی بالکل حقیقت کے خلاف ہے۔ ایک تو اس لیے کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ ایک صحابی رسول ہونے کی حیثیت سے معاذ اللہ اس قدر گھٹیا اور پست اخلاق کے مالک نہیں تھے کہ داماد رسولؐ اور محبِ رسولؐ کو مسجد میں منبر پر بیٹھ کر سب وشتم کریں اور نہ ہی امیر زیاد جن کی اخلاقی تربیت سیدنا علیؓ جیسے معلم اخلاق کی آغوش میں ہوئی تھی، اس قسم کا رذیل فعل کر سکتے تھے۔ دوسرے جو گالیاں اُن کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اُن میں حضرت علیؓ کا نام تک نہیں اور نہ ہی وہ حقیقت میں گالیاں ہیں۔ مثال کے طور پر علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے،

فلما کان اول خطبۃ خطبھا زیاد بالکوفۃ ذکرھا فی اخرھا فضل عثمانؓ وذم من قتلہ او اعان علی قتلہ فقام حجر

جب زیاد نے کوفہ میں اپنا پہلا خطبہ دیا تو اس کے آخر میں سیدنا عثمانؓ کی فضیلت بیان کی اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی جنہوں نے عثمانؓ کو قتل کیا یا ان کے قتل پر اعانت کی۔ پس حجر کھڑے ہو گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱)

طبری نے نقل کیا:۔

ذکر عثمان واصحابہ فقرظھم وذکر قتلتہ ولعنھم فقال حجر

اُس نے سیدنا عثمانؓ اور اُن کے اصحاب کا ذکر کیا اور اُن کی تعریف کی اور اُن کے قاتلوں کا ذکر کیا اور اُن پر لعنت بھیجی تو حجر کھڑے ہو گئے۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے:۔

وترحم علی عثمان ولعن قاتلیہ وقال حجر

اُس نے عثمانؓ پر رحمت بھیجی اور اُن کے قاتلوں پر لعنت۔ پس

حجر نے کہا۔

(ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۳)

اسی طرح کے الفاظ ابن اثیر نے الکامل میں اور مروج الذہب میں مسعودی نے اور دیگر مورخین نے اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ مقام غور ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی فضیلت بیان کرنا اور ان کے قاتلوں کی مذمت کرنا اور ان لوگوں کی مذمت کرنا جنہوں نے اس معاملہ میں قاتلوں کی امداد کی۔ سب وشتم میں شمار ہوتا ہے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ گالیاں ہیں تو اس میں سیدنا علیؓ کا نام کہاں سے آگیا؟ کیا سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کے قاتل تھے؟ یا انہوں نے قتل عثمانؓ پر قاتلوں کی اعانت کی تھی یا اُن کے قتل میں اُن کا کوئی ہاتھ تھا؟ ہرگز نہیں اور اگر ایسی باتیں کرنا سیدنا علیؓ کو سب وشتم کرنا ہے تو پھر سیدنا علیؓ نے خود بھی اپنے آپ کو گالیاں دی ہیں۔

(ملاحظہ ہو طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ صفحہ ۲۰۷، ابن عساکر جلد ۸ صفحہ ۸۵)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب وشتم نہیں ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کلمات سیدنا علیؓ کو گالیاں دینا ہے وہ ایک تو خود سیدنا علیؓ کو سب وشتم کرنے والا سمجھتا ہے، حالانکہ وہ ایسے نہیں تھے۔

دوسرے سیدنا علیؓ کو قاتلان عثمانؓ یا اُن کے ساتھیوں میں سے سمجھتا ہے اور سیدنا علیؓ اس سے بھی بری ہیں۔

تیسرے اگر کسی مستحق لعنت پر لعنت کرنا سب وشتم کرنا ہے تو پھر معاذ اللہ اس سے ذات نبوت پر بھی حرف آتا ہے بلکہ ذاتِ خداوندی بھی اس سے ملوث ہوتی ہے، کیونکہ قرآن اور احادیث نبویہ میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے لعنت کے مستحقین پر لعنت بھیجی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر اس چیز کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ اور امیر زیاد اپنے خطبوں میں برسرِ منبر سیدنا علیؓ پر سب وشتم کرتے تھے تو اُن کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کا یہ کونسا اسلامی طریقہ ہے کہ مسجد میں کھڑے ہو کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو بے نقط سنائی جائیں، اور سب وشتم کیا جائے اور مزید برآں یہ کہ اُن پر کنکر مارے جائیں بلکہ اپنے حسنِ اخلاق اور خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ اُن کو اس فعل شنیع سے روکا جاتا ہے

پانچویں چیز اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مؤرخین نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ حجر بن عدی اور اُن کے ساتھی سیدنا معاویہؓ کو سب وشتم کیا کرتے تھے اور اُن سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے نہ کہ سیدنا مغیرہؓ اور امیر زیاد سیدنا علیؓ پر سب وشتم کرتے، چنانچہ ابن کثیرؒ حجر بن عدی اور اُن کے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ویسبون معاویة ویتبرؤن منه

وہ معاویہؓ کو سب وشتم کرتے اور اُن سے بیزاری کا اظہار کرتے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۰)

علامہ ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں:۔

فبلغ ان حجرًا یجتمع الیه شیعة علی ویظهرون لعن معاویة والبراءة منه وانهم حصبوا عمرو بن حریث

امیر زیاد کو پتہ چلا کہ حجر کے پاس شیعانِ علیؓ جمع ہوتے ہیں اور سیدنا معاویہؓ پر کھلم کھلا لعنت بھیجتے ہیں اور اُن سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور انہوں نے قائم مقام گورنر کوفہ عمرو بن عدی حریث کو پتھر بھی مارے ہیں۔

قریباً یہی الفاظ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک جلد ۴ صفحہ ۱۹۰ اور علامہ ابن اثیر نے اپنی کتاب تاریخ الکامل جلد ۳ صفحہ ۱۸۷ پر اور ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۱ پر نقل کئے ہیں۔

پھر کوتوال شہر شداد بن الہیثم نے جب حسین بن عبداللہ الہمدانی کو چند آدمیوں کیساتھ حجر کو بلانے کے لیے بھیجا ہے تو طبری کے الفاظ ہیں کہ:۔

فسبونا وشتمونا

حجر اور اُن کے ساتھیوں نے ہمیں سب وشتم کیا اور بُرا بھلا کہا۔

چھٹی چیز اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر واقعی حجر بن عدیؓ مظلوم شہید کئے گئے تو

اُن کے قتل کا الزام سیدنا معاویہؓ کو کیوں دیا جاتا ہے، الزام اگر دینا ہے تو امیر زیاد کو دیا جائے یا اُن ستر گواہوں کو دیا جائے جنہوں نے گواہی دی کہ حجرؓ اور اُن کے ساتھی باغی ہیں۔ اب اگر گواہوں نے غلط گواہی دی تو اس کا گناہ گواہوں پر ہے یا غلط گواہ بھیجنے والے پر نہ کہ فیصلہ کرنے والے پر۔ چنانچہ حجر بن عدیؓ کے قتل کے بعد سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے جب سیدنا معاویہؓ سے فرمایا:۔

یا معاویة: ما خشیت الله فی قتل حجر واصحابه

اے معاویہؓ! تمہیں حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرتے وقت خدا کا خوف نہ آیا۔

تو جواب میں سیدنا معاویہؓ ام المؤمنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا:۔

لست انا قتلتهم انما قتلهم من شهد علیهم

میں نے اُنھیں قتل نہیں کیا بلکہ انھیں اُن لوگوں نے قتل کیا ہے جنہوں نے اُن کے خلاف شہادت دی ہے۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۸)

سیدنا معاویہؓ نے تو ستر شاہدوں کی شہادت پر جو امیر زیاد نے قلمبند کر کے انھیں بھیجی تھی جن میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ، عالی مرتبت تابعینؒ اور عظیم الشان صلحائے اُمت تھے، ان کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اب اگر گواہوں کی شہادتیں غلط اور خلافِ حقیقت تھیں تو اس کا گناہ اُن پر ہے۔ سیدنا معاویہؓ تو اس سے بری الذمہ ہیں۔

ساتویں چیز یہ کہ اگر واقعی حجر بن عدی مظلوم شہید ہوئے اور سیدنا معاویہؓ نے اُن کو مظلوم شہید کیا تو قاتل اور مقتول دونوں اب حق تعالیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اب وہاں حق و باطل اور ظالم و مظلوم کے درمیان امتیاز ہو جائے گا۔ ہمیں ان امور میں اُلجھنے کی کیا ضرورت ہے اور صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع کا کیا حق ہے؟ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حجر بن عدیؓ کے قتل کے بعد ایک دفعہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے سیدنا معاویہؓ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا کہ:۔

این ذھب عنك حلمك یا معاویۃ حین قتلت حجراً

اے معاویہؓ! جب تم نے حجر کو قتل کیا تو اُس وقت تمہارا حلم اور تمہاری بردباری کہاں گئی تھی؟

آپ نے ام المومنین سلام اللہ علیہا کے جواب میں کہا:۔

"اماں! آپ کے ساتھ میرے سلوک کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔"

سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:۔

انك بخیر لبار

میرے ساتھ تو تم بہت اچھا سلوک کرنے والے اور میری اطاعت کرنے والے ہو۔

سیدنا معاویہؓ نے کہا:۔

یکفینی ھذا عند اللہ وغدا الی والحجر موقف بین یدی اللہ عز وجل

مجھے اللہ کے ہاں یہی کافی ہے۔ کل مجھے اور حجر کو حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

ایک اور روایت میں جواب کے الفاظ یوں مروی ہے۔

فدعینی وحجرا حتی نلتقی عند ربنا

آپ میرے اور حجر کے معاملہ کو رہنے دیں یہاں تک کہ ہم دونوں بارگاہ ایزدی میں ملیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۳-۵۵، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۵۶)

علامہ ابن کثیرؒ نے سیدنا معاویہؓ کا یہ جواب بھی نقل فرمایا ہے:۔

یا ام المومنین انی رأیت فی قتلھم صلاحاً للامۃ وفی مقامھم فساداً للامۃ

اے ام المومنین! میں نے اُس کے قتل میں امت محمدیہ کی بہتری اور

اُس کے چھوڑنے میں اُمت کی خرابی دیکھی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۵)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

یا ام المؤمنین! انی وجدت قتل رجل فی صلاح الناس خیر من استحیائہ فی فسادھم

ام المؤمنین! میں نے لوگوں کی بہتری اور خیر خواہی کے لیے ایک شخص کا قتل اُس کی زندگی سے بہتر سمجھا جس سے لوگوں میں فساد اور فتنہ برپا ہو۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۵)

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ایک شخص جب فتنہ و فساد برپا کرتا ہے تو پھر اُس کے فتنہ و فساد کی وجہ سے بعض دفعہ لاکھوں انسان قتل ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے قرآن حکیم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا:۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

فتنہ و فساد قتل سے بھی شدید تر ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جب سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کے قاصد سیدنا عبدالرحمٰن بن حارثؓ نے جب سیدنا معاویہؓ سے کہا کہ کیا آپ نے حجر بن عدیؓ کو قتل کر دیا تو جواب میں آپ نے جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

قتلہ احب الی من ان اقاتل معہ مائۃ الف

اُس اکیلے کا قتل میرے نزدیک زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ میں (بعد میں) اُس کی وجہ سے ایک لاکھ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۴)

گویا کہ حجر بن عدیؓ اور اُس کے چند ساتھیوں کو قتل کر کے سیدنا معاویہؓ نے اُمت کے کئی لاکھ انسانوں کو قتل سے بچا لیا۔ وگرنہ حجر اور اُس کے چند ساتھیوں کی سازش اگر کامیاب ہو جاتی تو نہیں معلوم جمل و صفین کی طرح پھر کتنی زبردست جنگوں میں اُمت کو مبتلا ہونا پڑتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُس کے نتیجہ میں کتنے لاکھ نفوس میدانِ جنگ میں کام آتے اور کتنے سالوں تک امت اطمینان کی حالت کو ترستی رہتی۔ ہم تو ابھی تک جمل اور صفین کی جنگوں کے پیدا کردہ فتنے کو فرو نہیں کر سکے اگر خدانخواستہ پھر فتنہ کھڑا ہو جاتا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُمت کا اس میں کس قدر جسمانی اور روحانی نقصان ہوتا۔ سیدنا معاویہؓ کا امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اِس طریقے سے اُمت کو فتنہ و فساد کی مہلک آگ سے بچا لیا۔

www.KitaboSunnat.com

⑧

سیدنا علیؓ پر سبّ و شتم

سیدنا معاویہؓ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں ایک نہایت مکروہ بدعت شروع کی کہ وہ خود اور اُن کے تمام گورنر اپنے خطبوں میں برسرِ عام سیدنا علیؓ پر سبّ و شتم کرتے یہاں تک کہ مسجدِ نبوی کے منبر پر بھی آپ پر سبّ و شتم کی بوچھاڑ ہوتی۔

یہ اعتراض بھی ایسا ہے جو جعلی اور موضوع روایات پر مبنی ہے کیونکہ بنو امیہ کے عمّال اور سربراہان کے امیج (IMAGE) کو خراب کرنے کے لیے دشمنانِ اسلام نے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے، اس قسم کی روایات وضع کی ہوئی ہیں، صحابہؓ جن کو حق تعالیٰ نے اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیا ہوا ہے اُن سے اس قسم کے اخلاق کا مظاہرہ محال اور ناممکن ہے۔ پھر جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(الحجرات - ۸)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور ایمان سے تمہارے دلوں کو مزیّن کر دیا اور کفر، فسوق اور عصیان کو تمہارے لیے مکروہ اور ناپسندیدہ بنا دیا یہی لوگ راشدین (ہدایت یافتہ) ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے احسان سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ :۔

ایمان کی محبت یہ ہے کہ بلا تفصیل اُن تمام احکام کی محبت ہو (یعنی فرائض اور مستحبات دونوں کی محبت ہو) اس کے مقابل حالت بعض مرتبہ کفر کی ہو گی۔ اور بعض مرتبہ صرف فسوق اور عصیان کی حد تک رہے گی۔ مومن کامل کے لیئے ضروری ہے کہ وہ صرف کفر ہی سے نہیں بلکہ فسق و عصیان سے بھی نفرت کرے۔"

(کتاب الایمان صفحہ ۱۷)

سب و شتم ان معنوں میں جن معنوں میں دشمنانِ صحابہؓ مراد لیتے ہیں "فسق" ہے، کیونکہ حدیث میں صاف الفاظ میں مرقوم ہے :۔

سباب المسلم فسوق

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

(بخاری)

اب اگر سب و شتم اپنے حقیقی معنوں میں ہے تو وہ "فسق" ہے اور قرآن صاف الفاظ میں صحابہؓ سے "فسوق" کی نفی کر رہا ہے۔ اب یا تو قرآن کو صحیح مان لیں یا اُن روایات کو صحیح مان لیں جن کے راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ جیسے کٹر شیعی اور ہشام بن الکلبی جیسے رافضی (لسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۱۶۹، المنتقیٰ صفحہ ۲۱) ہیں اور جنہوں نے صحابہؓ کی جو قرآن و حدیث کے اولین راوی ہیں۔ پوزیشن کو داغدار کرنے کے لیے ہزاروں جعلی روائتیں گھڑلی ہیں اور مؤرخین نے اُن کو اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔

سیدنا معاویہؓ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ سردار قریش سیدنا ابو سفیانؓ کے فرزند ارجمند اور یزید بن ابی سفیانؓ اور ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا کے بھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی ایسے والد کے چشم و چراغ تھے جس کی سیادت سارے عرب میں مسلم تھی۔ اُس والدہ کے بیٹے تھے جس نے فتح مکہ کے روز جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت

لی۔ اور زنا نہ کرنے کے متعلق فرمایا تو ہندہؓ والدہ سیدنا معاویہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے؟" اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر کہ "کسی پر بہتان نہ لگانا" ہندہؓ نے عرض کیا :۔

واللہ ان اتیان البہتان بقبیح وماتأمرنا الا بالرشد ومکارم الاخلاق

خدا کی قسم کسی پر بہتان باندھنا نہایت ہی بُرا ہے اور آپ ہم کو سوائے رشد اور ہدایت اور مکارم اخلاق کسی اور چیز کا حکم نہیں دیتے۔

(زرقانی جلد ۲ صفحہ ۳۱۶، کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۶)

ایسی بلند ہمت اور اعلیٰ اخلاق کی مالکہ عورت کا ایسا عظیم الشان بیٹا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خاص دُعاؤں سے نوازا ہو۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۰، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۸۷)

کیا دامادِ رسولؐ پر سب و شتم کر سکتا ہے یا اپنے عمال کو سب و شتم کا حکم دے سکتا ہے؟ یہ صرف دشمنانِ صحابہؓ نے صحابہؓ کو بدنام کرنے کے لیے ایسی روایات گھڑی ہوئی ہیں، حقیقت سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔

بخاری میں ایک روایت ہے جس سے اس سب و شتم کا پتہ چلتا ہے جس کو یار لوگوں نے گالی کے معنوں میں لیا ہے :۔

ان رجلا جاء الی سہل بن سعد فقال ھذا فلان لامیر المدینۃ یدعو علیاً عند المنبر قال فیقول ماذا قال یقول لہ ابو تراب فضحک وقال واللہ ما سماہ الا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما کان لہ اسم احب الیہ منہ

ایک شخص سیدنا سہلؓ کے پاس آیا اور بولا کہ امیر مدینہ منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علیؓ کو سب و شتم کرتا ہے۔ حضرت سہلؓ نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس نے کہا کہ وہ انھیں "ابوتراب" کہتا ہے۔ سیدنا سہلؓ ہنس پڑے اور فرمایا، خدا کی قسم اس نام سے تو انھیں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پکارا ہے اور آپ کے نزدیک ان کا اس سے زیادہ پیارا نام کوئی اور نہ تھا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۵)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سیدنا سہل بن سعدؓ سے یہ کہا گیا کہ:۔

ان امیر المدینہ یرید ان یبعث الیک تسب علیا عند المنبر، قال کیف اقول، قال تقول ابو تراب

امیر مدینہ آپ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ سے سیدنا علیؓ پر بر سر منبر سب کروانا چاہتا ہے۔ آپ نے کہا کیا کہوں؟ کہا کہ آپ انھیں ابوتراب کہیں۔

سیدنا سہل بن سعدؓ نے یہ سن کر فرمایا۔ بخدا یہ نام تو آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا ہوا ہے اور آپ کے نزدیک ان کا اس سے پیارا اور کوئی نام ہی نہیں تھا۔

(الاستیعاب جلد ۳ صفحہ ۵۴، فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۵۸)

ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی سیدنا علیؓ کو اُن کے اس لقب سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ محبوب تھا، پکارتا تو سبائی جن کی ایک اچھی خاصی تعداد شہادت عثمانؓ کے بعد سیدنا علیؓ کے گرد جمع ہو گئی تھی اور بظاہر "دوست بباطن دشمن" کے روپ میں اُن کے خلاف بھی زہر پھیلا رہی تھی، اُس شخص کو بدنام کرنا شروع کر دیتے کہ دیکھو فلاں شخص سیدنا علیؓ کو سب و شتم کر رہا ہے۔ اور سب و شتم کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ اُن کو اس لقب سے یاد کیا جاتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ محبوب تھا یعنی "ابوتراب"۔ آپ تاریخ کی کتابوں کو کنگال جائیے آپ کو سب و شتم کی اس کے علاوہ اور کوئی حقیقت نظر نہیں آئے گی۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ

اور ابن الکلبی اور اُن کے متبعین یہ تو نقل کریں گے کہ "سیدنا معاویہؓ اور اُن کے گورنر سیدنا علیؓ پر سب و شتم کرتے"۔ لیکن جب اُن سے سب و شتم کی حقیقت پوچھی جاتی ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ اُن کو خطبوں میں "ابوتراب" کہا جاتا۔ اصل میں "ابوتراب" کہنے والا سیدنا علیؓ کو سب و شتم نہیں کر رہا بلکہ "ابوتراب" کو سب و شتم سمجھنے والا دراصل سیدنا علیؓ کو سب و شتم کر رہا ہے۔

بعض حضرات اپنے موقف کی تائید میں صحیح مسلم کی یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

امر معاویۃ بن ابی سفیان سعدا فقال ما منعک ان تسب اباتراب، فقال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلن اسبہ الخ

سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ نے سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کو حکم دیا، پھر کہا آپ کو کس شی نے روکا ہے کہ آپ ابوتراب (سیدنا علیؓ) پر "سب" کریں انہوں نے جواباً کہا کہ جب میں ان تین ارشادات کو یاد کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علیؓ کے متعلق فرماتے تھے تو میں ہرگز اُن پر "سب" نہیں کر سکتا۔

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

اس روایت کے محدثین نے کئی جوابات دیئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

لیکن اس حدیث میں "سب" کا مطلب گالی نہیں بلکہ اختلاف رائے اور غلطی پر ٹوکنا ہے۔ کیونکہ "سب" کے معنی ہر جگہ گالی دینا نہیں ہوتا۔ اگر یہ بُرا بھلا کہنے اور گالی دینے کو بھی عربی زبان میں "سب" کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سفر میں صحابہؓ کو یہ ہدایت فرمائی کہ کل جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو تو:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلا یمس من مائھا شیئاً حتی اتی

میرے پہنچنے سے پہلے اُس کے پانی کو کوئی نہ چھوئے۔

اتفاقاً دو رفقاء قافلے سے آگے نکل کر چشمہ پر پہلے پہنچ گئے اور انہوں نے پانی پی لیا۔ آپؐ کو ان کی اس حرکت کا پتہ چلا تو آپ نے ان دونوں سے پوچھا کہ کیا تم نے اس چشمہ کے پانی کو استعمال کیا ہے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔

فسبھما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو "سبّ" فرمایا۔

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ (معاذ اللہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو گالی گلوچ کیا یا اُن پر سب وشتم کی بوچھاڑ کر دی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے اُن دونوں کی غلطی پر اُن کو ٹوکا یا ان کے اس کام سے اختلاف فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ "سبّ" کا ہر جگہ معنی گالی ہی نہیں ہوتا بلکہ "اختلاف رائے کرنا" اور "غلطی پر ٹوکنا" بھی ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ اور دوسرے اکابر بنو امیہ کو بدنام کرنے کی خاطر ایسی روایتیں وضع کی گئیں ورنہ سیدنا معاویہؓ نہ تو سیدنا علیؓ کے مخالف اور دشمن تھے کہ ان پر سب وشتم کرتے اور نہ کم ظرف تھے کہ سیدنا علیؓ کے فضائل اور مناقب کا اعتراف نہ کرتے۔ آپ نے اپنے آخری خطبہ میں تمام لوگوں کے سامنے سیدنا علیؓ کے اپنے سے افضل اور بہتر ہونے کا اعتراف فرمایا:۔

لن یاتیکم من بعدی الا من انا خیر منہ کما ان من قبلی کان خیر منی

میرے بعد تمہارے پاس جو (خلیفہ) بھی آئے گا میں اُس سے بہتر ہوں گا جس طرح مجھ سے پہلے جتنے خلفاء تھے۔ مجھ سے بہتر تھے۔

(ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲)

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ سیدنا علیؓ کا اکثر ذکر کر کے رویا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص ضرار صدائی آپ کے پاس آیا جو سیدنا علیؓ کے حاشیہ نشینوں میں سے تھا۔ اس کو دیکھ کر آپ کو سیدنا علیؓ کی یاد آئی۔ فرمایا، ضرار! سیدنا علیؓ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ اُس نے پہلے تو انکار کیا، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس محبوب و محترم کی یاد میں اپنے قلب کو نمناک کریں، لیکن سیدنا معاویہؓ کو اپنے بھائی اور ساتھی کا تذکرہ سننے کا اشتیاق تھا، لہٰذا آپ نے اصرار فرمایا۔ آپ کے اصرار سے متاثر ہو کر ضرار نے آپ کی شخصیت کا ایسا نقشہ کھینچا جو شنیدنی ہے۔ کہا:۔

"حضرت! وہ نہایت بلند حوصلہ اور قوی تھے۔ نپی تلی بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ سراپا علم بلکہ ہر سمت سے علم کا چشمہ پھوٹا ہوا تھا۔ حکمت کا دریا موجزن تھا۔ دنیا اور اُس کی دل فریبیوں سے ایک گونہ تنفر تھا۔ رات کی تیرگی اور وحشت سے انتہائی اُنس تھا۔ آخرت کے لیے بہت فکرمند بلکہ ہر وقت اسی فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ لباس کی سادگی دیدنی تھی۔ کھانا تکلفات سے یک قلم خالی، سادہ اور موٹا جھوٹا، ہم ہی کی طرح رہتے تھے۔ کچھ امتیاز نہیں تھا۔ جب ہم کچھ پوچھتے تو اس کا جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ باوجودیکہ وہ ہم سے محبت کرتے تھے اور ہم اُن سے، وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رعب و داب اور آپ کی ہیبت اور وجاہت ہمارے دلوں پر اس طرح مستولی تھی کہ ہم آپ سے بات نہ کر سکتے تھے۔ متدین حضرات کی عظمت اُن کے قلب میں تھی اور غرباء کو ہمیشہ اپنا مقرب بناتے تھے، اُنکے سامنے طاقتور ناحق میں طمع نہیں کر سکتا تھا اور ضعیف و ناتواں عدل و انصاف سے کبھی مایوس نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر مواقع پر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کاروانِ شب رخت سفر باندھنے کو ہے۔ چاند اپنے سفر کی منزلیں طے کر کے منزلِ مقصود کی جانب رینگتا ہوا جا رہا ہے، جھلملاتے تارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چراغ سحری کی طرح اپنے آخری سانسوں پر ہیں اور زاہدان شب زندہ دار دعائے نیم شبی کے لیے اپنے نرم و نازک بستروں پر کروٹیں لے رہے ہیں لیکن وہ اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیے مارگزیدہ اور عاشق خواب نادیدہ کی طرح بے قرار اور اشکبار دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے۔ فرما رہے ہیں۔ اے دنیا! اے فریب دینے والی دنیا! یہ فریب کسی اور کو دے، تو مجھ سے اپنی چاہت اور انسیت کا اظہار کر رہی ہے اور بڑے اشتیاق سے میری جانب لپک رہی ہے۔ حالانکہ میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہوئی ہیں اور تجھے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر حرام قرار دیا ہوا ہے۔ میں کبھی بھی تیری طرف آنے کا نہیں۔ تیری عمر قلیل اور تیرا مقصد ذلیل، لیکن راستہ اور سفر طویل اور زاد راہ بالکل حقیر و قصیر ہے۔"

یہ سننا تھا اور دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ سیدنا معاویہؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں رواں تھیں اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:۔

رحم اللہ ابا الحسن، کان واللہ کذالک، کان واللہ کذالک

اللہ تعالیٰ ابوالحسن (سیدنا علیؓ) پر رحم فرمائے۔ واللہ! وہ ایسے ہی تھے وہ ایسے ہی تھے۔

(الاستیعاب جلد ۳ صفحہ ۴۳-۴۴، روضۃ النظرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

سیدنا علیؓ کے سیاسی فکر سے اختلاف ہونے کے باوجود آپ اُن کے تقویٰ فضل و کمال، عدل و مساوات، سلامتی طبع، امانت و دیانت اور علم و حکمت کے معترف تھے۔ چنانچہ جب آپ کو سیدنا علیؓ کی شہادت جانکاہ کی خبر پہنچی تو آپ اس وقت اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ فاختہ بنت قرظہؓ کے ہاں استراحت فرما رہے تھے۔ خبر سنتے ہی آپ فوراً اُٹھ بیٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس کے بعد رونا شروع کر دیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے کہا:۔

أتبكيه وقد قاتلته

آپ اُن پر آنسو بہا رہے ہیں حالانکہ آپ اُن سے لڑ چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔

انك لا تدرين ما فقد الناس من الفضل والفقه والعلم

تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگوں نے ایک ایسے آدمی کو کھو دیا جو علم و فضل اور فقہ میں فقید المثال تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۰)

سیدنا علیؓ پر معاویہؓ کا سب و شتم کرنا اور اپنے گورنروں کو اس کی تلقین کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ جب کہ آپ کسی کے منہ سے سیدنا علیؓ کے خلاف کوئی بات بھی سننے کیلئے تیار نہ تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت بسر بن ارطاۃؓ نے سیدنا معاویہؓ اور سیدنا زید بن عمر الخطابؓ کی موجودگی میں سیدنا علیؓ کے بارہ میں کوئی نازیبا کلمہ کہہ دیا۔ سیدنا معاویہؓ نے اُس پر ابن ارطاۃؓ کو زجر و توبیخ کی اور فرمایا:۔

تشتم علیاً وھو جدہ

تم علیؓ کو برا بھلا کہتے ہو حالانکہ وہ ان کے نانا ہیں[1]

(ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۵، طبری جلد ۴ صفحہ ۲۴۸)

---

[1] زید بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما سیدنا عمر امیر المومنین کے صاحبزادے اور سیدنا علیؓ کے نواسے تھے۔ کیونکہ سیدنا علیؓ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ جو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔ سیدنا عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔ اس لحاظ سے سیدنا عمرؓ سیدنا علیؓ کے داماد تھے۔ بعض جاہل حضرات اپنے گروہی تعصب کی وجہ سے اس نکاح کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیعہ سنی دونوں مذاہب کی معتبر کتابیں اس نکاح کی ناقابل تردید شہادت دیتی ہیں۔ اور کوئی صاحب علم اس بات کی جرأت نہیں کر سکتا کہ سیدنا عمرؓ کی سیدنا علیؓ سے اس رشتہ داری کا انکار کر سکے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی سب سے معتبر کتاب فروع کافی میں ہے کہ امام جعفر الصادقؒ سے کسی نے اس نکاح کے بارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ سیّدنا معاویہؓ نہ تو خود اور نہ ہی ان کے گورنر سیّدنا علیؓ کو اپنے خطبات میں سبّ وشتم کرتے تھے، کیونکہ جب ایک خاص مجلس میں سیّدنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:۔

ان ذالک فرج غصبناہ

یہ ایک رشتہ تھا جو ہم سے چھین لیا گیا۔ (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

۲۔ اسی کافی میں ایک اور مقام پر آتا ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادقؒ سے پوچھا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ اپنی عدت کے ایام اپنے گھر میں گزارے یا جہاں چاہے گزار سکتی ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جہاں چاہے گزار سکتی ہے۔ اس لیے کہ جب سیّدنا عمرؓ فوت ہوئے تو سیّدنا علیؓ اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے گھر لے گئے۔

(فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱، تہذیب الاحکام جلد ۲ صفحہ ۲۳۸، الاستبصار جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)

۳۔ سیّدنا جعفر صادقؒ اپنے ابا سیّدنا محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ام کلثومؓ بنت علیؓ اور اُن کا صاحبزادہ سیّدنا زید بن عمرؓ بن الخطاب ایک ہی گھڑی میں فوت ہوئے، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان دونوں میں پہلے کون فوت ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ بن سکے اور ان دونوں پر نماز جنازہ اکٹھی پڑھی گئی۔

(تہذیب الاحکام جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

۴۔ ملّا باقر مجلسی جو شیعہ مذہب کے خاتم المحدثین کہے جاتے ہیں ایک مقام پر ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ام کلثوم فھی التی تزوجھا عمر بن الخطاب

یہ وہی ام کلثوم ہیں جن سے عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا تھا۔

(بحار الانوار صفحہ ۶۲۱ باب احوال اولادہ وازواجہ وامہات اولادہ)

۵۔ قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب میں محمد بن جعفرؒ بن ابی طالب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

معاویہؓ نے اپنے خاص رفیق سیّدنا بسر بن ارطاۃؓ کو جب انہوں نے کسی وجہ سے سیّدنا علیؓ کی شان میں کوئی نازیبا سا لفظ کہا، ڈانٹ دیا اور سیّدنا علیؓ کے نواسے اور سیّدنا فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے کے جذبات کا احترام فرمایا تو ایسا شخص برسرِ عام اس فعل کا کیسے ارتکاب کر سکتا ہے اور تمام اہل بیت نبوت کے جذبات کو اس طرح کیسے مجروح کر سکتا ہے؟

تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت بھی فراہم کرتے ہیں کہ سیّدنا معاویہؓ کو سیّدنا علیؓ اور ان کے خاندان سے بہت محبت تھی اور آپ اُن کی بہت تعظیم و توقیر فرمایا کرتے تھے مختلف قسم کے ہدیے اور تحائف ان کی خدمت میں ارسال فرماتے اور وہ بصد خوشی و مسرت اُن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) محمد بن جعفر بعد از موت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ باعدم کفات از روئے اکراہ در حبالۂ عمر بود وتزویج نمود

محمد بن جعفر نے سیّدنا عمرؓ کی وفات کے بعد سیّدنا علیؓ امیر المؤمنین کے داماد ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ام کلثوم کو جو کفو کے نہ ہونے کی وجہ سے جبری طور پر حضرت عمرؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں، نکاح کیا۔ (مجالس المؤمنین صفحہ ۱۹۵)

۶۔ انہی ام کلثومؓ سے سیّدنا عمرؓ کی ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی جس کا نام "رقیہ" تھا۔ ان رقیہ بنت عمرؓ کا نکاح ابراہیم بن نعیم نحام عدوی سے ہوا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ابراھیم بن نعیم نحام عدوی کانت عندہ رقیۃ بنت عمر وامھا ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب

ابراہیم بن نعیم نحام عدوی اُن کے نکاح میں رقیہ بنت عمرؓ تھیں جن کی والدہ ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب تھیں۔ (کتاب المجر صفحہ ۵۴)

(تفصیل کے لیے دیکھئے مجالس المؤمنین صفحہ ۱۸۲، ۱۹۵، صفحہ ۸۷، تہذیب الاحکام صفحہ ۲۳۸، مرأۃ المقصول صفحہ ۴۴۸، صفحہ ۱۹، اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ صفحہ ۲۰۴، کتاب المجر صفحہ ۴۳۷)

اہل السنت والجماعت کی حدیث اور تاریخ کی ہر کتاب میں اس نکاح کا تذکرہ مذکور ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدیوں کو قبول فرماتے۔

ا۔ آپ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کی مختلف تحائف اور ہدیوں سے خاطر و مدارات فرماتے

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۴۱)

ب۔ آپ سالانہ دس دس لاکھ درہم سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو دیتے اور اُن کے بیٹے یزید بیس لاکھ درہم دیتے رہے۔ اتنی ہی رقم سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو دیتے اور سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ (جو سیدنا حسینؓ کے بہنوئی اور آپ کی بہن سیدہ زینبؓ کے خاوند تھے) کو دیتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۸۲۲)

ج۔ ان سالانہ دس لاکھ درہموں کے علاوہ اور بہت سے ہدیے بھی سیدنا حسینؓ کو بھیجتے جو وہ بصد خوشی قبول فرماتے۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۷)

د۔ سیدنا حسینؓ کبھی اکیلے اور کبھی اپنے بھائی سیدنا حسنؓ کے ساتھ ہر سال سیدنا معاویہؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور وہ ان کی بہت عزت و تکریم فرماتے اور ان کو بہت تحائف وغیرہ دیتے۔ سیدنا حسنؓ کی وفات کے بعد بھی ہر سال آپ سیدنا معاویہؓ کے پاس جاتے اور وہ ان کو بہت عطیات وغیرہ دیتے اور بہت عزت و تکریم سے پیش آتے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)

ھ۔ ایک مرتبہ سیدنا معاویہؓ نے سیدنا حسنؓ کو چالیس لاکھ درہم دیئے اور ایک مرتبہ دونوں بھائیوں کو بیس بیس لاکھ درہم عطا فرمائے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

اب اندازہ فرمائیے کہ جو شخص سیدنا علیؓ کے صاحبزادوں اور اُن کے قرابت داروں کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتا ہے اور ان کو مختلف عطیوں اور تحائف سے نوازتا ہے اُس کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود سیدنا علیؓ پر برسرِ منبر رسولؐ سب و شتم کرتا ہوگا؟ اور اگر بقول ان کذاب رپورٹروں کے سیدنا معاویہؓ ایسا کرتے تھے تو ان صاحبزادوں

اور سیدنا علیؓ کے دیگر قرابت داروں کی حمیت و غیرت کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ پھر بھی ان کے ہدیوں اور تحائف کو قبول کرتے بلکہ خود یہ ہدیے اور تحائف لینے کے لیے سیدنا معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے۔ اصل بات یہ ہے کہ نہ سیدنا معاویہؓ اور اُن کے گورنر سب و شتم کے فعل قبیح کے مرتکب ہوتے تھے اور نہ ہی سیدنا علیؓ کے قرابت دار غیرت و حمیت سے عاری تھے۔ یہ دراصل سبائیوں کی بنائی ہوئی روایات ہیں جو بنو امیہ کو بدنام کرنے اور عوام کے دل سے اُن کی عزت و توقیر نکالنے کے لیے وضع کی گئی تھیں۔ اگر سبائی راویوں کی روایات پر ہی اعتماد کر کے صحابہؓ کو مطعون کرنا مقصود ہے تو اُن کی وضع کردہ روایات سے تو سیدنا علیؓ کا دامن بھی نہیں بچا۔ سیدنا معاویہؓ پر تو انہوں نے صرف یہی الزام عائد کیا ہے کہ وہ سیدنا علیؓ کو "ابو تراب" کہتے تھے اور یہ سب و شتم تھا۔ لیکن روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ سیدنا علیؓ کے لشکری اور حامی سیدنا معاویہؓ کو بُرا بھلا کہتے آپ نے اُن لوگوں کو اس فعل قبیح سے باز کرنے کے لیے ایک گشتی مراسلہ (CIRCULAR) تمام شہروں میں ارسال فرمایا جس سے لوگوں کو سیدنا معاویہؓ کے مقام سے آشنا فرمایا اور اُن کی دینی منقبت اور علو مرتبت کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا۔ اُس گشتی مراسلہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

وکان بدء امرنا التقینا والقوم من اھل الشام والظاھر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ ولا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہ براء

اور ابتداء ہمارے واقعات کی اس طرح ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور اُن کا ربّ ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک اور ہماری اور ان کی اسلام کے بارہ میں دعوت بھی ایک۔ نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ان باتوں میں ہم سے زیادہ ہیں۔ پس ہمارا اور اُن کا معاملہ ایک ہے۔ اختلاف صرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادتِ عثمانؓ کے بارہ میں ہے اور ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

(نہج البلاغت جلد ۲ صفحہ ۱۱۸)

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ سیدنا علیؓ کے لشکر کے آدمی سیدنا معاویہؓ، سیدنا عمرو ابن العاصؓ، اور اُن کے دوسرے ساتھیوں پر سب وشتم اور لعن طعن کرتے تھے بلکہ نمازوں میں بھی اُن پر لعنتیں بھیجتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ تحکیم کے فیصلے کے بعد ابن عباسؓ اور شریح بن ہانیؓ سیدنا علیؓ کے پاس آگئے۔ اب اُن کا دستور یہ ہو گیا تھا کہ نمازِ فجر میں یہ معاویہؓ، عمرو ابن العاصؓ، ابوالاعور السلمیؓ، حبیبؓ، عبدالرحمٰن بن خالدؓ بن ولید، ضحاک بن قیسؓ اور ولیدؓ پر نام لے کر لعنتیں بھیجتے۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۴۰، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۸، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۸۳، ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

طبری کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے سیدنا معاویہؓ اور سیدنا عمرو بن العاصؓ کو الفاجر بن الفاجر اور الفاجر بن الکافر کہا۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۵۸)

ابوحنیفہ الدینوری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا علیؓ کو یہ اطلاع ملی کہ حجر بن عدیؓ اور عمرو بن الحمق سیدنا معاویہؓ کو سب وشتم کرتے اور دوسروں کو سب وشتم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اہلِ شام پر لعنتیں بھیجتے ہیں۔ آپ نے ان دونوں کو کہلا بھیجا کہ وہ ایسی باتوں سے فوراً اپنی زبان کو روکیں۔ دونوں سیدنا علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کیا، امیر المؤمنین! کیا ہم حق پر اور اہلِ شام باطل پر نہیں ہیں۔ آپ نے جواب دیا، ربِ کعبہ کی قسم درست ہے۔ انہوں نے کہا پھر آپ ہمیں انھیں گالیاں دینے اور ان پر لعن طعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ تم گالیاں دینے والے اور لعن طعن کرنے والے بن جاؤ۔ بلکہ ایسا کہا کرو کہ اے اللہ! اُن کے اور ہمارے درمیان خونریزی کو بند فرما اور ہمارے درمیان صلح وآشتی اور الفت ومحبت پیدا فرما اور اُن کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے راستہ پر ڈال حتیٰ کہ یہ حق کو پہچان لیں اور گمراہی کی گہرائیوں سے

نکل جائیں۔

(اخبار الطوال صفحہ ۱۶۵)

علامہ ابن کثیر نے نقل فرمایا ہے کہ صفین کے شرکاء میں سے ایک شخص نے کہا:

اللّٰھم العن اھل الشام

اے اللہ! اہلِ شام پر لعنت فرما۔

سیدنا علیؓ نے جب یہ سُنا تو فرمایا:

لا تسب اھل الشام فان بھا الابدال فان بھا الابدال فان بھا الابدال

اہلِ شام کو سب وشتم مت کرو، کیوں وہاں ابدال رہتے ہیں، وہاں ابدال رہتے ہیں، وہاں ابدال رہتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۰)

ابن جریر نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا علیؓ نے صفین میں ایک خطبہ کے دوران فرمایا:

فان معاویۃ وعمرو ابن العاص، وابن ابی معیط وحبیب بن مسلمہ وابن ابی سرح والضحاک بن قیس لیسوا باصحاب دین ولا قرآن وانا اعرف بھم منکم قد صحبتھم اطفالاً وصحبتھم رجالاً فکانوا شر اطفال وشر رجال"

یہ معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، ابن ابی معیطؓ، حبیب بن مسلمہؓ، ابن ابی سرحؓ، ضحاک بن قیسؓ دین اور قرآن سے تعلق رکھنے والے نہیں ہیں۔ میں انہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور جب یہ جوان ہوئے اُس وقت بھی ان کے ساتھ رہا یہ بچے تھے تو بدترین تھے اور مرد تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو بدترین تھے۔

(مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۸، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۱، ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، طبری جلد ۴ صفحہ ۲۴، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۷۲)

طبری ہی نے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علیؓ نے سیدنا معاویہؓ کے ایک وفد سے فرمایا:۔

"معاویہؓ وہ ہیں جن کے لیئے حق تعالیٰ نے دین میں کوئی فضیلت نہیں رکھی ہے اور نہ اسلام میں ان کا کوئی قابل ستائش کارنامہ ہے۔ وہ خود بھی طلقاء میں سے ہیں اور اُن کے والد (ابوسفیانؓ) بھی طلقاء میں سے تھے۔ احزاب میں سے ہیں (جو جنگ خندق میں مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے آئے تھے) یہ اور ان کے والد اللہ اور اس کے رسول کے ہمیشہ دشمن رہے۔ یہاں تک کہ اسلام کو بادل نخواستہ قبول کیا۔

(طبری جلد ۴ صفحہ ۴)

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ سیدنا علیؓ کا دارالخلافہ رہ چکا تھا اور ان کے حامیوں کی تعداد یہاں کافی تھی۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:۔

یسبون معاویۃ ویتبرؤن منہ

یہ لوگ سیدنا معاویہؓ پر سب وشتم کرتے تھے اور اُن سے اپنی برأت کا اظہار کرتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۰)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ

"جب سیدنا علیؓ کوفہ تشریف لائے تو اُن کے حامی اور ساتھی سیدنا عثمانؓ کی بدگوئی کرنے لگے۔ بنو الارقم نے کہا کہ:۔

لا نقیم ببلد یشتم فیہ عثمان

ہم ایسے شہر میں نہیں رہ سکتے جہاں سیدنا عثمانؓ کو گالیاں دی جاتی ہوں

چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

فخرجوا الی الجزیرۃ فنزلوا الرھا وشھدوا مع معاویۃ الصفین

وہ جزیرہ کی طرف چلے گئے اور رہا کے مقام پر مقیم ہو گئے اور سیدنا معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین میں سیدنا علیؓ کے مقابل صف آرا ہوئے۔

(المحبر صفحہ ۲۹۵)

یہی وجہ تھی کہ جنگ صفین کے موقع پر بھی سیدنا علیؓ کے سپاہی سیدنا معاویہؓ اور اہل شام کو سب وشتم کرتے۔ سیدنا علیؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اپنے ساتھیوں اور لشکریوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

انی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین

میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم سب وشتم کرنے والے بنو۔

(نہج البلاغۃ صفحہ ۳۹۸)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب وشتم سیدنا معاویہؓ کی طرف سے شروع نہیں کی گئی تھی، بلکہ اس کی ابتدا سیدنا علیؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے ہوئی تھی اور سیدنا معاویہؓ اور اُن کے ساتھیوں کی طرف سے سب وشتم کی جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہ سب کچھ جوابی کارروائی کے طور پر تھا۔ اور مؤرخانہ نقطہ نظر سے بھی سیدنا علیؓ کی طرف سے "تلاعن" اور "سب وشتم" کی جو روایات مروی ہیں وہ اُن روایات سے زیادہ قوی ہیں۔ جو سیدنا معاویہؓ سے مروی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ سیدنا علیؓ اور نہ ہی سیدنا معاویہؓ کسی پر لعن طعن اور سب وشتم کرتے تھے۔ ہاں سیدنا علیؓ کے لشکر کے وہ لوگ جو سبائی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے اور جن کا مقصدِ زندگی ہی صحابہؓ کی مخالفت کرنا تھا۔ وہ ضرور اس فعل قبیح کے مرتکب ہوتے تھے، لیکن سیدنا علیؓ ان کو بار بار سمجھاتے اور اس فعل سے باز رکھتے جیسا کہ روایات میں آتا ہے، لیکن یہ دونوں جلیل القدر صحابہؓ اس "تلاعن" اور "سب وشتم" سے بالکل بری تھے۔ اور ان کی طرف اس فعل کی نسبت اُن کی توہین ہے، اور اس بارہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو روایات مروی ہیں وہ کذب و افترا کا پلندہ ہیں، چنانچہ قاضی ابوبکر ابن عربیؒ ان جیسی روایات کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

هذا كله كذب صراح، ما جاء منه حرف قط، وانما هو شئ اخبر عنه المبتدعة، ووضعت التاريخة للملوك فتوارثه اهل المجانة والجهارة بمعاصى الله والبدع

یہ سب صریح کذب ہے ان میں سے ایک حرف بھی وقوع میں نہیں آیا۔ ان واقعات کو صرف اہل بدعت نے نقل کیا ہے اور اُن لوگوں نے ان کو وضع کیا ہے جو بادشاہوں کی تاریخیں لکھتے ہیں اور مجنوں اور اس قسم کے لوگ جو کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں، اس قسم کی روایات کو نسلاً بعد نسل روایت کرتے چلے آرہے ہیں۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۱۷۷)

علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:۔

ان هذه الآثار المروية فى مساويهم منها ما هو كذب ومنها ما قد زيد فيه ونقص وغير وجهه

(اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے) کہ جن روایات سے صحابہ کرامؓ کی برائیاں ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے کچھ تو سراپا کذب ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ ان میں کمی اور زیادتی (دشمنان صحابہ نے) کردی ہے۔

یہ روایات تو سراپا کذب اور موضوع ہیں اور لوط بن یحییٰ، ہشام اور مجالد بن سعید وغیرہ راویوں کی ٹکسال کی وضع کردہ ہیں کیونکہ ان لوگوں نے سیدنا معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، یزید، مروان اور دیگر بنو امیہ کے اکابر کے متعلق حدیث و تاریخ کی بے شمار روایات وضع کی ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے محدثین لکھتے ہیں کہ:۔

ومن ذالك الاحاديث فى ذم معاوية وذم عمرو بن العاص وذم بنى امية ومدح المنصور والسفاح و

كذا ذم يزيد والوليد ومروان بن الحكم

ان موضوعات میں سے وہ احادیث بھی موضوع ہیں، جو معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ اور بنو امیہ کی مذمت اور منصور اور سفاح کی مدح میں ہیں اور اسی طرح یزید، ولید اور مروان کی مذمت میں احادیث مروی ہیں وہ بھی موضوع ہیں

(موضوعات کبیر صفحہ ۱۲۹)

لیکن اگر ان روایات کو جن میں سب و شتم کی نسبت سیدنا معاویہؓ کی طرف کی جاتی ہے۔ صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی اُن کی تاویل کرنا ہوگی اس وجہ سے کہ محدثین نے لکھا ہے:۔

قال العلماء الاحاديث الواردة التى فى ظاهرها دخل على صحابى يجب تاويلها، قالوا ولا يقع فى روايات الثقات الا ما يمكن تاويله

علماء کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو، ان کی تاویل واجب ہے اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکے۔

(نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

علمائے اہل سنت نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ کوئی شخص صحابہؓ کے بارہ میں کسی روایت کو کسی کتاب میں دیکھ یا سُن لینے سے اپنے دل میں اُن کے خلاف غلط قسم کے خیالات پیدا نہ کرے کیونکہ صحابہؓ کی جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کی تربیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمائی اور وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری دنیا سے افضل ہیں۔ دوسرے اُن کی شان میں جو آیات قرآنی وارد ہیں وہ قطعی ہیں اور جو احادیث صحیحہ وارد ہیں وہ اگرچہ ظنی ہیں لیکن ان کی اسانید نہایت قوی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر صحابہؓ کے بارہ میں بعض جہلاء کے کذب و افترا کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فكذب وبهت وافتراء عظيم يلزم منه خطاء كبير من تخوين الصحابة ...... وكل مومن بالله ورسوله

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یتحقق ان دین الاسلام ھو الحق یعلم بطلان ھذا الافتراء لان الصحابۃ کانوا خیر الخلق بعد الانبیاء وھم خیر القرون ھذہ الامۃ، التی ھی اشرف الامم بنص القرآن واجماع السلف والخلف فی الدنیا والآخرۃ وللہ الحمد۔

یہ صریح جھوٹ، بہتان اور افتراء عظیم ہے اس سے ایک بہت بڑی خطا صحابہ کرامؓ کی خیانت کی لازم آتی ہے ..... اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھنے والا ہر شخص حقانیت اسلام کا قائل ہے اور وہ اس افتراء کے باطل ہونے سے بخوبی آشنا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں اور وہ اس امت کے خیر القرون ہیں جو قرآنی نص اور سلف و خلف کے اجماع سے دنیا و آخرت میں تمام اُمتوں سے اشرف اور بزرگ ہے۔ والحمدللہ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۲۴)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

فلاسفہ کے یہ اقوال تاریخ و سیرت وغیرہ کی مرسل، مقطوع روایات میں سے ہیں جن میں صحیح بھی ہیں اور ضعیف بھی، جب ایسی چیز ہے تو صحابہؓ کے محاسن و فضائل جو کتاب و سنت اور تواتر سے ثابت ہیں، ان کا ردّ ایسی روایات سے قطعاً جائز نہیں جن میں سے بعض منقطع ہیں، بعض محرّف ہیں اور بعض ایسی ہیں جن سے معلومات قطعیہ پر جرح و قدح جائز نہیں کیونکہ شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا اور ہم یقین کے ساتھ اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو کتاب و سنت اور اجماع سلف سے ثابت ہے اور دلائل عقلیہ بھی ان منقولات متواترہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

"ان الصحابۃ رضی اللہ عنھم افضل الخلق بعد الانبیاء فلا یقدح فی ھذا امور مشکوک فیھا فکیف اذا علم بطلانھا۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اس لیے اُن کے بارہ میں مشکوک اور محرّف باتوں سے جرح قدح جائز نہیں چہ جائیکہ باطل روایات سے۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۹)

اس کے متعلق ایک مثال ذہن میں رکھیئے۔ صحیح مسلم (جس کا درجہ صحیح بخاری جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے، کے بعد دوسرا ہے) میں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عباسؓ کا اپنے بھتیجے سیدنا علیؓ سے کسی بات پر کچھ تنازعہ ہوگیا۔ آپ سیدنا علیؓ کو لے کر امیر المؤمنین عمر الفاروقؓ کے پاس تشریف لائے اور سیدنا علیؓ سے متعلق سیدنا عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا

اقض بینی وبین ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن

میرے اور اس جھوٹے، مجرم، دھوکہ باز اور خیانت کرنے والے کے درمیان فیصلہ کیجئے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۰)

اب جو لوگ سیدنا معاویہؓ پر سیدنا علیؓ کو سب و شتم کرنے کا الزام دیتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ وہ سیدنا معاویہؓ پر الزام دینے سے قبل سیدنا عباسؓ پر الزام دیں جنہوں نے ایک ہی سانس میں سیدنا علیؓ کو چار غیر شایانِ شان القاب دیئے یعنی "الکاذب[1] الآثم[2] الغادر[3] اور الخائن[4]" یہ سب و شتم سیدنا امیر المومنین عمر الفاروقؓ کے زمانہ میں حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ پر کیا۔ اس کے مقابلہ میں سیدنا معاویہؓ نے تو صرف "ابو تراب" کہا تھا جس کو "گالی" کا نام دیدیا گیا۔ اب اگر حضرت معاویہؓ ملزم ہیں تو حضرت عباسؓ اُن سے زیادہ ملزم ہیں۔ لیکن ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ سیدنا عباسؓ نے سیدنا علیؓ کے متعلق ایسی زبان ہرگز استعمال نہیں کی اور نہ ایسی زبان انھیں زیب ہی دیتی تھی۔ حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباسؓ نہایت شستہ مزاج اور پاکیزہ زبان انسان تھے۔ وہ ایسی زبان ہرگز استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اگرچہ سیدنا علیؓ بھتیجا ہونے کی حیثیت سے اُن کے لیئے بمنزلہ بیٹے کے تھے لیکن وہ سیدنا علیؓ کے بلند اور ارفع مقام سے بخوبی آشنا تھے۔ لہذا سیدنا علیؓ کی اعلےٰ مرتبت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ سیدنا عباسؓ ایسی زبان استعمال نہ کریں۔ لہذا اگرچہ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے لیکن ہم اس کی تاویل کریں گے اور اگر تاویل ممکن نہ ہوگی تو اس روایت کو محرّف یا موضوع مانیں گے۔ کیونکہ صحابہؓ کی شان ایسی چیزوں سے بہت بلند ہے جن کو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے اس خیال کی تائید میں علامہ نوویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

قال القاضی عیاض قال المازری ھذا اللفظ الذی وقع لا یلیق ظاھرہ بالعباس وحاش لعلی ان یکون فیہ بعض ھذہ الاوصاف فضلاً عن کلھا ولنا نقطع بالعصمۃ الا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولمن شھد لہ بھا لکنا مامورون بحسن الظن بالصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ونفی کل رذیلۃ عنھم اذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا ـــــ قال وقد حمل ھذا المعنی بعض الناس علی ان ازال ھذا اللفظ من نسختہ تورعاً عن اثبات مثل ھذا ولعلہ لو ھم علی راوٍ

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مازری کا قول ہے کہ اس روایت میں جو الفاظ وارد ہیں، صاف ظاہر ہے کہ وہ سیدنا عباسؓ کی شان کے شایان نہیں اور سیدنا علیؓ بھی اس بات سے پاک اور مبرّا ہیں کہ ان میں ان اوصاف میں سے بعض ہی ہوں چہ جائیکہ وہ سارے اوصاف موجود ہوں جو اس روایت میں بیان ہوتے ہیں۔ گو ہم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام

کی عصمت ہی کے قائل ہیں، لیکن ہمیں اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور تمام اخلاق رذیلہ کی اُن سے نفی کریں لہذا جب اس حدیث کی تاویل کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے۔ تو پھر ہم اس کے راویوں کو کاذب قرار دیں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ اسی وجہ سے بعض محدثین نے اپنے نسخہ سے یہ الفاظ نکال دیئے۔

(نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۰)

یہ تو ایک مثال پیش کی ہے ورنہ آپ حدیث کی کتابوں کی ان سب روایات کے متعلق محدثین کی یہی رائے پائیں گے کہ اول تو انہوں نے ایسی حدیثوں کی تاویل کی لیکن جب کوئی تاویل نہ ہو سکی تو پھر انہوں نے ان احادیث کے راویوں کو کذاب کہا اور اُس حدیث کو موضوع یا محرّف قرار دیا۔ جب حدیث کی یہ حالت ہے تو تاریخ جس میں اکثر روایات تو بلا سند ہیں، اس کے بارہ میں تو اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

یہ تو عام صحابہؓ کے متعلق ہے لیکن سیدنا معاویہؓ کے متعلق تو ایسی باتوں کے بارہ میں اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اُن کے متعلق تو اُن کے زمانہ ہی میں سبائیوں نے غلط پراپیگنڈہ شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نمایاں ہو گئے ہیں، آپؓ نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

کیف لا ولا ازال اری رجلا من العرب قائماً علی راسی یلقح لی کلاماً یلزمنی جوابہ، فان اصبت لم احمد وان اخطأت سارت بھا البرد

کیوں نہ ہو؟ ہر وقت کوئی نہ کوئی عربی شخص میرے سر پر کھڑا رہتا ہے جو ایسی باتیں گھڑتا رہتا ہے جس کا جواب دینا مجھ پر لازم ہو جاتا ہے۔ اگر میں کوئی صحیح کام کروں تو میری تعریف نہیں کی جاتی اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو اُسے اونٹنیاں ساری دنیا میں لے اڑتی ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۴۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں ہر وہ روایت جس میں اُن کی تنقیص کی ہو گی یا اُنکی طرف کوئی ایسا فعل منسوب کیا ہو گا جو اُن کے شایانِ شان نہ ہو تو اوّل تو اُس کے راوی کذاب ہوں گے اور وہ روایت موضوع ہو گی اور اگر وہ روایت ثقہ راویوں سے مروی ہو گی تو اُس کی ایسی تاویل کی جائے گی جس سے اُن کی ذات پر کوئی حرف نہ آئے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

۱۔ سیدنا معاویہؓ پر سیدنا علیؓ کو سب و شتم کرنا اور اپنے گورنروں کو ایسا کرنے کا حکم دینا سراسر غلط ہے اور اس بارہ میں جو روایات مروی ہے اُن کے راوی کذاب اور دشمنانِ صحابہؓ میں سے ہیں اور انہوں نے ایک خاص سازش کے تحت ایسی روایات کو وضع کیا ہے۔

۲۔ ان روایات میں سے اگر کوئی روایت ثقہ راویوں سے مروی ہے تو اُس میں "سب" سے مراد صرف یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے انہیں کسی پرائیویٹ مجلس میں "ابوتراب" کے لقب سے پکارا جس کو "گالی" سمجھ لیا گیا۔ یا اگر کبھی اپنی رائے کے اختلاف کا اظہار کیا تو اُس کو "سب و شتم" کا عنوان دیدیا گیا۔

۳۔ لیکن اگر کوئی شخص روایات کو بھی صحیح مانتا ہے اور اُن کی تاویل بھی نہیں کرتا تو پھر اُس کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سب و شتم کی یہ رسم سیدنا معاویہؓ نے شروع نہیں کی تھی بلکہ اس کی ابتداء سیدنا علیؓ اور اُن کے ساتھیوں نے کی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں مختلف روایات سے واضح کیا گیا ہے۔ اور پھر صحیح مسلم کی اُس روایت کو بھی صحیح ماننا پڑے گا جس میں سیدنا عباسؓ نے سیدنا علیؓ کو چار نازیبا کلمات سے نوازا جو کہ سب و شتم کے نہایت مکروہ الفاظ ہیں۔

⑨

شہادت عمارؓ بن یاسرؓ

بعض لوگ سیدنا معاویہؓ کو باطل پر ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث کا سہارا ڈھونڈتے ہیں جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

عن عکرمۃ ان ابن عباس قال لہ و لعلی بن عبد اللہ ائتیا ابا سعید فاسمعا من حدیثہ فاتیناہ وھو و اخوہ فی حائط لھما یسقیانہ، فلما رأنا جاء فاحتبی وجلس فقال لنا ننقل لبنۃً لبنۃً وکان عمار ینقل لبنتین لبنتین فمر بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومسح عن رأسہ الغبار فقال ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ عمار یدعوھم الی اللہ ویدعونہ الی النار

سیدنا عکرمہؓ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ نے اُن سے اور اپنے فرزند سیدنا علی بن عبداللہؓ سے فرمایا۔ تم دونوں سیدنا ابی سعید الخدریؓ کے پاس جاؤ اور اُن کی باتیں سنو۔ ہم دونوں اُن کے پاس گئے۔ اُس وقت وہ اور اُن کے بھائی اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ تشریف لے آئے اور ٹانگوں کے گرد کپڑا لپیٹ کر بیٹھ گئے۔ پھر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا (مسجد نبوی کے لیے) ہم ایک ایک اینٹ اُٹھا رہے تھے اور سیدنا عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اُن کے سر سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمارؓ کے کیا کہنے اس کو باغیوں کی ایک ٹولی قتل کرے گی۔ عمارؓ تو انہیں اللہ کی طرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلا رہا ہوگا اور وہ اسے آگ کی طرف دعوت دیتی ہوگی۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۴، ۶۴)

مسند احمد میں بھی یہ حدیث کئی مقامات پر نقل کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد جلد ۹ حدیث نمبر ۶۴۹۹ - ۶۵۰۰، جلد ۱۰ حدیث نمبر ۶۵۳۸)

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ "فئتہ باغیہ" اور وہ اہل باطل میں سے تھے۔ حالانکہ احادیث و تاریخ سے اُن کا یہ دعوٰے غلط ثابت ہوتا ہے، کیونکہ نہ تو سیدنا معاویہؓ نے سیدنا عمارؓ کو قتل کیا تھا اور نہ ہی وُہ باغی گروہ میں سے تھے۔ یہ سب نتائج بعد کے ذہنوں کی پیداوار ہیں اور حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

یہ حدیث نہ تو روایتاً صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۸۷، تطہیر الجنان صفحہ ۲۵) اور نہ ہی درایتاً۔ جس کی کئی وجوہات ہیں:۔

اولاً:۔ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو وہ صحابہؓ جو اُس وقت غیر جانبدار تھے یا سیدنا معاویہؓ کے ساتھ صفین میں شامل تھے۔ فوراً سیدنا علیؓ کے ساتھ مل جاتے۔ کیونکہ صحابہ رسول کی جماعت ایسی جماعت نہیں تھی جس طرح کہ آجکل کی جماعتیں ہوتی ہیں جن میں دھڑے بندیاں اور تعصب کی بڑی بڑی خلیجیں حائل ہوتی ہیں اور ان میں سے اگر ایک جماعت خواہ کیسی ہی حق کی بات کہے دُوسری جماعت اپنی جانبدارانہ پالیسی سے سرمو انحراف نہیں کرتی۔ بلکہ صحابہ کی جماعت ایک ایسی پاکیزہ اور حق پرست جماعت تھی جو ہر وقت حق کی متلاشی رہتی اور جونہی کسی معاملہ میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اُن کے کانوں میں پہنچتا وہ فوراً اُس کو قبول کرتی خواہ دنیوی طور پر اُنھیں کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑتا۔ حدیث میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، لیکن ایک چھوٹی سی مثال سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَ لَہٗ

اَجْرٌ کَرِیْمٌ

(الحدید: ۱۱)

کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے۔

تو سیدنا ابو الدحداحؓ نے عرض کیا، یا رسُول اللہ! کیا حق تعالےٰ ہم سے قرض چاہتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، اے ابو الدحداحؓ! انہوں نے عرض کی، یا رسُول اللہ! ذرا اپنا ہاتھ دکھایئے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا، انہوں نے اپنے ہاتھ میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ لے کر کہا کہ "میں نے آپ کو اپنا باغ قرض دے دیا۔" سیدنا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اُس باغ میں چھ سو درخت تھے۔ اسی میں اُن کا گھر بھی تھا اور وہیں اُن کے بچے رہتے تھے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات کر کے وہ سیدھے گھر پہنچے اور بیوی کو پکار کر کہا "دحداح کی ماں! نکل آؤ میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔ وہ بولیں، آپ نے نفع اور فائدے کا سودا کیا ہے، دحداحؓ کے ابا! اور اُس وقت اپنا سامان اور بچے لے کر باغ سے نکل گئیں۔

(ابن ابی حاتم صفحہ ۲۲۶)

جو لوگ اسلام کی ایک ایک بات کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے یہ بھلا کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے سیدنا عمار بن یاسرؓ کو سیدنا علیؓ کے لشکر میں شامل دیکھیں اور پھر انہیں صفین کی جنگ میں شہید ہوتے بھی دیکھیں لیکن اس کے باوجود وہ سیدنا معاویہؓ کا ساتھ چھوڑ کر سیدنا علیؓ کا ساتھ نہ دیں، اور اُن پر حق ظاہر نہ ہو۔ اور وہ برابر غیر جانبداری کی زندگی بسر کریں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد سیدنا معاویہؓ کے ساتھ تھی اور کئی جلیل القدر صحابی غیر جانبداری کی زندگی گزار رہے تھے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی آپس کی جنگوں کا سبب یہ تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ معاملات ان پر مشتبہ تھے اور اُن کی اشتباہت کی وجہ سے ان کا اجتہاد بھی مختلف تھا۔ لہٰذا اُن کی تین قسمیں ہوگئیں۔ قسم اوّل وہ صحابہؓ تھے جن کو اپنے اجتہاد کی وجہ سے یہ علم ہوا کہ حق اس طرف ہے اور اُس کا مخالف باغی ہے۔ لہٰذا اُن پر حق والی جانب کی نصرت و امداد ضروری ہے اور اُس کے باغی سے قتال واجب دُوسری قسم اس کے برعکس تھی:۔

وقسم ثالث اشتبهت عليهم القضية وتحيروا فيها ولم يظهر لهم ترجيح احد الطرفين فاعتزلوا الفريقين وكان هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم لانه لا يحل الاقدام على قتال مسلم حتى يظهر انه مستحق لذالك ولو ظهر لهم لاعرجحان احد الطرفين وان الحق معه لما جاز لهم التأخر عن نصرته في قتال البغاة عليه فكلهم معذورون رضي الله عنهم

اور تیسری قسم اُن صحابہ کرامؓ کی تھی جن پر حق مشتبہ تھا اور وہ اس بارہ میں متحیر تھے کہ کیا کیا جائے اور اُن پر دونوں طرفوں میں سے کسی طرف کی ترجیح ظاہر نہیں ہوئی تھی لہٰذا وہ دونوں فریقوں سے الگ اور علیحدہ رہے اور ان کا دونوں سے الگ رہنا اُن کے لیے ضروری تھا کیونکہ اُن کے لیے کسی مسلمان کے قتال کا اقدام جائز نہیں تھا جب تک کہ اُن پر اُس کا مستحق ہونا ظاہر نہ ہو جاتے۔ اگر اُن پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ حق اس طرف ہے تو اُن کے لیے اُس کے باغیوں کے خلاف قتال میں نصرت و امداد سے اعراض برتنا جائز نہ تھا۔ پس وہ سب معذور ہیں۔ رضی اللہ عنہم

(نووی جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

اسی شی کو علامہ نوویؒ نے ایک اور مقام پر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

كانت القضايا مشتبهة حتى ان الجماعة من الصحابة تحيروا فيها فاعتزلوا الطائفتين ولم يقاتلوا ولو تيقنوا الصواب لم يتاخروا عن مساعدته

حق ان پر مشتبہ تھا حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس معاملہ میں حیران تھی، لہٰذا وہ دونوں گروہوں (سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ) سے الگ رہے اور وہ اس قتال میں شریک نہ ہوتے۔ اگر وہ (سیدنا علیؓ ہی کیطرف) حق و صواب یقین کرتے تو اُن کی نصرت اور امداد سے ہرگز پیچھے نہ رہتے۔

(نووی شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

نہ صرف وہ لوگ جو ان دونوں فریقوں سے الگ تھے۔ اس قسم کے خیال کے حامل تھے بلکہ سیدنا علیؓ کے ساتھیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد کا یہ خیال تھا کہ اس معاملہ میں راہ صواب واضح اور صاف نہیں ہے۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں ان کا یہ قول نہایت جلی حروف میں مرقوم ہے۔

"ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے مابین جو معاملہ درپیش ہے اس میں جانب ترجیح واضح نہیں بلکہ مشتبہ ہے۔ خدا کی قسم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طریقہ کو اختیار فرماتے تھے اس کی صداقت اور اُس کے حق ہونے کا انہیں علم ہوتا تھا، یہاں تک کہ یہ معاملہ پیش آگیا۔ اس میں ان کی قوت فیصلہ جواب دے گئی اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس معاملہ میں انہیں پیش قدمی کرنی چاہیئے یا پیچھے رہنا چاہیئے۔"

وہ غیر صحابی جو سیدنا علیؓ کے لشکر میں شامل ہو کر فریق مخالف سے لڑ رہے تھے اُن پر بھی راہ حق مشتبہ اور غیر واضح تھی۔ وہ بالکل نہیں جانتے تھے کہ سیدنا علیؓ حق پر ہیں، یا سیدنا معاویہؓ؟ اور ایک کشمکش میں تھے۔ اور سیدنا علیؓ کا ساتھ دینے کے باوجود جنگ میں نہایت بددل تھے۔ چنانچہ جنگ کے دوران سیدنا علیؓ کے لشکر کا ایک آدمی جس کے ہاتھ میں ایک قبیلے کا علم بھی تھا، وہ یہ کہتا تھا:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے اللہ! تو نے ہمیں جہالت اور ضلالت سے نکال کر ہدایت کی صراطِ مستقیم نصیب فرمائی، لیکن آج ہم پھر ابتلاء اور آزمائش میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ اور ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ حق کیا ہے، ہم ریب اور شک میں مبتلا ہیں۔"

(کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ پر حق ظاہر نہیں تھا۔ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو سیدنا عمار بن یاسرؓ کو میدان جنگ میں سیدنا علیؓ کے لشکر میں دیکھ کر ہی تمام صحابہؓ اُن کے ساتھ تعاون کرتے اور سیدنا معاویہؓ یکہ و تنہا رہ جاتے بلکہ خود سیدنا معاویہؓ بھی اپنے موقف سے دستبردار ہو کر سیدنا علیؓ کے لشکر میں شامل ہو جاتے۔ سیدنا زبیرؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ، سیدنا عمرو بن العاصؓ، سیدنا اسامہ بن زیدؓ، سیدنا عمران بن حصینؓ، سیدنا ابو بکرہؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا ابو الدرداءؓ، سیدنا ابو امامہ الباہلیؓ، سیدنا ابو مسعودؓ وغیرہم جلیل القدر صحابہ کبھی بھی سیدنا علیؓ سے تعاون کرنے سے پیچھے نہ رہتے تھے۔

ثانیاً قتلِ عثمانؓ کے بعد جمل اور صفین کی جنگوں کے موقع پر متعدد مرتبہ جانبین کے نمائندے صلح کے لیے آپس میں ملے، لیکن کسی نے بھی فریق مخالف کو یہ بات بطور دلیل اور حجت کے پیش نہ کی کہ سیدنا علیؓ راہِ حق پر ہیں اور اُن کا موقف بالکل صحیح ہے کیونکہ سیدنا عمار بن یاسرؓ اُن کے لشکر میں شامل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس جنگ میں شہید ہو جائیں۔ تاریخ کی کتابیں ایسی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

ثالثاً اگر واقعی یہ حدیث صحابہ کرامؓ میں مشہور و معروف تھی اور سیدنا عمار بن یاسرؓ کا قتل اس بات کی بیّن اور واضح دلیل تھا کہ جس گروہ میں وہ شامل ہو کر جامِ شہادت نوش فرمائیں گے وہ گروہ حق پر ہو گا اور دُوسرا باغی تو اس نصِ صریح کے ہوتے ہوئے سیدنا علیؓ نے جنگ بندی قبول کر کے قرآن حکیم کا خلاف کیوں کیا؟ کیونکہ قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الیٰ امر اللہ، فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا، ان اللہ یحب المقسطین

(الحجرات: ۹)

اگر مومنوں میں سے دو گروہ جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو۔ پس اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرتا ہے یعنی ایک دوسرے پر چڑھا چلا جاتا ہے تو تم سب لڑو اُس گروہ سے جو چڑھا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ پھر اگر وہ پھر آیا تو ملاپ کرا دو ان دونوں میں برابر اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سیدنا علیؓ کا جنگ بندی پر رضامند ہو جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ کو باطل پر نہیں سمجھتے تھے۔ اگر وہ ان کو باغی اور باطل پر سمجھتے تو وہ کبھی بھی جنگ بندی کو قبول نہ فرماتے۔

تاریخ کی کتابوں میں بعض موضوع روایات میں آتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے جنگ بندی کی مخالفت کی تھی اور اپنے ساتھیوں کو سختی سے روکا تھا کہ وہ جنگ بند نہ کریں؟ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ مخالفت اس آیتِ کریمہ کے تحت کی تھی یا اس کی وجہ کچھ اور تھی؟ اور کیا اس وقت جب سیدنا معاویہؓ کے لشکر نے قرآنِ حکیم کو نیزوں پر اُٹھایا تھا تو کیا انہوں نے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ ہم نے اپنی بغاوت سے رجوع کر لیا ہے۔ لہٰذا تم اب ہمارے ساتھ صلح کر لو۔

طبری، مسعودی اور دوسرے کئی ایک مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب قریباً پانچ سو قرآن نیزوں پر اٹھائے گئے تو سیدنا علیؓ نے اس شی کو مکاری اور عیاری پر محمول کیا۔ اور آپ نے اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ قتال جاری رکھو۔ یہ معاویہ بن ابی سفیانؓ یہ عمرو بن العاصؓ، یہ ابن ابی معیط، یہ حبیب بن مسلمہؓ، یہ ابن ابی سرحؓ اور یہ ضحاک بن قیسؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یسوا باصحاب دین ولا قرآن انا اعرف بھم منکم و صحبتھم اطفالاً و رجالاً فکانوا شر اطفال و شر رجال، ویحکم واللہ ما رفعوھا انھم لیرأوھا ولا یعلمون بما فیھا وما رفعوھا الا خدیعۃ ودھاء ومکیدۃ

ان کا دین اور قرآن سے کوئی تعلق نہیں، میں انہیں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں، میں نے بچپن اور جوانی انھیں میں گزاری اور یہ بدترین بچے اور بدترین جوان ہیں۔ وائے ہے تم پر۔ بخدا انہوں نے (صدق دل سے) ان کو نہیں اُٹھایا۔ یہ لوگ قرآن کو پڑھتے تو ہیں لیکن ان کا عمل اس کے مطابق نہیں اور اب جو انہوں نے قرآن کو اپنے نیزوں پر ثالثی کے لیے اٹھایا ہے یہ محض دھوکہ دہی، مکاری اور عیاری کے لیے ہے۔

(مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۸، ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۱، ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۷۲)

اس روایت اور ان جیسی دُوسری موضوع روایات میں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سیدنا علیؓ جنگ بندی پر بالکل راضی نہیں تھے، کہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ اب تو ان لوگوں کا باغی ہونا ظاہر و باہر ہے لہذا جنگ بندی اُس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ یہ اپنے موقف سے بالکلیہ رجوع نہ کرلیں۔ پھر آپ کا تحکیم کو مان لینا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ سیدنا علیؓ اپنے کو یقینی طور پر حق پر نہیں سمجھتے تھے؟ اگر وہ اپنے کو یقینی طور پر حق پر سمجھتے تو اس ثالثی کو کبھی بھی قبول نہ کرتے کیونکہ ثالثی صرف اور صرف اسی وقت قبول کی جاتی ہے جب آپس میں دو دست و گریبان جماعتوں کے پاس ایسے دلائل موجود ہوں جن سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت نہ ہوتا ہو کہ حق پر کون ہے اور ناحق پر کون؟ اور دونوں گروہ اپنے اپنے دلائل کی رُو سے اپنے آپ کو حق اور صواب پر سمجھتے ہوں۔ سیدنا علیؓ کا ثالثوں کو قبول کرلینا ہی اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خود سیدنا علیؓ اور دوسرے سب صحابہؓ اس

معاملہ میں حیران و سرگردان تھے کہ کس کو حق پر سمجھا جائے اور انہوں نے اپنے اپنے دلائل کی رُو سے جس گروہ کو حق پر سمجھا اُس کا ساتھ دیا اور جو صحابہؓ دونوں طرف کے قوی دلائل کی رو سے ترجیح کی کسی جانب کا فیصلہ نہ کرسکے وہ بالکل غیر جانبدار رہے اور اپنے کو جنگ و قتال کی دھول سے ملوث نہ ہونے دیا اور مختلف علاقوں میں کئی سال تک اپنی غیر جانبدارانہ زندگی کے دن گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ ۴۱ھ میں سیدنا معاویہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور ساری امت نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان صحابہؓ نے بھی اُن کی بیعت فرمالی۔ (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے) اور وہ سال "عام الجماعۃ" کے نام سے موسوم ہوا۔

رابعاً سیدنا حسنؓ کا سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جانا ہمارے دعویٰ کی مزید تائید کرتا ہے، کیونکہ اگر سیدنا عمارؓ کی شہادت نے حق و باطل کو واضح کردیا تھا تو صاف ظاہر تھا کہ سیدنا معاویہؓ اپنے موقف کے لحاظ سے باطل پر تھے اور سیدنا حسنؓ کا باطل کے حق میں دست بردار ہونا خود باطل ہے۔ پھر اس بارہ میں کسی شخص نے سیدنا حسنؓ کو یہ نہ کہا کہ سیدنا عمارؓ کی شہادت سے چونکہ حق واضح ہوگیا تھا کہ سیدنا معاویہؓ باطل پر ہیں لہذا آپ کو اُن کے حق میں خلافت جیسے پاکیزہ منصب سے دستبردار نہیں ہونا چاہیئے۔ تاریخ کے اوراق اس بات کی مکمل شہادت دیتے ہیں کہ کسی شخص نے سیدنا عمارؓ کی شہادت کو بطور دلیل پیش نہیں کیا گیا۔ تاریخ میں یہ تو آتا ہے کہ سیدنا حسینؓ اور چند اور لوگوں نے سیدنا معاویہؓ کے حق میں دست برداری پر سیدنا حسنؓ کی مخالفت کی لیکن اس مخالفت کے اسباب اور تھے۔ شہادت عمارؓ کا سبب اور وجہ اُن میں سے کسی نے پیش نہیں کی تھی۔

(ملاحظہ ہو طبری، ابن اثیر، اخبار الطوال، تاریخ الخلفاء، ابن ابی الحدید وغیرھم)

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن اصحاب سے مروی ہے اُن میں چار حضرات (سیدنا عثمانؓ، سیدنا حذیفہ، سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ اور سیدنا ابورافعؓ) تو جنگ صفین سے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے۔ چار حضرات سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا ابوسعید خدریؓ، سیدنا ابوایوب انصاریؓ، سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا جنگ صفین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موقعہ پر زندہ تو تھے لیکن غیر جانبدار رہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو وہ کبھی بھی غیر جانبدار نہ رہتے بلکہ ضرور سیدنا علیؓ کا ساتھ دیتے کیونکہ یہ محال اور ناممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ حق و باطل کی جنگ میں حق کا ساتھ نہ دیں بلکہ غیر جانبدار رہیں۔ باقی پانچ حضرات میں سے تین سیدنا خزیمہ بن ثابتؓ، سیدنا ابو قتادہؓ اور سیدنا ابو الیسرؓ جنگ صفین کے موقع پر یقیناً سیدنا علیؓ کے ساتھ تھے اور باقی دو حضرات عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سیدنا معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ وہ تین صحابہؓ جنہوں نے سیدنا علیؓ کا ساتھ دیا تھا، کسی صحیح حدیث میں نہیں آتا کہ انہوں نے اس حدیث کو مدار بنا کر آپ کا ساتھ دیا ہو۔ یا انہوں نے شہادت عمارؓ کے بعد اس حدیث کو مدار استدلال بنا کر دوسرے صحابہؓ میں پرچار کیا ہو کہ سیدنا علیؓ حدیث شہادت عمارؓ کی رو سے چونکہ حق پر ہیں لہذا تم اُن کا ساتھ دو یا انہوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا معاویہؓ یا اُن کے گروہ کو "الفئۃ الباغیہ" (باغی گروہ) کہا ہو۔[1]

---

[1] حدیث صحیح سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات حق پر تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

لا تقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان عظیمتان یقتتل بینھما مقتلۃ عظیمۃ و دعواھما واحدۃ

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دو بڑی جماعتوں میں لڑائی نہ ہو، ان کے مابین سخت جنگ و قتال ہوگا اور ان دونوں جماعتوں کا "دعویٰ" ایک ہوگا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۵ صفحہ ۱۰۵۴)

حق و باطل کا مدار دعوے اور دعوت پر ہوتا۔ اگر ان دونوں جماعتوں کا دعوے ایک تھا تو پھر ہمارا ذہن یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ ان میں ایک جماعت حق پر ہو اور دوسری صریحاً باطل پر۔ اس حدیث کی مزید تائید سیدنا علیؓ کے اس مکتوب سے بھی ہوتی ہے جو نہج البلاغہ میں ان الفاظ سے درج ہے اور اس خط کو آپ نے اپنی سلطنت کے تمام شہروں میں لکھ کر بھیجا اور جو کچھ اہل صفین اور اُن کے درمیان پیش آیا اُس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:-

اگر اس حدیث کو سند اور متن یا روایت اور درایت دونوں کے لحاظ سے صحیح بھی مان لیا جائے پھر بھی اس حدیث کا معنی وہ نہیں ہے جو مخالفین صحابہ بیان کرتے ہیں کیونکہ اگر

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کان بدء امرنا انا التقینا و القوم من اھل الشام و الظاھر ان ربنا واحد و نبینا واحد و دعوتنا فی الاسلام واحدۃ و لا نستزیدھم فی الایمان باللہ و التصدیق برسولہ و لا یستزیدوننا، الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براء

اور ابتداء ہمارے واقعات کی یہ ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک اور ہماری اور ان کی دعوت اسلام بھی ایک۔ نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسالۃ میں اُن سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں۔ پس ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے۔ صرف خون عثمان کے بارہ میں ہمارا اور اُن کا اختلاف ہے اور ہم اس سے بری ہیں۔

(نہج البلاغہ صفحہ ۵۴۳)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ دونوں کی "دعوت فی الاسلام" ایک ہی تھی لہذا دونوں حق پر تھے، کسی ایک کا باطل پر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا شاید یہی وجہ تھی کہ متقدمین کے نزدیک سیدنا علیؓ کو حق پر سمجھنا اور اُن کے مخالف سیدنا معاویہؓ کو خطا پر سمجھنا تشیع کہلاتا تھا چنانچہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:-

فالتشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان و ان علیاً کان مصیباً فی حروبہ و ان مخالفہ مخطی مع تقدیم الشیخین و تفضیلھما

متقدمین کے نزدیک سیدنا عثمانؓ پر سیدنا علیؓ کو فضیلت دینا اور جنگوں میں سیدنا علیؓ کے حق و صواب پر ہونے اور آپ کے مخالف کے خطاء پر ہونے کا اعتقاد رکھنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا یہ معنی بیان کیا جائے تو نہ صرف سیدنا معاویہؓ پر اس حدیث کی زد پڑتی ہے بلکہ سیدنا علیؓ، سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا عقیلؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہم جلیل القدر صحابہؓ کے دامن بھی داغدار ہوتے ہیں۔

لہٰذا اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے ہمیں "الفئۃ الباغیۃ" (باغی گروہ) کا تشخص کرنا پڑے گا کہ وہ کون سا گروہ تھا۔ اور تاریخ کے صفحات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ باغی گروہ سیدنا معاویہؓ کا گروہ نہ تھا بلکہ سیدنا علیؓ کی فوج میں شامل شدہ وُہ خاص افراد تھے جنہوں نے پہلے

۱۔ سلطنت اسلامیہ میں ایک خاص یہودی اور ایرانی سازش کے تحت خلیفۃ المسلمین کے خلاف غلط پراپیگنڈہ کیا۔

۲۔ پھر دن دہاڑے امیر المؤمنینؓ کو مدینہ طیبہ میں شہید کیا۔

۳۔ پھر جلد ہی غیر اسلامی طریقے سے سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اپنی پناہ کی ایک راہ ڈھونڈھی۔ حالانکہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے سیدنا علیؓ کو ایسی بیعت سے روکا تھا[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تشیع ہے باوجود حضرات شیخین (سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ) کو افضل اور مقدم سمجھنے کے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۴)

معلوم ہوا کہ سیدنا علیؓ کو حق پر اور سیدنا معاویہؓ کو خطاء پر سمجھنا بعد کے دَور کی ذہنی ایجاد ہے جب اہل سنت والجماعت کے ذہن شیعی پراپیگنڈہ سے متاثر ہوتے۔

[1] تاریخ میں مرقوم ہے کہ شہادتِ عثمان کے تیسرے روز سبائی سیدنا علیؓ کے پاس آتے اور کہا کہ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں حالانکہ آپ اُس وقت مدینہ طیبہ کے ایک بازار میں تھے۔ آپ نے فرمایا "جلدی نہ کرو، عمر الفاروقؓ بڑے مُبارک آدمی تھے انہوں نے مشورہ کی وصیت فرمائی تھی لہٰذا تم بھی لوگوں کو مہلت دو، وہ مشورہ کریں کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے۔" یہ بات سُن کر وہ واپس چلے گئے، پھر سیدنا علیؓ کے پاس آئے۔ اس وقت مالک الاشتر بھی اُن کے ساتھ تھا۔

۴۔ پھر اُن کو سیدنا زبیرؓ، سیدنا طلحہؓ اور سیدہ عائشہ ام المؤمنین سلام اللہ علیہا کے مقابلہ میں لے آئے۔

۵۔ پھر جب سیدنا قعقاع بن عمروؓ کی وجہ سے دونوں گروہ صلح پر تیار ہو گئے تو انہوں نے صبح ہونے سے قبل ہی اندھیرے منہ دونوں لشکروں پر حملہ کر دیا جو جنگ جمل کی صُورت میں نمودار ہوا[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اُس نے آتے ہی آپ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کر لی۔ اس کے بعد اس کے سارے ساتھیوں نے بیعت کر لی۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۴۵۵)

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ مالک الاشتر (جو سبائیوں کا سرغنہ تھا) اور اس کے ساتھیوں نے آپ کی بیعت کرنا چاہی تو سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے سیدنا علیؓ کو بڑی سختی سے منع کیا اور کہا کہ آپ ان بلوائیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھیں کیونکہ

فانك والله ان نهضت مع هؤلاء اليوم ليحملنك الناس دم عثمان غدا

بخدا! اگر آج آپ ان (باغیوں) کے ساتھ (خلافت کے لیے) اُٹھ کھڑے ہوئے تو کل لوگ آپ پر قتل عثمان کا الزام لگا دیں گے۔

لیکن سیدنا علیؓ نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۴۶۱، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۱)

بعض روایات میں سیدنا حسن بن علیؓ کا منع کرنا بھی آتا ہے، لیکن آپ نے اُن کی بات بھی نہ مانی تھی اور جلدی میں باغیوں سے اپنی خلافت کی بیعت لے لی جس کا آپ کو ساری عمر افسوس رہا۔

(ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۹۳، صفحہ ۲۳۴)

[1] جنگ جمل میں جب دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے تھیں تو آپس میں صُلح کی گفتگو جاری ہوئی سیدنا قعقاعؓ کی وجہ سے دونوں گروہ صُلح پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ پھر انہوں نے سیدنا علیؓ سے مدینۃ الرسول ایسا چھڑوایا کہ پھر اب تک وہ اسلامی دارالخلافہ نہ بن سکا۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وعقلوا جمیعاً علی الصلح وباتوا بخیر لیلۃ لم یبیتوا بمثلھا للعافیۃ وبات الذین اثاروا من عثمان بشر لیلۃ باتوھا قط

سب صلح پر تیار ہو گئے اور رات کو ایسی چین اور اطمینان کی نیند سوئے کہ اس سے قبل کبھی ایسی اطمینان کی نیند نہیں سوئے تھے، لیکن وہ لوگ جنہوں نے سیدنا عثمانؓ کیخلاف ہنگامہ آرائی کی تھی اور اُن کو شہید کیا تھا، انہوں نے اس سے بدترین رات پہلے کبھی نہیں گزاری تھی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۳، طبری جلد ۴ صفحہ ۴۸۸)

صلح کی اس صورت کو دیکھ کر سبائی پریشان ہو گئے اور کہنے لگے:۔

رأی الناس فینا واللہ واحدۃ وان یصطلحوا مع علی فعلی دمائنا

بخدا! ہم لوگوں کے بارہ میں ان سب کی رائے ایک ہے ان میں اگر باہم صلح ہو گئی تو وہ ہمارے خون ہی پر ہو گی۔

چنانچہ انہوں نے اس کی یہ تجویز سوچی کہ:۔

اذا التقی الناس غداً فانشبوا القتال ولا تفرعوھم للنظر

کل جب دونوں گروہ آپس میں ملیں تو چپکے سے جنگ کی آگ بھڑکا دی جائے اور انہیں غور و فکر کا موقع ہی نہ دیا جائے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۳)

اس طریقہ سے اُس شرپسند اور دین دشمن گروہ نے ان دونوں طالبانِ حق کو آپس میں لڑوایا حالانکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑنے پر راضی نہ تھے۔

[1] سیدنا علیؓ جب مدینہ طیبہ کو اس سبائیوں کی مجبوری کی وجہ سے چھوڑنے لگے تو سیدنا عبداللہ بن سلامؓ نے آپ کی اس بارہ میں سخت مخالفت کی اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر فرمایا:۔

۷۔ پھر سیدنا علیؓ نے بنو اُمیہ کے تمام گورنروں کو بغیر چارج شیٹ کے یکقلم معزول کر دیا تاکہ ان کو مملکت کے ہر صوبہ میں اسلام دشمن کارروائیوں کی کھلی چھٹی مل جاتے۔ اور کوئی اُن کے راستہ میں خلل انداز نہ ہو۔[1]

یا امیر المؤمنین! لا یخرج منھا فواللہ لئن خرجت منھا لا ترجع الیھا ولا یعود الیھا سلطان المسلمین ابداً

اے امیر المؤمنین! آپ مدینہ سے ہرگز نہ نکلیں۔ بخدا! اگر آپ مدینہ کو چھوڑ گئے تو پھر نہ تو آپ کبھی اس کی طرف لوٹیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی حکومت پھر کبھی مدینہ میں آئیگی

اس پر سبائیوں نے سیدنا عبداللہ بن سلامؓ کو سب و شتم کیا، لیکن سیدنا علیؓ نے فرمایا:۔ ان کو چھوڑ دو یہ اصحاب رسول میں سے بہت اچھے آدمی ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۳، طبری جلد ۳ صفحہ ۴۷۴، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ)

[1] سیدنا علیؓ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی سیدنا عثمانؓ کے مقرر کردہ قریباً تمام گورنروں کو معزول کر کے زیادہ تر اپنے خاندان کے اور کچھ سبائیوں میں سے گورنر مقرر فرما دیئے یمن پر عبیداللہ بن عباسؓ، مدینہ طیبہ پر ثمامہ بن عباسؓ، مکہ اور طائف پر قثم بن عباسؓ، عراق پر عبداللہ بن عباسؓ، خراسان پر اپنے بھانجے اور داماد جعد بن ہبیرہ، مصر پر اپنے سوتیلے بیٹے محمد بن ابی بکرؓ اور فوج کا سپریم کمانڈر اور چیف آف سٹاف اپنے حقیقی فرزند ارجمند محمد بن الحنفیہؓ کو مقرر فرمایا۔ یہ سب نوجوان تھے اور ناتجربہ کار بھی۔

(ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۲۷، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ صفحہ ۱۷۷، اخبار الطوال صفحہ ۱۵۳، منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۷۳، ۱۷۵ صفحہ ۱۸۷، ۱۸۹)

عثمانی گورنروں کی تبدیلی اور اپنے قریبی لوگوں کو گورنر بنانے کی تجویز انہی ذہنوں کی پیداوار تھی، اور اس سے سیدنا علیؓ کی حکومت کا اندرونی نظم و نسق بہت جلدی خراب ہو گیا جو سیدنا علیؓ کی خلافت کے زوال پذیر ہونے کا ایک خاص سبب بنا۔ پھر مالک الاشتر جو سبائی سرغنہ تھا، کو بھی مصر کا گورنر بنا دیا گیا اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اُس نے سیدنا علیؓ کو سیدنا معاویہؓ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ پھر سیدنا علیؓ کو سیدنا معاویہؓ کے مقابلہ میں صفین کے میدان میں لے آئے اور نہ صرف عمار بن یاسرؓ بلکہ دوسرے کئی ایک مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ بعدازیں سیدنا علیؓ کو شہید کیا اور کوفہ میں سیدنا حسینؓ کو بلا کر میدان کربلا میں شہید کیا۔ یہ لوگ نہ صرف سیدنا عمار بن یاسرؓ کے قاتل تھے، بلکہ سیدنا عثمانؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ، سیدنا علیؓ اور آخر میں سیدنا حسینؓ بھی انہی دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں قتل ہوتے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی رح ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

الذین قاموا علی عثمان وانکروا علیه اشیاء اعتذر عن فعلها ثم کانوا مع علی ثم خرجوا بعد ذالك علی علیؓ

یہ (سبائی) وہ لوگ ہیں جو سیدنا عثمانؓ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اُن کے ذمہ وہ وہ گناہ تھوپ دیئے جن کا آپ کو علم بھی نہیں تھا۔ (پھر اُن کی شہادت کے بعد) سیدنا علیؓ کے ساتھ مل گئے۔ آخر کار اُن سے بھی خروج کیا۔

(فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۳۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ان الفاظ میں اِس دین دشمن عناصر کو عریاں کیا ہے فرماتے ہیں:

اختلقوا اکاذیب وابتدعوا آراء فاسدة لیفسدوا بها دین الاسلام ویستزلوا بها من لیسوا باولی الاحلام فسعوا فی قتل عثمان وهو اول الفتن ثم انتدبوا الی علیؓ لاحبا فیه ولا فی اهل البیت لکن لیقیموا سوق الفتنة بین المسلمین ثم هولاء الذین سعوا معه منهم من کفر بعد ذالك وقاتله کما فعلت الخوارج وسیفهم

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مقابلہ پر لا کر صفین کے میدان میں کھڑا کر دیا۔ جس میں کافی لوگوں کی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں جن میں ایک سیدنا عمار بن یاسرؓ بھی تھے۔ گویا کہ ان سب پاکیزہ حضرات کو میدانِ جنگ میں لانے والے یہی سبائی، پھر ان کو شہید کرنے والے بھی یہی ناہنجار تھے۔

اول سیف سل علی الجماعة ومنهم من اظهر الطعن علی الخلفاء الثلاثة کما فعلت الرافضة

انہوں نے غلط سلط اور جھوٹی روایتیں گھڑیں اور فاسد خیالات ایجاد کئے تاکہ ان سے دینِ اسلام میں فتنہ وفساد برپا کریں اور جن کی عقل ماری گئی ہے اُن کو صراطِ مستقیم سے بھٹکائیں۔ انہوں نے سیدنا عثمانؓ کے قتل میں بھرپور کوشش اور سعی کی اور یہ سب سے پہلا فتنہ تھا۔ پھر یہ لوگ سیدنا علیؓ کے پاس جمع ہو گئے، اس وجہ سے نہیں کہ انہیں سیدنا علیؓ یا اُن کے اہلِ بیت سے کوئی محبت تھی بلکہ اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ کی شاہراہ کھولیں۔ پھر انہیں لوگوں نے آپ کے ساتھ مل کر جدوجہد کی (اور جمل اور صفین کی جنگیں بھی لڑیں) پھر اس کے بعد انہی میں سے کچھ لوگوں نے آپ کی تکفیر کی اور آپ سے جنگ و جدل کیا جیسا کہ خوارج نے کیا اور اُن کی تلوار سب سے پہلی تلوار تھی جو مسلمانوں کی جماعت پر بے نیام ہوئی۔ اور اُن ہی میں سے کچھ لوگوں نے خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ) پر زبان طعن دراز کی جیسا کہ روافض نے کیا۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

تاریخ کی روایات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ سبائیوں کی اچھی خاصی تعداد آپ کے لشکر میں موجود تھی اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے پہلے سیدنا عثمانؓ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا اور بعد میں جنگ جمل میں سیدنا زبیرؓ اور سیدنا طلحہؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ کو شہید کیا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جنگِ صفین میں جب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں تو سیدنا علیؓ نے سیدنا جریر[1] بن عبداللہ البجلیؓ کو قاصد بنا کر سیدنا معاویہؓ کے

[1] جریر بن عبداللہ البجلیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے قریباً پانچ چھ ماہ قبل مسلمان ہوئے۔ روایات میں ہے کہ جب یہ اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس بھیجا تاکہ فریقین کے درمیان صُلح کی کوئی صُورت پیدا ہو سکے۔ سیّدنا جریرؓ کے قاصد بنا کے جانے پر مالک الاشتر نے جو سبائی گروہ کا سرغنہ تھا اعتراض کیا اور سیّدنا علیؓ سے کہا:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے پُوچھا جریر! کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے۔ آپ نے اُن کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مُبارک بچھا دی اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:۔

اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ

جب کسی قوم کا کوئی معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت و تکریم کرو۔

(اصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۲)

بعد ازاں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر فرض نمازوں کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی خیر خواہی، انسانوں پر رحم کرنا اور حق تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنے کی تاکید فرمائی

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اور لوگوں کو خاموش کرنے کی خدمت آپ کے سپُرد تھی۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۵۸) بعد ازاں ذوالخلیفہ کے صنم کدہ کو منہدم کرنے کی خدمت آپ کے سپُرد ہوئی جس کو آپ نے پورا کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۴) حضورؐ کے انتقال کے وقت آپ یمن میں تھے۔ اور کئی دن بعد آپ کو اطلاع ملی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۵)

عہدِ صدیقی میں اپنی زندگی خاموشی سے گزاری۔ البتہ عہدِ فاروقی میں عراق کی فوج کشی میں واقعۂ جسر میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس کے بعد جنگ یرموک اور دُوسری کئی ایک اہم جنگوں میں حصّہ لیا اور دشمن سے اپنی بہادری کا لوہا منوایا۔ (اخبار الطوال صفحہ ۱۱۹)

عہدِ عثمانی میں آپ ہمدان کے گورنر تھے۔ سیّدنا علیؓ کے زمانہ میں بہت کوشش کی کہ سیّدنا معاویہؓ اور سیّدنا علیؓ کی کشیدگی ختم ہو جائے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ جنگِ جمل اور صفین میں سے کسی میں شرکت نہ کی اور اپنی زندگی قرقیسیا کے گوشۂ عافیت میں گزاری۔ آخر ۵۴ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۷۳)

لا تفعل فان ھواہ مع معاویۃ

ان کو نہ بھیجیں کیونکہ ان کی ہمدردیاں معاویہؓ کے ساتھ ہیں۔

لیکن سیّدنا علیؓ نے اشتر کی بات نہ مانتے ہوئے سیّدنا جریر بن عبداللہ البجلیؓ کو خط دے کر سیّدنا معاویہؓ کے پاس بھیج دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ چونکہ مہاجرین و انصار نے میری بیعت کر لی ہے۔ لہٰذا تم بھی میری بیعت کرو۔ سیّدنا معاویہؓ نے اپنی عادت کے مطابق رؤسائے شام اور سیّدنا عمرو بن العاصؓ کو مشورہ کے لیے بلایا اور اُن کو وہ خط سنا کر مشورہ طلب کیا۔ ان سب نے جو جواب دیا۔ علامہ ابن کثیرؒ ہی نے اُس کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

فابوا ان یبایعوا حتی یقتل قتلۃ عثمان او ان یسلم الیھم قتلۃ عثمان۔

انہوں نے اُس وقت تک بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ قاتلانِ عثمان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی بڑی پذیرائی تھی۔ آپ بڑے احترام کے ساتھ اُن سے پیش آتے۔ بلکہ بعض مرتبہ اُن کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔ (تہذیب الکمال صفحہ ۶۱) غائبانہ اُن کا نہایت اچھے طریقے سے ذکر فرماتے۔ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ تو مدینہ سے باہر سواری بٹھا کر کپڑا رکھنے کا تھیلا کھولا اور حلّہ پہن کر داخل ہوا۔ آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے میری طرف اشارہ کیا۔ سیّدنا عبداللہؓ کے پُوچھنے پر لوگوں نے کہا کہ آپ نے دوران خطبہ فرمایا تھا کہ اس دروازہ سے تمہارے پاس یمن کا ایک بہترین شخص داخل ہوگا جس کے چہرہ پر بادشاہی کے آثار ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی اس عزت افزائی پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۶۰) اللہ تعالیٰ نے ایسا حسین و جمیل بنایا تھا کہ سیّدنا عمر الفاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ امت اسلامیہ کے یوسف ہیں۔ (تہذیب الکمال صفحہ ۶۱) نیز ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائیں تم زمانۂ جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۷۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو (قصاص میں) قتل نہ کیا جائے یا اُن کو ان کے سپرد کر دیا جائے (تاکہ اگر سیدنا علیؓ قاتلانِ عثمان کو قصاص میں قتل نہیں کر سکتے تو وہ خود قتل کریں)

سیدنا معاویہؓ نے سیدنا جریر بن عبداللہ البجلیؓ کو چند روز اور اپنے ہاں روکے رکھا تاکہ وہ لوگوں کے جذبات سے بخوبی آشنا ہو جائیں۔ چنانچہ سیدنا جریر بن عبداللہ البجلیؓ نے دیکھا کہ لوگ امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کی خون میں لتھڑی ہوئی قمیص اور سیدہ نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں دیکھ دیکھ کر روتے ہیں اور انہوں نے قسمیں کھائی ہیں کہ جب تک وہ قاتلانِ عثمان سے قصاص نہیں لے لیں گے اس وقت تک نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے اور نہ ہی وہ بستر پر سوئیں گے۔

"سیدنا جریر بن عبداللہ البجلیؓ نے شام میں جو کچھ دیکھا اُس کی پُوری رپورٹ سیدنا علیؓ کو پیش کر دی اور کہا کہ شام کے سب لوگ قاتلانِ عثمان سے قصاص کے بارہ میں معاویہؓ کے ساتھ ہیں اور وہ سیدنا عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت پر روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ کا ان کی شہادت میں ہاتھ ہے۔ اور انہوں نے اُن کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔"

سیدنا جریر بن عبداللہؓ کے منہ سے یہ واقعات سُن کر مالک الاشتر لال پیلا ہو گیا۔ اور سیدنا علیؓ سے کہا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اس کو قاصد بنا کر نہ بھیجیں اگر آپ مجھ کو قاصد بنا کر بھیجتے تو میں اس سے بہتر بات چیت کر کے آتا جو اچھے نتائج کی حامل ہوتی۔ لیکن سیدنا جریرؓ نے کہا "بڑے میاں! اگر آپ وہاں چلے جاتے تو وُہ لوگ آپ کو زندہ واپس نہ بھیجتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تم قاتلانِ عثمان میں سے ہو۔" اس پر مالک الاشتر نے کچھ اُلٹا سا جواب دیا جس پر سیدنا جریرؓ غضب ناک ہو کر چلے گئے اور قرقیسا میں اقامت پذیر ہو گئے اور سیدنا معاویہؓ کو اپنی اس بات چیت سے متعلق مطلع کر دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۵۳، ابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۱۴۱-۱۴۲)

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علیؓ کے لشکر میں ایک ایسا عنصر شامل تھا جس کا قاتلانِ عثمان سے تعلق تھا یا وہ خود قاتلانِ عثمان تھے۔ اور وہ ہر معاملہ میں اپنی سر توڑ کوشش کرتے کہ دونوں فریقوں میں کہیں صُلح نہ ہو جائے کیونکہ صلح کی صُورت میں اُن کی خیر نہیں تھی

اس روایت سے زیادہ واضح ایک اور روایت ابن کثیرؒ ہی نے نقل کی ہے کہ جنگِ صفین کے موقع پر اصحاب رسُول کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ باہمی جنگ و قتال ختم ہو جائے۔ چنانچہ دو درد دل رکھنے والے صحابہؓ سیدنا ابو درداءؓ[1] اور

---

[1] سیدنا ابوالدرداءؓ کا اصلی نام عویمر تھا۔ کنیت ابو درداءؓ تھی آپ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر میں چونکہ مسلمان نہ ہوئے تھے لہٰذا شرکت نہ فرمائی۔ غزوۂ احد میں شرکت فرمائی اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا "عویمر کس قدر اچھے شاہسوار ہیں۔" اُحد کے بعد پھر ہر غزوہ میں شریک ہوئے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کے بعد مدینہ کو چھوڑ دیا اور شام کے دارالخلافہ دمشق میں سکونت اختیار کر لی کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا تھا کہ "فتنہ کی آندھی میں ایمان کا چراغ شام میں محفوظ رہے گا۔" (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۹۹) دمشق میں آپ کا وقت زیادہ تر درس و تدریس میں گزرتا۔ سیدنا عمرؓ نے شام کے سفر میں یزید بن ابی سفیانؓ، عمرو بن العاصؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کے مکانوں پر جا کر دیکھا تو شام کی خصوصیات اور تکلفات کا رنگ روغن چڑھا ہوا تھا۔ لیکن جب ان کے در دولت پر گئے تو اس کشورِ دین و ملت کے تاجدار کو بغیر زینت و آرائش کے ایک تنگ و تاریک مکان میں کمبل اوڑھے ہوئے پایا۔ سیدنا عمرؓ کی آنکھوں میں ان کو دیکھ کر آنسو آ گئے۔ پوچھا، ابوالدرداءؓ اس قدر عشرت کی زندگی گزارنے کا کیا مطلب؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے کہ ہم کو اس قدر ساز و سامان رکھنا چاہیئے جس قدر ایک مسافر کے لیے درکار ہے۔ لیکن ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کیا سے کیا ہو گئے۔" اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸)

سیدنا عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں سیدنا معاویہؓ نے خود فرمائش کر کے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کروایا اور سیدنا معاویہؓ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو ان کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے جاتے۔ (الاستیعاب صفحہ) آخر ۳۲ھ میں اس عدم ہستی نما سے ہستی عدم نما کو انتقال فرمایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوامامہ الباہلیؓ[1] نے سیدنا معاویہؓ سے مل کر کہا:

"معاویہؓ! آپ سیدنا علیؓ سے کس بنا پر لڑتے ہیں؟ خدا کی قسم وہ آپ سے زیادہ قدیم الاسلام اور اقرب الی الرسول ہیں اور خلافت کے بھی آپ سے زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) علم وفضل میں ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ اُن سے فرمایا تھا کہ "زمین کے اُوپر اور آسمان کے نیچے آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔" قرآن وسنت کے بہت بڑے عالم اور تفسیر قرآن کے بہت بڑے ماہر تھے۔ آپ کی روایات کی تعداد ۱۷۰ ہے جن میں سے ۳ بخاری میں اور آٹھ مسلم میں مندرج ہیں۔

[1] سیدنا ابوامامہ الباہلیؓ اُن لوگوں میں سے تھے جن کو بیعتِ رضوان میں حق تعالیٰ کی رضا کا تمغہ ملا تھا اور اسی موقع پر آپؐ نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ "تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے ہوں۔" (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱) ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کے اپنے قبیلہ میں دعوت اسلام کیلئے بھیجا۔ اہلِ قبیلہ ان کی دعوت اسلام سے سخت رنجیدہ ہوتے۔ بڑی تکلیفیں دیں لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی اور حق تعالیٰ نے ان کی شبانہ روز کوششوں کو بار آور کیا اور سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۴۲، اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱)

عہدِ علوی میں پہلے سیدنا علیؓ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ جنگ صفین میں بھی سیدنا علیؓ کا ساتھ دیا پھر شام میں مستقل طور پر سکونت اختیار کرلی اور ۸۶ھ میں ۱۰۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس زمانے میں عبدالملکؒ بن مروانؒ سریر آرائے خلافت تھے۔

اللہ تعالیٰ نے علم وفضل سے نوازا تھا۔ جہاں کہیں دو چار آدمی مل جاتے تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سناتے گویا احادیثِ نبوی کی تبلیغ واشاعت ان کا خاص مشغلہ تھا لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ دین کے جو احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ہم تک پہنچے تم لوگ ہم سے سُن کر انھیں دوسروں تک پہنچاؤ۔ (ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۱۳۲) ان کی روایتوں کی تعداد ۲۵۰ ہے ان میں سے ۵ بخاری میں اور ۳ مسلم میں ہیں۔

(تہذیب الکمال صفحہ ۱۷۴)

مستحق ہیں۔ سیدنا معاویہؓ نے جواب دیا کہ میں تو سیدنا عثمانؓ کے قصاص کے لیے لڑ رہا ہوں اور انہوں نے قاتلانِ عثمان کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔ آپ دونوں حضرات سیدنا علیؓ کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ وہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لیں۔

ثم انا اول من بایعہ من اھل الشام

پھر اہلِ شام میں سے میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو آپ کی بیعت کروں گا

وہ دونوں سیدنا علیؓ کے پاس گئے اور سیدنا معاویہؓ کی یہ بات سنائی۔ علامہ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ:

فخرج خلق کثیر فقالوا کلنا قتلۃ عثمان

اُن کے لشکر سے بہت لوگ باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ ہم سب قاتلانِ عثمان ہیں۔

جن کا جی چاہے وہ ہم سے جنگ کرے۔ سیدنا علیؓ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا:

ھؤلاء الذین ترسان

یہ ہیں وہ لوگ جن کو تم دیکھ رہے ہو۔

اس پر یہ دونوں حضرات ناامید اور مایوس ہوگئے اور انہوں نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا بلکہ غیر جانبدار رہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۵۹)

اس روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ کے لشکر میں ایک اچھی خاصی تعداد ان لوگوں کی تھی جو قاتلانِ عثمان تھے۔ کیونکہ وہ ایک نہایت گہری سازش کے تحت دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے اور دوست کے رُوپ میں دشمن کا پارٹ ادا کر رہے تھے

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کی جلد اول صفحہ ۱۰۴ تا ۱۲۳)

ابوحنیفہ الدینوری نے بھی اس سلسلہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک عابد و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شب زندہ دار بزرگ سیدنا ابو مسلم الخولانیؒ چند مسلمانوں کی معیت میں سیدنا معاویہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ:۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ سیدنا علیؓ سے برسرِ پیکار ہونا چاہتے ہیں۔ آپ کو اُن سے برابری کی کیسے جرأت ہوئی؟ حالانکہ آپ اسلام لانے میں ان سے بعد کے لوگوں میں سے ہیں۔"

آپ نے جواب دیا کہ

"میں فضیلت میں ان کی برابری کا ہرگز دعویدار نہیں ہوں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمانؓ مظلوم شہید کر دیئے گئے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص لیا جائے اور اگر سیدنا علیؓ قصاص لینے پر قدرت نہیں رکھتے تو قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ ہم ان سے قصاص لے لیں گے اور پھر ان کی خلافت کو تسلیم کر لیں گے۔"

ابو مسلم الخولانیؒ کے دل میں ایک تڑپ تھی اور اُمت کے لیے ایک درد تھا وہ اس معاملہ کو خونریزی کے بغیر نپٹانا چاہتے تھے، لہٰذا انہوں نے سیدنا معاویہؓ سے کہا کہ آپ یہ سب مطالبات مجھے لکھ دیں۔ میں خود سیدنا علیؓ کے پاس جاتا ہوں اور ان سے زبانی گفتگو کر کے آپ کے یہ مطالبات منوانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ابو مسلم الخولانیؒ کے کہنے پر آپ نے ان مطالبات کو اس طرح الفاظ کا جامہ پہنایا اور ایک خط کی شکل میں ابو مسلم الخولانیؒ کے ہاتھ سیدنا علیؓ کو روانہ کیا۔ آپ نے لکھا:۔

اما بعد! سیدنا عثمانؓ امیر المومنین مدینہ طیبہ میں آپ کی موجودگی میں شہید کئے گئے۔ آپ اُن کے گھر کا شور و غل اور آہ و بکا سنتے رہے لیکن اپنے قول و عمل سے اُس کا کوئی مداوا نہ کیا۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ آپ اگر اخلاص اور سچائی سے ان کی مدافعت کرتے اور دشمنوں کو اُن کے قتل سے روکتے تو آج نہ تو ہمیں آپ کے خلاف کوئی شکایت ہوتی اور نہ ہی آپ کی مخالفت کی جاتی۔

دوسرا الزام آپ پر یہ ہے کہ آپ نے قاتلانِ عثمان کو اپنے ہاں پناہ دی

ہوئی ہے اور آج وہ آپ کے دست و بازو اور مشیر کار ہیں۔ ہمارے کانوں تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ آپ قتلِ عثمان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں، اگر یہ سچ ہے اور آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو قاتلانِ عثمان کو ہمارے حوالہ کر دیں (اگر آپ خود قصاص پر قدرت نہیں رکھتے) اور اے علیؓ! آپ یقین رکھئے ہم سب سے پہلے آپ کی بیعت کے لیئے تیار ہیں۔ لیکن اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر ہمارے پاس اس کا جواب صرف تلوار ہے۔ قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی ہم بحر و بر سے قاتلانِ عثمان کو تلاش کر کے ان سے انتقام لیں گے یا پھر خود اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دیں گے۔

ابو مسلم الخولانیؒ سیدنا معاویہؓ کا یہ خط لے کر سیدنا علیؓ کی خدمت میں پہنچے۔ خط پیش کیا اور خط کے ساتھ زبانی بھی سارے حالات بیان کر دیئے اور پورا پورا یقین دلایا کہ یہ منصب ہم کسی دوسرے کے لیے ہرگز پسند نہیں کرتے۔ آپ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لیں کیونکہ وہ مظلوم شہید کئے گئے ہیں لیکن اگر آپ ان سے قصاص لینے کی قدرت نہیں رکھتے تو آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں اس طرح سے سب لوگ آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لیں گے۔ اور آپ کے مخالفین کے ساتھ ہم خود آپ کے دست و بازو اور اعوان و انصار بن کر لڑیں گے۔"

آپ نے ابو مسلم الخولانیؒ کی یہ سب باتیں نہایت غور سے سنیں۔ آپ نے اس روز تو ابو مسلمؒ کو کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا کہ کل اس کا جواب دیں گے۔ دوسرے روز ابو مسلمؒ جامع مسجد کوفہ میں جب آپ سے ملنے کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہاں دس ہزار مسلح آدمی یہ نعرے لگا رہے ہیں:۔

کلنا قتلۃ عثمان

ہم سب قاتلانِ عثمان ہیں۔

یہ دیکھ کر ابو مسلمؒ نے کہا، معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو میرے آنے کی وجہ معلوم ہو گئی ہے اور انہوں نے اپنے تحفظ اور بچاؤ کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے۔ بعد ازیں سیدنا علیؓ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبانی ابومسلمؓ سے کہا کہ قاتلوں کو آپ لوگوں کے حوالے کرنا میرے امکان سے باہر ہے، لہٰذا میں مجبور ہوں۔

(اخبار الطوال صفحہ ۱۷۳-۱۷۴ ملخصاً)

اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ کے لشکر میں ایک اچھی خاصی تعداد سبائیوں اور قاتلانِ عثمان کی تھی، جنہوں نے اُن کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ اور ان کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق چلاتے تھے۔ چنانچہ ایک شیعی محقق ملّا عبدالرزاق لاہجی نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:۔

"خلافت او بعد از ثلاثہ خلافتے نہ بود کہ دراں خلافت عمل بہ مقتضائے علم او خواہد کرد۔"

اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے بعد اُن کی خلافت ایسی خلافت نہ تھی جس میں وہ اپنی مرضی کے مطابق عمل درآمد کر سکتے۔

(گوہر مراد صفحہ ۱۲۵)

یہاں تک بات بڑھ گئی تھی کہ جب کبھی آپ ان کی مرضی کے خلاف رائے دیتے تو یہ دشمنانِ اسلام آپ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے۔ چنانچہ جب سیدنا علیؓ نے مملکت اسلامیہ میں اپنے عزیز و اقارب کو گورنر مقرر فرمایا۔ تو ان سبائیوں نے اس چیز کو اپنے لیے خطرہ کا باعث سمجھا اور مالک الاشتر جو اس گروہ کا سردار تھا، سیدنا علیؓ سے غضبناک ہو کر کہنے لگا۔

علی ما قتلنا الشیخ اذن

پھر ہم نے اس بڑے میاں (سیدنا عثمان) کو کیوں قتل کیا تھا؟

(طبری جلد ۵ صفحہ ۱۹۴)

پھر ہر مشکل وقت میں ان لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور جب سیدنا علیؓ کو ان کی ضرورت پڑتی یہ کوئی نہ کوئی عذر لنگ تراش کر پہلو تہی کر جاتے۔ چنانچہ خوارج کی جنگ کے فوراً بعد آپ کی فوج کے ایک سردار اشعث بن قیس کندی نے سیدنا علیؓ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ:۔

"ہمارے ترکش خالی ہو گئے ہیں، ہماری تلواریں کند ہو گئی ہیں اور ہمارے نیزوں کی

انیاں خراب ہو گئی ہیں، لہٰذا آپ ہمیں اب گھر جانے دیجئے۔"

(ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۷۶، اخبار الطوال صفحہ ۲۱۱)

یعنی امیر المؤمنینؓ کو فوج کی مدد کی ضرورت ہے اور فوج بہانے تراش کر رخصت پر جانا چاہتی ہے۔ اس سے زیادہ اور بے وفائی کیا ہو گی؟ ان لوگوں کی اسی طرح کی بے وفائیوں اور فتنہ انگیزیوں سے تنگ آ کر آپ نے ایک دفعہ منبر پر حلفیہ بیان فرمایا:۔

"بخدا سوگند! مجھے منظور ہے کہ حق تعالیٰ تم میں سے مجھے اٹھا لے۔ پھر فرمایا خداوندا! تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں۔ میں ان سے ملول ہوں۔ خداوندا! مجھے ان سے راحت عطا فرما اور ان کو اُس شخص کے ہاتھ مبتلا کر کہ یہ بعد اس کے مجھے یاد کریں[1]۔"

(جلاء العیون از ملّا باقر مجلسی باب ۳ فصل ۲ صفحہ ۲۳۹)

ایک اور موقع پر ان لوگوں کے بارہ میں اپنی شکایت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:۔

"اگر موسم گرما میں تم کو کہتا ہوں کہ جنگ کے لیے نکلو تو کہہ اُٹھتے ہو کہ بڑی سخت گرمی ہے۔ ہم کو مہلت دیجئے کہ گرمی کم ہو جائے۔ جب تم گرمی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے تو زیادہ بھاگو گے۔ اے لوگو! جو لڑکوں اور عورتوں کی مانند عقل رکھتے ہو، کاش میں تم کو کبھی نہ دیکھتا اور نہ تم کو پہچانتا۔ میرے دل کو پیپ اور میرے سینہ کو غصہ سے تم نے بھر دیا اور تم نے سخت نافرمانی کی

---

[1] تاریخ روضۃ الصفا کے مؤلف لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنینؓ کی یہ دُعا آخر قبول ہو کر رہی اور اسی رات حجاج بن یوسف ثقفی پیدا ہوا۔

واز و بہ کوفیاں رسید آنچہ رسید

اور اُس سے کوفیوں کو جو سزا ملی وہ ملی۔

تاریخ میں حجاج کے ذمہ جو قتل لگائے جاتے ہیں وہ زیادہ تر ان ہی کوفیوں اور دشمنانِ اسلام کے ہیں جنہوں نے دوستی کے روپ میں دشمنی کا کام انجام دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور میری رائے کو تم نے ضائع کر دیا ہے۔"

(حلیۃ المتقین ملا باقر مجلسی باب ۱۴ فصل ۱۲ صفحہ ۳۶۲)

چنانچہ جب ان لوگوں نے آپ کو زیادہ تنگ کیا تو ایک روز آپ کے منہ سے یہ الفاظ بھی نکل گئے۔ فرمایا:۔

تاتلکم اللہ لقد ملاءتم قلبی قیحاً وشحنتم صدری غیظاً

اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے تم نے میرے دل کو غم کی پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غصہ سے۔

(نہج البلاغت صفحہ ۴۷)

ایک روز آپ بہت کبیدہ خاطر تھے اور اپنے ان ساتھیوں اور لشکریوں کا جنہوں نے پہلے تو جنگِ جمل اور جنگ صفین میں اپنوں سے لڑایا، لیکن اب معاہدہ تحکیم کے بعد جب اپنی سازشوں کو کامیاب ہوتے نہ دیکھا تو آپ کا ساتھ چھوڑ دیا، ان الفاظ میں شکوہ فرمایا:۔

وقد زعمت قریش ان ابن ابی طالب شجاع ولکن لا علم له بالحروب۔ تربت ایدیهم وهل فیهم احد اشد مراساً لها منی؟ لقد نهضت فیها وما بلغت العشرین وها انا ذا قد اربیت علی نیف وستین ولکن لا رای لمن لا یطاع۔

قریش سمجھتے ہیں کہ ابوطالب کا بیٹا بہادر تو ہے لیکن جنگی علوم و فنون سے ناآشنا اور نابلد ہے۔ خاک آلود ہوں اُن کے ہاتھ، کیا ان میں کوئی مجھ سے زیادہ ماہر ہے؟ میں تو جنگوں میں اُس وقت پڑا تھا جب میری عمر ابھی بیس برس کی بھی نہ تھی اور اب میں زندگی کی ۶۰ منزلوں سے بھی تجاوز کر چکا ہوں لیکن جس کی کوئی اطاعت نہ کرے اُس کی رائے کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔

(مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۶۲، اخبار الطوال صفحہ ۲۱۲، کتاب الاغانی جلد ۱۵ صفحہ ۴۳، حلیۃ المتقین باب ۱۴ فصل ۱۲ صفحہ ۳۶۲)

مؤرخین اسلام نے ان کے خصائل کے کچھ واقعات اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ ان میں ایک خصلت اُن کی یہ تھی کہ

"سیدنا معاویہؓ جب بھی کوئی مراسلہ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے پاس بھیجتے تو قاصد کے آنے جانے کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ پیغام رساں کب آتا ہے اور کب جاتا ہے اور کیا خط لے گیا اور کیا جواب لایا۔ شام کا کوئی شخص اس سے اس بارہ کچھ نہ دریافت کرتا۔ لیکن جب سیدنا علیؓ کا پیغام رساں آتا تو عراق کے لوگ سیدنا ابن عباسؓ (جو سیدنا علیؓ کے معتمد خاص تھے) کے پاس جاتے اور دریافت کرتے کہ امیر المؤمنین سیدنا علیؓ نے آپ کو کیا لکھا ہے؟ اگر آپ اُن سے خط کے مضمون کو چھپاتے تو پھر خود ہی اٹکل پچو لڑایا کرتے کہ ہماری رائے میں امیر المؤمنینؓ نے فلاں فلاں بات لکھی ہو گی۔ اس پر سیدنا عبداللہؓ ان سے فرمایا کرتے تمہیں کبھی عقل بھی آئے گی؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سیدنا معاویہؓ کا قاصد آتا ہے تو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ کیا پیغام لایا اور کیا لے گیا۔ نہ ان کے ہاتھ بلند ہوتے ہیں اور نہ کوئی شور و غوغا سنائی دیتا ہے۔ مگر تم یہاں سارا دن بیٹھ کر اٹکل پچو مارا کرتے ہو۔"

(ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۷، اخبار الطوال صفحہ ۱۹۷، محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ جلد ۲ صفحہ ۷۱)

ان کی یہ باتیں جب سیدنا علیؓ کے کانوں میں پڑتیں تو آپ کو بہت صدمہ ہوتا اور آپ ان کو اچھی طرح ڈانٹتے۔ چنانچہ زہیر بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ بسرؓ (ابن ارطاۃ) اب یمن پہنچ گئے ہیں۔ واللہ! مجھے ایسا لگتا ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے۔ اور یہ تم پر صرف اس وجہ سے غالب آئیں گے کہ تم اپنے امام کی نافرمانی کرتے ہو، اور وہ اپنے امام کے تابعدار اور فرماں بردار ہیں۔ تم امانت میں خیانت کرتے ہو اور وہ امین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ تم زمین میں فساد برپا کرتے ہو اور وہ صلح و آشتی پھیلاتے ہیں؟" میں نے فلاں کو بھیجا۔ اُس نے خیانت کی اور دھوکہ دیا۔ فلاں کو بھیجا۔ اُس نے بھی خیانت کی اور غدر کر کے مال و دولت معاویہؓ کو بھیج دیا۔ میں اگر تم میں سے کسی کو ایک پیالے پر امین بناؤں تو وہ اُسے بھی چاٹنا شروع کر دے گا۔"

پھر بڑے دلگیر اور پژمردہ ہو کر ان لوگوں کے بارہ میں حق تعالیٰ سے یوں دُعا کرتے

اللّٰھم سئمتھم وسئمونی وکرھتھم وکرھونی

اللّٰھم فارحھم منی وارحنی منھم

اے اللہ! میں ان سے تنگ ہوں اور یہ مجھ سے تنگ ہیں۔ اے اللہ! ان کو مجھ سے نجات دے اور مجھے ان سے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۵)

بعض اوقات اپنے شیعوں اور نام نہاد ساتھیوں کی انہیں غداریوں اور فتنہ انگیزیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے موسلا دھار بارش کی طرح آنسو ٹپک پڑتے اور آپؓ بڑی حسرت سے فرمایا کرتے:۔

واللہ! ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرًا منکم واعطانی رجلًا منھم

بخدا! میری دلی آرزو ہے کہ سیدنا معاویہؓ مجھ سے اس طرح تمہارا تبادلہ کر لیں جس طرح دینار (اشرفیاں) درہموں (روپوں) سے تبادلہ کئے جاتے ہیں، مجھ سے وہ تمہارے دس آدمی لے لیں اور مجھے اپنے آدمیوں میں سے ایک آدمی دے دیں۔

(نہج البلاغت جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی سیدنا علیؓ کے گروہ کے ان سبائیوں کے بارہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور سیدنا علیؓ کی ان کے مقابلہ میں بے بسی کا ان الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں

وکان علیًا عاجزًا عن قھر الظلمۃ من العسکرین و

ولم تکن اعوانہ یوافقونہ علی ما یأمر بہ واعوان معاویۃ یوافقونہ

سیدنا علیؓ اپنے سپاہیوں کے ظلم و قہر سے عاجز اور مجبور تھے اور ان کے ساتھی ان کے ساتھ کسی کام میں موافقت اور تعاون نہیں کرتے تھے۔ اور اس کے مقابلہ میں سیدنا معاویہؓ کے ساتھی اُن کے احکام کو بدل و جان قبول کرتے تھے۔

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

ان سب حوالجات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ کے لشکر کی اچھی خاصی تعداد اُن لوگوں کی تھی جو قاتلانِ عثمان میں سے تھے اور جن کی زندگی کا مقصد وحید ہی اسلام میں رخنہ اندازی اور فتنہ انگیزی تھا اور جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو تاخت و تاراج اور اہل اسلام سے اپنی شکستوں کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے ہی جنگ جمل میں مسلمانوں کے دو گروہوں کو آپس میں لڑایا تھا کیونکہ ان دونوں کو لڑا کر ہی وہ اپنے آپ کا تحفظ کر سکتے تھے۔

رأی الناس فینا واللہ واحد وان یصطلحوا مع علی فعلی دمائنا۔

ہم لوگوں کے بارہ میں ان کی رائے ایک ہے۔ ان میں اگر آپس میں صلح ہوئی تو وہ ہمارے خون پر ہوگی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، طبری جلد ۴ صفحہ ۴۸۸، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۳)

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کی دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:۔

یا عمار! لا یقتلک اصحابی تقتلک الفئۃ الباغیۃ

اے عمار! تم کو میرے اصحابی قتل نہ کریں گے بلکہ باغی گروہ قتل کرے گا۔

(وفاء الوفاء)

اس حدیث میں جماعت باغیہ کو صحابہ کے مقابلہ میں لایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جماعت باغیہ صحابہ کے علاوہ کوئی اور جماعت تھی اور سیدنا معاویہؓ کا صحابی ہونا قطعی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقینی ہے لہٰذا ان کو قاتلِ عمارؓ کہنا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ سیدنا علیؓ کو قاتلِ عثمان کہنا غلط ہے۔ اور باغی گروہ اُس وقت بالاتفاق وہ بلوائی اور سبائی تھے جو سیدنا عثمانؓ کے قاتل تھے (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے)، پس وہی گروہ قاتلِ عمارؓ تھا۔

(براۃ عثمان مولانا ظفر احمد عثمانیؒ صفحہ ۶۲)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمارؓ نے جنگِ صفین میں شرکت ہی نہیں فرمائی بلکہ وہ سیدنا عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں انکوائری کمیشن کے ممبر کی حیثیت سے مصر تشریف لے گئے تھے اُس وقت انہیں سبائی گروہ نے شہید کر دیا تھا۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ:-

واستبطاء الناس عماراً حتیٰ ظنوا قد اغتیل

عمارؓ کو لوگوں نے روک لیا تھا یہاں تک کہ (اہل مدینہ نے) یقین کر لیا کہ وہ دھوکہ سے قتل کر دیئے گئے ہیں۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۳۷۹، التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان لمحمد بن یحییٰ صفحہ ۸۹)

بہرحال سیدنا عمار بن یاسرؓ مصر میں شہید کئے گئے ہوں یا صفین میں سیدنا معاویہؓ کا ان کی شہادت میں کوئی دخل نہیں تھا، کیونکہ وہ باغی نہ تھے وہ سیدنا عثمانؓ کے ناحق خون کے قصاص کے طالب تھے، جن کے بارہ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آیت قرآنی

وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا

اور جو شخص ظلماً قتل کر دیا جائے تو ہم نے اُس کے وارث کے لیے مضبوط حق رکھا ہے۔ پس وہ (وارث) مارنے میں (یعنی بدلہ دیتے وقت) زیادتی نہ کرے۔ بلاشک وہی مظفر و منصور رہے گا۔

کے اشارہ سے سمجھ گئے تھے کہ اگر سیدنا علیؓ نے قاتلانِ عثمان سے قصاص نہ لیا تو اُن کے مقابلہ میں سیدنا معاویہؓ مظفر و منصور ہوں گے۔

(ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۴۳۴، براۃ عثمان صفحہ ۶۳)

المختصر اُن کو قتل کرنے والے وہ سبائی اور باغی تھے جنہوں نے خلیفۂ برحق سیدنا عثمانؓ بن عفان کو شہید کر کے امت میں فتنہ برپا کیا تھا اور مسلمانوں کے خون سے جمل اور صفین میں اپنے ہاتھ رنگے تھے۔ وہ تھے "الفئۃ الباغیۃ" اور سیدنا معاویہؓ اور اُن کے ساتھی تو "فئۃ عظیمۃ" تھے جن کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پیش گوئی فرمایا تھا۔

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین

میرا یہ بیٹا (سیدنا حسنؓ) سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۳، جلد ۲ صفحہ ۵۳۰، صفحہ ۱۰۵۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۷-۲۶، ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۱۱-۲۱۲)

یہ مصالحت سیدنا حسنؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے گروہوں میں کروائی تھی۔ جیسا کہ محدثین نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا مصداق سیدنا معاویہؓ کو کسی صورت نہیں بنایا جا سکتا اور نہ اس حدیث کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ پر زبانِ طعن دراز کی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)
یزید کی ولی عہدی

"سیدنا معاویہؓ اپنی زندگی کی آخری منزلوں میں تھے کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ نے جو اصحاب رسول میں نہایت بلند مقام کے حامل تھے۔ یہ تحریک پیش کی کہ امیر المومنین اپنی حیاتِ مستعار ہی میں ولی عہدی کا انتظام فرما جائیں، کیونکہ حالات کی کروٹیں یہ بتا رہی تھیں کہ آسمانِ خلافت پر بڑے گہرے بادل چھانے والے ہیں۔ چنانچہ ولی عہدی کی تحریک پیش کرنے کے بعد انہوں نے خود ہی امیر یزید کا نام پیش کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ "امیر المؤمنین! شہادت عثمانؓ کے بعد کی خونریزی آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں تاکہ آپ کے آنکھیں بند کرنے کے بعد اہل اسلام کے پاس ایک سہارا موجود ہو اور امت اختلاف اور فتنہ و فساد کی آگ کی لپیٹ میں نہ آئے۔"

سیدنا معاویہؓ کاتب وحی اور محبوب رسول ہونے کے ساتھ حالات کا بڑی گہری نگاہ سے مطالعہ کرنے والے تھے۔ وہ ایک صاف بصیرت بزرگ اور سیاسی اور روحانی افکار کے حامل تھے۔ اس لیے وہ ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے تھے جس سے اہل اسلام متفق و متحد نہ ہوں۔ وہ اگرچہ سمجھ رہے تھے کہ سیدنا مغیرہؓ کی تجویز بالکل صحیح ہے اور حالات کی کروٹیں بھی یہی بتلا رہی ہیں کہ امت سوائے اموی کے اور کسی کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، لیکن وہ سب کچھ "اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" کے قرآنی حکم کے تحت کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا مغیرہؓ کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں اس معاملہ میں اُس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا جب تک تمام ولایتوں اور صوبوں کے نمائندے اور اربابِ حل و عقد مل کر کوئی فیصلہ نہ کریں۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ یہ جواب سن کر واپس کوفہ تشریف لے گئے۔

یہ بیان اکثر مؤرخین کا ہے کہ سیدنا مغیرہؓ نے معزولی سے بچنے کے لیے یزید کی ولی عہدی

کی تجویز پیش کی تھی، انہوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں ایک واقعہ بتانے کے لیے نقل تو کر دیا، لیکن یہ نہ سوچا کہ سیدنا مغیرہؓ کی وفات تو ۵۰ھ میں ہو چکی تھی اور یزید کی ولیعہدی کا معاملہ ۵۶ھ[1] میں پیش آیا۔ (ملاحظہ ہو طبری جلد ۴ صفحہ ۲۲۴) وہ اپنی وفات کے ۶ سال بعد یعنی ۵۶ھ میں اپنی معزولی سے بچنے کے لیے یہ تجویز سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے کیسے تشریف لائے تھے؟ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں ۵۰ھ کے واقعات میں اُن کی وفات کا ذکر بایں الفاظ میں کیا ہے۔

فلم يزل اميرها حتى مات في هذه السنة على المشهور، قال محمد بن سعد وغيره وقال الخطيب اجمع الناس على ذالك

یعنی آپ کوفہ کے آخر وقت تک امیر رہے یہاں تک کہ ۵۰ھ میں مشہور قول کے مطابق آپ کی وفات ہو گئی۔ محمد بن سعد وغیرہ کا یہی قول ہے اور خطیب نے کہا ہے کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۴۸)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ آپ کے سن وفات کے بارہ میں یوں لکھتے ہیں:۔

قال ابو عبيد القاسم بن سلام توفي سنة تسع واربعين وهو اميرها وقال ابن سعد وابو حسان الزيادي وغير واحد مات سنة خمسين ونقل الخطيب الاجماع من اهل العلم على ذالك وقال ابن عبد البر مات سنة احدى وخمسين، قلت انما حكى ابن عبد البر ذالك بصيغة التمريض بعد ان جزم في موضعين من ترجمته انه مات سنة خمسين

---

[1] مسعودی نے ولی عہدی کا معاملہ ۵۹ھ کا بتایا ہے، لیکن یہ غلط ہے۔ صحیح ۵۶ھ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو عبید القاسم بن سلام کہتے ہیں کہ اُن کی وفات ۴۹ھ میں ہوئی جب وہ کوفہ کے امیر تھے اور ابن سعد اور ابو حسان الزیادی اور دوسرے بے شمار حضرات فرماتے ہیں کہ وہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ اور خطیب نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ انہوں نے ۵۱ھ میں انتقال فرمایا میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن عبد البر نے اسکو تمریض کے صیغہ سے ذکر کیا ہے جب کہ انہوں نے ان کے ترجمہ میں دو دفعہ قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۳، طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۴)

علامہ ابن قتیبہ نے ان کا سن وفات ۵۱ھ نقل کیا ہے۔

(کتاب المعارف صفحہ ۲۹۵)

اگر اس بات کو صحیح مان لیا جائے کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ ہی نے یزید کی ولیعہدی کی تجویز پیش کی تھی تب بھی آپ پر یہ الزام بالکل غلط ہے کہ آپ نے اپنی گورنری کو قائم رکھنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کیا تھا۔ یا یہ کہنا کہ ایک بزرگ نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے دوسرے بزرگ کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز کو جنم دیا۔ سراپا اتہام اور خلافِ حقیقت بات ہے، کیونکہ تاریخ کے صفحات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا مغیرہؓ خود اپنے آخری ایام میں گورنری کے بار دوش سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے[1]، لیکن سیدنا معاویہؓ مُصر تھے کہ اُن کی خدمات سے

---

[1] سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ جن کو بعض جاہل اور نادان یزید کی ولی عہدی میں مورد الزام گردانتے تھے کس مرتبہ کے انسان تھے۔ اکثر لوگ اس سے ناآشنا ہیں۔ اور بعض جاہل لوگ ان غلط سلط روایات کی بنا پر ان کی شان میں نازیبا قسم کے الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ موجودہ زمانہ کے بعض نام نہاد مفکرین بھی ان کی شان میں دریدہ دہن ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اجمالی طور پر ان کے بعض محامد و فضائل درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ ۵ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ میں ہجرت فرمائی۔

(الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)

فائدہ اٹھایا جائے۔ اس لیے ان کا استعفیٰ منظور نہ کیا۔ چنانچہ طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ سیدنا مغیرہؓ نے امیر المومنین معاویہؓ کی خدمت میں لکھا کہ:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ میں شرکت فرمائی۔ اور بیعت رضوان میں شرکت کے سبب رضی اللہ عنہ" کی سند فضیلت حاصل کی۔ کیونکہ اس بیعت کے شرکاء کے لیے حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح: ۱۸)

اللہ راضی ہوا اُن مسلمانوں سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا سو اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور اُن کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی عطا فرما دی۔

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر

اللہ تعالیٰ نے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

(الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۵۰)

صلح حدیبیہ میں قریش مکہ کا نمائندہ عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کے لیے آیا تو عرب کے عام قاعدہ کے مطابق وہ گفتگو کے دوران جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ اس وقت تلوار سونتے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے کھڑے تھے۔

كان واقفا يوم الصلح على رأس رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بالسيف صلتا

صلح حدیبیہ کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے تلوار سونتے کھڑے تھے

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۴۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما بعد! فانی قد کبرت سنی و دق عظمی و شنفت لی قریش فان رأیت ان تعزلنی فاعزلنی

میری عمر بڑی ہو چکی ہے۔ ہڈیاں کمزور پڑ چکی ہیں۔ قریش مجھ سے بغض رکھنے لگے ہیں۔ اگر آپ مجھے معزول کرنا مناسب سمجھیں تو معزول کر دیجئے۔

(طبری جلد ۵ صفحہ ۳۳۱)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) آپ کو عروہ بن مسعود ثقفی کا یہ ایک انداز گفتگو بہت ناگوار گذرتا تھا۔ اور جب وہ آپ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتا تو یہ غصہ سے اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ کی طرف لے جاتے آخر ضبط نہ ہو سکا تو عروہ ثقفی کو ڈانٹ کر فرمایا "اپنا ہاتھ قابو میں رکھو"

طائف کے صنم خانہ کو منہدم کرنے کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو سفیانؓ کو بھیجا تو سیدنا مغیرہؓ کو بھی اُن کی معاونت کے لیے ساتھ بھیجا۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۴۷)

آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے موقع پر موجود تھے۔ جب صحابہ کرامؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر میں اتار کر باہر نکلے تو آپ نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر مبارک میں گرا دی۔ سیدنا علیؓ نے کہا کہ خود قبر میں اتر کر انگوٹھی نکال لیجئے۔ چنانچہ یہ قبر مبارک میں اترے، آپ کے مبارک قدموں کو ہاتھ سے چھوا اور کہا مٹی گرا دو۔ جب تھوڑی مٹی ڈالی جا چکی تھی تو باہر نکلے اور ذات نبوی سے سب سے آخر میں جدا ہونے کا شرف حاصل کیا۔ فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ "میں تم سب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخری جدا ہونے والا ہوں"۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۷۷-۷۸)

سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانہ میں مختلف لوگوں کے پاس سفیر بن کر گئے چنانچہ جنگ قادسیہ میں رستم ایرانی کے پاس اور جنگ نہاوند میں مروان شاہ کے پاس سفیر بن کر گئے اور اسلامی لشکر کے مطالبات کو بڑے بہترین انداز میں پیش کیا گیا جس سے اسلام اور مسلمانوں کی ہیبت ایرانیوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ سیدنا عمرؓ نے پہلے بصرہ کا اور پھر کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ سیدنا معاویہؓ کے زمانے میں بھی بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

معلوم ہوا کہ تاریخ کی یہ روایت دو وجہ سے غلط ہے۔

اوّل :۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کا انتقال ۵۰ھ میں یا ۵۱ھ میں ہو گیا تھا۔ جب کہ یزید کی ولی عہدی کی تحریک ۵۶ھ میں ہوئی۔

دوم :۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ یزید کی تحریک ولی عہدی کے وقت سیدنا مغیرہؓ زندہ تھے اور انہوں نے اپنی معزولی سے بچنے کے لیے ایسا کیا تھا تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ نہ تو سیدنا معاویہؓ سیدنا مغیرہؓ کو معزول کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی سیدنا مغیرہؓ اپنی معزولی سے ڈرتے تھے بلکہ انہوں نے خود استعفیٰ پیش کیا تھا جس کو منظور نہ کیا گیا۔

بہر حال ولی عہدی کی تجویز سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ نے پیش کی یا کسی اور نے یا سیدنا معاویہؓ کے ذہن میں خود آئی۔ واقعات کا تسلسل یہ بتاتا ہے کہ آپ ماضی میں امت مسلمہ کی باہمی خانہ جنگی کے پیش نظر اپنی خداداد بصیرت سے یہ نہایت مناسب سمجھتے تھے کہ وہ اپنے انتقال سے قبل کسی کو اپنا ولی عہد مقرر کر جائیں تاکہ جمل و صفین کی طرح اُمت کی تلواریں پھر بے نیام نہ ہوں[1]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) سیدنا مغیرہؓ عقل و دانش اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے عرب کے مدبر ترین اور "دھاۃ" میں شمار ہوتے تھے۔ اپنی اس غیر معمولی بصیرت اور عقل و رائے کی وجہ سے "مغیرۃ الرائے" کہلاتے تھے۔ (اصابہ تذکرہ مغیرہ بن شعبہ) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے قبیصہ بن جابر کا بیان نقل کیا ہے کہ میں عرصہ تک مغیرہؓ کے ساتھ رہا۔ وہ تدبیر و سیاست کے آدمی تھے۔ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ان میں ایک میں سے بھی بغیر ہوشیاری اور چالاکی کے گزرنا مشکل ہو تو سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ آٹھوں دروازوں سے گزر جاتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۲)

آپ صرف سیاسی شخصیت ہی نہ تھے بلکہ علمی حیثیت سے بھی آپ کا ایک اہم مقام تھا۔ آپ کی ۱۳۳ احادیث نبویہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں ۹ بخاری و مسلم دونوں میں اور ایک میں امام بخاری اور ۲ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال صفحہ ۳۸۵) آپ کے تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے۔

---

[1] آپ نے ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے کہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا یہ آپ کی امت مسلمہ پر نہایت شفقت تھی، لیکن آپ اپنا ولی عہد خود تجویز کرنے کے بجائے اُمت کے ارباب حل وعقد کے سپرد یہ معاملہ کرنا چاہیئے تھے۔

اگرچہ تمام ولایتوں کے نمائندوں کا ولی عہد کی نامزدگی میں کوئی اختیار نہیں تھا، کیونکہ اب ارباب حل وعقد کا مرکز صرف دمشق تھا۔ جب تک مدینہ طیبہ مرکز خلافت وہاں خلیفہ کے تقرر کی ذمہ داری وہاں کے ارباب حل وعقد کے ذمہ تھی۔ سیدنا علیؓ کے زمانہ میں جب مدینہ طیبہ کے بجائے کوفہ کو مرکز خلافت بنایا گیا تو نصب امام کی تمام تر ذمہ داری کوفہ کے اہل الحل والعقد پر تھی، چنانچہ سیدنا حسنؓ کو کوفہ کے ارباب حل وعقد ہی نے خلیفہ مقرر فرمایا تھا اور بعد میں دُوسرے صُوبوں کے ارباب حل وعقد نے بیعت کی۔ اب جب کہ سیدنا معاویہؓ کے عہد میں دمشق مرکز خلافت بنا تو چاہیئے تو یہ تھا کہ صرف دمشق کے ارباب حل وعقد کی رائے ہی سے ولی عہد کا تقرر کر لیا جاتا لیکن سیدنا معاویہؓ نے بڑی وسعت قلبی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ جب تک تمام صُوبوں اور ولایتوں کے نمائندے کسی کو ولی عہد تجویز نہ کریں اُس وقت تک میں اُسے نامزد نہیں کر سکتا۔

مملکت اسلامیہ کے سب گوشوں سے وفود مرکز خلافت میں حاضر ہوتے۔ عراق جو سبائی تحریک کا مرکز تھا، وہاں سے بھی احنف بن قیسؓ کی زیر قیادت ایک وفد دربار خلافت میں حاضر ہُوا (مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۳۶) اہل عراق ہی نے یزید ابن معاویہؓ کا نام تجویز کیا تھا۔ مخالف اور موافق دونوں قسم کی تقریریں ہوئیں اور سب نے بلا جھجک مخالف وموافق دلائل پیش کئے۔ لیکن اکثریت یزید کے حق میں تھی۔

امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ کے کان میں کہیں سے بھنک پڑی تھی کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) انی خفت ان اذر الرعیۃ من بعدی کالغنم المطیرۃ لیس لہا راع

مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح چھوڑ کر نہ چلا جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۰)

یزید کے ولی عہد ہونے کے مخالف ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ جب تک مدینہ طیبہ کے باشندے بھی متفق نہ ہوں، میں ولی عہدی کے لیے یزید کے نام کا ہرگز اعلان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُس کے لیے آپ نے سیدنا مروان گورنر مدینہ کو لکھا کہ

"اب ضعیفی وناتوانی نے مجھے آلیا ہے۔ معلوم نہیں کب اس دنیا سے آخرت کے سفر پر چلا جاؤں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے بعد پھر امت تشتت وافتراق اور فتنہ و فساد کا شکار نہ ہو جائے۔ لہٰذا مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں ارباب حل وعقد کے مشورے سے کسی کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کر جاؤں۔ اس معاملہ میں آپ کا مشورہ ضروری ہے۔ اس بات کو مدینہ طیبہ کے ارباب حل وعقد پر پیش کرو۔ باہمی اتفاق سے جو وہ جواب دیں وہ مجھے لکھیں۔"

سیدنا مروان نے مدینہ طیبہ کے اکابر کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی اور یزید بن معاویہؓ کا ذکر چھیڑا۔ پورے اجتماع میں سے صرف سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے کوئی چبھتی ہوئی بات کہی[1] جس سے سیدنا مروان کو غصہ آگیا۔ اور سیدنا عبدالرحمنؓ اس اجتماع کو چھوڑ کر چلے

---

[1] بخاری نے تو جو کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب سمجھی جاتی ہے، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی وہ بات نقل نہیں کی جو انہوں نے اس اجتماع میں فرمائی، لیکن خضری، مسعودی اور طبری وغیرہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ مروان کی یہ بات سُن کر سیدنا عبدالرحمن نے کہا تھا کہ یہ تو قیصر وکسریٰ کی سنت ہے جو معاویہؓ دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، لیکن بات یہ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس اجتماع میں معمولی قسم کے لوگ نہیں تھے بلکہ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا سعید بن زیدؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ اگر سیدنا معاویہؓ واقعی قیصر وکسریٰ کی سنت کو جاری کرنا چاہتے تھے تو اجتماع میں موجود سب حضرات سیدنا عبدالرحمنؓ کی تائید کرتے، لیکن بخاری کی روایت کے مطابق پورے اجتماع میں سے سوائے سیدنا عبدالرحمنؓ کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کا یزید کی ولی عہدی کے لیے نام پیش کرنا قیصر وکسریٰ کی سنت نہیں تھی۔ اور اگر تھی تو عشرہ مبشرہ کے صحابہ اصحاب بدر اور دیگر جلیل القدر صحابہؓ نے اس کی مخالفت میں زبان کیوں نہ کھولی۔ بلکہ الٹا یزید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۱۵) باقی خضری، مسعودی، طبری اور ابن اثیر وغیرہم نے جو باتیں لکھی ہیں وہ روایت اور درایت کے لحاظ سے سراسر غلط ہیں۔

کی بیعت کر لی جب ولی عہدی کے لیے یزید کے نام کی تحریک قیصر و کسریٰ کی سنت نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو سیدنا عبدالرحمٰنؓ جیسا پختہ کار آدمی ایسی کچی بات ہرگز نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور چبھتی ہوئی بات کہی تھی جس سے سیدنا مروان کو غصہ آ گیا

ہمارے خیال میں بخاری کی اس روایت میں بھی راوی سے سہو ہو گیا ہے۔ سیدنا عبدالرحمٰن کی طرف جو بیان منسوب ہے کہ انہوں نے اُٹھ کر سیدنا مروان کی تجویز پر اعتراض کیا۔ غلط ہے کیونکہ روایات بتاتی ہیں کہ یزید کی ولی عہدی کا واقعہ ۵۶ھ میں پیش آیا تھا (طبری جلد ۴ صفحہ ۲۲۴) بلکہ مسعودی نے تو ۵۹ھ لکھا ہے (مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۳۶-۳۷) اور سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۵۳ھ میں اس دار فانی سے انتقال فرما چکے تھے۔ چنانچہ مشہور مؤرخ علامہ ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں۔

مات فجاءة سنة ثلاث وخمسين بجبل بقرب مكة

سیدنا عبدالرحمٰنؓ کی ۵۳ھ میں مکہ کے قریب ایک پہاڑ پر اچانک وفات ہو گئی۔

(المعارف صفحہ ۲۶)

امام ابوعبداللہ محمد النیشاپوری صاحب ان کی وفات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مات عبدالرحمن بن ابی بکر فجاءة وكنيته ابو عبدالله ومات سنة ثلاث وخمسين

عبدالرحمٰن بن ابی بکر اچانک فوت ہو گئے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور سن وفات ۵۳ھ تھا۔

(مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۷۵)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے سن وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

توفی عبدالرحمن بحبشي وهو اثنى عشر ميلاً من مكة فحمل الى مكة فدفن بها وقال ابن سعد وغير واحد

سیدنا معاویہؓ جیسے محتاط آدمی کے نزدیک پورے اجتماع میں ایک آواز کا اٹھنا بھی بہت تھا۔ لہٰذا آپ نے خود مدینہ طیبہ کا سفر کیا تاکہ بذاتِ خود ان حضرات سے ملاقات کی جائے چنانچہ مدینہ طیبہ میں آپ کی موجودگی میں دوبارہ اجتماع ہوا جس میں سیدنا معاویہؓ نے خود اس معاملہ کو اس کے سارے مالہ وماعلیہ کے ساتھ پیش فرمایا۔ تمام اجتماع نے اس بات کا خیر مقدم کیا اور حالاتِ حاضرہ اور مصالح اُمت کے پیش نظر اس تجویز کو منظور کر لیا۔ غرض اس طرح باہمی گفت و شنید اور مشاورت سے یزید بن معاویہؓ کی ولی عہدی کے لیے نامزدگی ہوئی اور پوری اُمت اور سب اربابِ حل و عقد نے اس تحریک سے اتفاق کیا جو امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ نے اُن کے سامنے پیش کی تھی[1] اور اس معاملہ میں یزید بن معاویہؓ کو یہ شرف خاص حاصل ہے۔ کہ جیسا استصواب

(عبارت گزشتہ) كان ذالك سنة ثلاث وخمسين

سیدنا عبدالرحمٰن کی وفات حبشی کے مقام پر جو مکہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے ہوئی۔ اُن کی لاش کو مکہ لایا گیا اور وہاں دفن کیا گیا۔ ابن سعد اور بہت سے دُوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اُن کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۱۴۷)

لیکن اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدنا عبدالرحمٰنؓ نے اعتراض کیا تھا وہ اعتراض وہ نہ تھا جس کو سیدنا عبدالرحمٰنؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

---

[1] ابن اثیر وغیرہ اور ان کی اتباع میں موجودہ زمانے کے بعض نام نہاد مفکرین نے یہاں بڑی بے سروپا باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان پانچ حضرات نے یزید کی ولی عہدی سے اختلاف کیا۔ (۱) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن عباسؓ (۴) سیدنا حسین بن علیؓ (۵) عبداللہ بن زبیرؓ۔ سیدنا معاویہؓ جب خود مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ پانچوں حضرات مدینہ سے باہر امیر المؤمنینؓ سے ملے۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے ایسا درشت برتاؤ کیا کہ یہ سارے حضرات مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔ امیر المؤمنین وہاں ان کے پیچھے مکہ پہنچے۔ پہلے ان سب کو حسن خلق، خاطر و مدارات اور طرح طرح کی نوازشات سے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ جب یہ کوشش ناکام ہوتی نظر آئی تو قرابت اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے ان کی خلافت پر ہوا۔ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا۔[1]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب یہ کوشش بھی کارگر ثابت نہ ہوئی تو دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں نے مخالفت کی تو تلوار اور سختی سے کام لیا جائے گا۔ چنانچہ یہ سب ایک ہی دھمکی سے خاموش ہو گئے۔ اندرون خانہ ان کو اس طرح دھمکایا اور باہر آ کر یہ اعلان کر دیا کہ ان پانچوں بزرگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ لوگ پہلے ہی ان کے فیصلے کے منتظر تھے یہ سنتے ہی سب نے بیعت کر لی۔ بعد میں لوگوں کو اصل واقعہ کا علم ہوا لیکن پھر بھی کسی نے کوئی مخالفت نہ کی (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۱-۲۵۲) قاضی ابوبکر ابن العربی نے اپنی کتاب العواصم من القواصم صفحہ ۲۱۹-۲۲۵ پر اور علامہ محب الدین الخطیب نے اس کتاب کے حواشی میں ان سب روایت پر بڑی عالمانہ تنقید کی ہے اور ان کا غلط ہونا واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اب جن لوگوں نے یہ واقعات وضع کئے ہیں انہوں نے صرف سیدنا معاویہؓ کے کیریکٹر ہی پر حملہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے بزرگوں کی "جرأت لیانی" اور "حق گوئی" کا سارا تانا بانا بھی امت کے سامنے بکھیر دیا کہ وہ اتنے بہادر تھے کہ صرف ایک دھمکی ہی سے ایک خلافتِ حق بات پر خاموش ہو گئے۔ اور رضامندی کا اظہار کر دیا۔

لم یتکلموا شیئاً حذر القتل

(الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

انہوں نے موت کے ڈر سے کوئی بات نہ کی۔

صاف ظاہر ہے کہ نہ یہ بزرگ ایسے پست ہمت تھے اور نہ ہی سیدنا معاویہؓ ایسے اخلاق تھے یہ سارے واقعات دراصل دشمنانِ صحابہ اور دشمنانِ اسلام نے وضع کر کے مسلمانوں کے قلوب میں صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس اور محبت و عقیدت کو کم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے اور آج کل کے بعض جاہل مجتہد اور نادان مفکر انہیں روایات کو پیش کر کے خلافت و ملوکیت پر کتابیں لکھ مارتے ہیں۔

[1] حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

فاتسقت البیعۃ لیزید فی سائر البلاد ووفدت الوفود من سائر الاقالیم الی یزید الخ

حکومت اسلامیہ کے تمام شہروں میں یزید کی بیعت بلا اختلاف کی گئی اور ملک کے

یہ اجتماعات جو یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں ہوئے ایک ایسی تاریخی حقیقت ہیں جن کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور بعض جاہل اور دین دشمن لوگ ان اجتماعات میں کیڑے نکالتے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) گوشے گوشے سے (بیعت کے لیے) یزید کے پاس وفود آئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۸)

گویا یزید بن معاویہؓ کی بیعت لوگوں نے بغیر کسی اختلاف کے کی اور اس اہتمام سے یہ بیعت منعقد ہوئی کہ کسی ماقبل خلیفہ کی بیعت آج تک اس اہتمام سے نہیں ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اس لیے تھا۔ کہ سیدنا معاویہؓ نے یزید کو خلوص نیت، مسلمانوں کی خیر خواہی، اس کی اہلیت اور حق تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ صرف محبت پدری کے تحت یہ سب کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا ثبوت آپ کی اس دعا سے ملتا ہے جو آپ نے یزید کی ولایتِ عہد کی بیعت کے خاتمہ پر مانگی تھی۔ آپ نے کہا تھا۔

اللّٰھم ان کنت عھدت لیزید لما رأیت من فضلہ فبلغ ما أملت واعنہ وان کنت انما حملنی حب الوالد لولدہ وانہ لیس لما صنعت بہ اھلاً فاقبضہ قبل ان یبلغ لذالک

اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کے فضل و کمال کی وجہ سے اپنا ولی عہد بنایا ہے، تو اسے اس عظیم مرتبہ اور مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے اس کے لیے امید کی ہے اور اس کی (اپنے فضل و کرم سے) امداد و اعانت فرما اور اگر اس بات پر مجھے اس محبت نے آمادہ کیا ہے جو ایک باپ کو اپنے بیٹے سے ہوتی ہے اور درحقیقت یہ اس منصب جلیلہ کا اہل نہیں ہے تو اس کے اس منصب خلافت تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کو موت دے دے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

حافظ ابن کثیرؒ نے آپ کی اس دعا کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

اللّٰھم ان کنت تعلم انی ولیت لانہ فیما اراہ اھل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ امت پر سختی کر کے یہ رائے لی گئی تھی۔ اگر سختی اور درشتی ہی سے لوگوں کو ساتھ لگانا تھا تو اجتماعات کے بغیر بھی سختی سے لوگوں کو ساتھ لگایا جا سکتا تھا۔ یہ اجتماعات منعقد کرنے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کا کیا فائدہ؟ پھر وہ لوگ جن کو امت مسلمہ صحابہؓ کے نام سے یاد کرتی ہے نہ تو اتنے پست ہمت تھے کہ صرف ایک دھمکی سے کلمۂ حق کہنے سے ڈر جائیں اور نہ اتنے پست اخلاق تھے کہ لالچ میں آ کر باطل کو حق اور حق کو باطل کہہ دیں۔ وہ بدر و حنین کے مجاہد اور اُحد و احزاب کے شاہسوار، وہ عشرہ مبشرہ کے سند یافتہ اور بیعتِ رضوان کے تمغہ یافتہ کیا معاذ اللہ سیدنا معاویہؓ کی صرف ایک دھمکی سے ڈر جانیوالے تھے۔ اور کیا یہ اتنے بزدل اور ڈرپوک ہو چکے تھے کہ سیدنا معاویہؓ منبر پر بیٹھ کر ان کی موجودگی میں کہہ دیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، یہ عبداللہ بن عباسؓ، یہ عبداللہ بن عمرؓ، یہ عبداللہ[1] بن زبیرؓ اور یہ حسین بن علیؓ متفقہ طور پر یزید کی ولی عہدی کے حق میں ہیں بلکہ بیعت کر چکے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لذالك فاتمم له ما وليته، وان كنت وليته لانی احبه فلا تتمم له ما وليته

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یزید کو اس کی اہلیت کی وجہ سے ولی عہد بنایا ہے۔ تو اس کی ولی عہدی اور خلافت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اور اگر میں نے صرف محبت پدری کے تحت ایسا کیا ہے تو اس کی ولی عہدی کو ہرگز پایۂ تکمیل تک نہ پہنچانا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۰)

[1] عبداللہ بن زبیرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی سیدنا زبیر بن العوامؓ کے صاحبزادے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا زبیرؓ کو حواری رسول کا خطاب مرحمت فرمایا تھا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۷) سیدنا عبداللہ کی والدہ ماجدہ سیدہ اسماءؓ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی حقیقی بڑی بہن اور سیدنا ابوبکرؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ ۲ سنہ ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ میں مہاجرین کے ہاں پیدا ہونے والے یہ سب سے پہلے بچے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۱۳) آٹھ سال کی عمر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک

اور یہ سب موت کے ڈر سے دم بخود بیٹھے رہیں اور اتنی بات بھی اپنی زبان سے نہ کہہ سکیں کہ امیر المومنینؓ یہ بات غلط ہے اور ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) پر بیعت کی (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۶۷) اپنے والد ماجد کی طرح بچپن ہی سے بڑے شجاع اور بہادر تھے۔ چنانچہ سن شعور کے بعد مختلف مہمات میں شریک ہوتے۔ طرابلس وغیرہ انہی کی کوششوں سے فتح ہوا۔ (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۹-۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۱۴) جنگ یرموک میں شرکت فرمائی اور اس خطبہ میں بھی شامل تھے جو سیدنا امیر المومنین عمر الفاروقؓ نے جابیہ کے مقام پر دیا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۱۳)

جنگ جمل میں آپ سیدنا علیؓ کے خلاف اپنی خالہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ تھے اور بقول ابن حجر اس قدر بہادری اور شجاعت سے لڑے کہ جسم پر چالیس سے زیادہ زخم آئے۔

(اصابہ جلد ۴ صفحہ ۷۰)

۶۴ سنہ ھ میں یزید بن معاویہؓ کی وفات کے بعد آپ نے خلافت کا دعوےٰ کیا۔ اگرچہ آپ پہلے ہی یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے اور آپ امتِ مسلمہ میں تنہا شخصیت ہیں جنہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۱) حالانکہ سیدنا حسین بن علیؓ بھی یزید کی بیعت پر راضی تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ کتاب الشافی از شریف المرتضیٰ شیعی صفحہ ۴۷۱) یزید بن معاویہؓ کی زندگی میں تو آپ کو حوصلہ نہ ہوا کہ اپنی خلافت کا دعوےٰ کریں، کیونکہ امتِ مسلمہ یزید کی خلافت پر مجتمع تھی، لیکن اُس کی وفات کے بعد جب آپ نے دعویٰ خلافت کیا تو اُس وقت کے اساطین امت نے ان کی خلافت کو بازیچۂ اطفال سے زیادہ حیثیت نہ دی۔ چنانچہ سیدنا محمد بن الحنفیہ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ نے باوجود ان کے اصرار کے ان کی بیعت نہ کی۔

۷۳ سنہ ھ میں عبدالملک بن مروان کے جرنیل حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھوں شکست کھائی اور شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی۔ مدت خلافت ۷ برس تھی اور بعض کے نزدیک ۹ برس (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۱۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب روایات ان لوگوں کی وضع کردہ ہیں جن کے دلوں میں اسلام اور صحابہ رسُول کی ذرہ برابر بھی محبت اور عقیدت نہیں تھی۔ انہوں نے صرف اسلام دشمنی کے لیے ان روایتوں کو گھڑا ہے۔ ورنہ ایک طرف تو صحابہ کرامؓ کو عادل قرار دینا اور دُوسری طرف انکے کیریکٹر اور اخلاق میں کیڑے نکالنا تضاد بیانی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اور قرآن وحدیث کی نصوص صحیحہ پر تاریخ کی غلط، خلافِ حقیقت اور واہی تباہی روایات سے خط تنسیخ کھینچنا ہے جو کسی صُورت بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی نصوص صحیحہ صریحہ صحابہ کرامؓ کو اللہ رب العزت کی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا کرتی ہیں اور "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" (اللہ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے) کے القابات سے سرفراز کرتی ہیں، اب ایسے حضرات کو دنیا کا بندہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ وہ جو کچھ کرتے تھے دنیا طلبی اور اپنی خواہشات کی پیروی میں کرتے تھے، ان کے دامن

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اپنے زمانہ خلافت میں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا لیکن پھر بھی اس عرصہ میں آپ نے خانہ کعبہ کو بنیادِ ابراہیمی پر تعمیر کروایا اور حطیم کا حصّہ جو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کھلا تھا اُس کو بھی عمارت میں شامل کر دیا۔ اور یمن کے بادشاہ ابرہہ اشرم کے کنیسہ کو توڑ کر اُسکے پتھر اور عمارتی سامان کو بیت اللہ کی تعمیر میں صرف کیا۔ (مروج الذہب جلد ۴ صفحہ ۴۹۱)

آپ زہد وتقویٰ کا پیکر تھے۔ نماز بالکل ایسی پڑھتے جیسی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۴۹) رکوع وسجود میں ایک عجیب وغریب کیفیت اور استغراق ہوتا تھا۔ (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۷۰، اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۲) قیام میں ایک بے جان ستون معلوم ہوتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۸۹) سنت کے بڑی سختی سے پابند تھے اور جرأت وحق گوئی کی اپنی مثال آپ تھے۔

حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنے والد اپنی خالہ سیدہ عائشہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ سے مستفید ہوئے۔ حدیث کی کتابوں میں ان کی ۳۳ روایات مروی ہیں۔ تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۱۳) فقہ میں مدینہ کے صاحب علم وافتاء صحابہ میں سے شمار ہوتے تھے (اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۲) سیدنا ابن عباسؓ ان کی قرأت کے معترف تھے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۷۳)

عفت ورضا کو جھوٹے الزامات سے داغدار کرنا ہے۔ اس لیے ہر وہ تاریخی روایت جو قرآن وسنت کی ان نصوص سے ٹکرائے گی، ناقابل اعتبار ٹھہرائی جائے گی اور ردّی کی ٹوکری میں ڈالنے کے قابل ہوگی۔ چنانچہ قاضی ابوبکر بن العربیؒ ان تاریخی روایات کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

والناس اذا لم یجدوا عیباً لاحد وغلبهم الحسد علیه وعداوتهم له احدثوا له عیوباً فاقبلوا الوصیة، ولا تلتفتوا الا الی ما صح من الاخبار، واجتنبوا کما ذکرت لکم اهل التواریخ، فانهم ذکروا عن السلف اخباراً صحیحة یسیرة لیتوسلوا بذالك الی روایة الاباطیل، فیقذفوا کما قدمنا فی قلوب الناس ما لا یرضاه ویحتصر والسلف ویهونوا الدین، وهو اعز من ذالك، وهم اکرم منا فرضی الله عن جمیعهم

لوگ جب کسی میں کوئی عیب نہیں پاتے اور ان کو اس پر حسد اور عداوت ہوتی ہے تو اُس کے بارہ میں طرح طرح کے عیوب تراشتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تم اس وصیت کو قبول کرو اور سوائے صحیح روایات کے اور کسی طرف توجہ نہ کرو جیسا کہ میں نے تمہیں کہا ہے کہ اہل تاریخ سے بچو کیوں کہ اُن کا شیوہ ہے کہ وہ سلف کے بارہ میں پہلے چند صحیح روایات ذکر کرتے ہیں تاکہ اُن کی آڑ میں باطل اور غلط روایات کو فروغ دے سکیں۔ یہ مؤرخین لوگوں کے قلوب میں ایسی باتیں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اسلاف کی تذلیل و تحقیر اور دین کی توہین کرتے ہیں حالانکہ دین اس سے بہت زیادہ عزت والا اور اسلاف اس سے کہیں زیادہ قابلِ احترام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۲۴۴)

قاضی ابوبکرؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انما ذکرت لکم ھذا لتحترزوا من الخلق وخاصۃ من المفسرین والمؤرخین واھل الادب بانھم اھل جھالۃ بحرمات الدین او علی بدعۃ مصرین، فلا تبالوا بما رووا، ولا تقبلوا روایۃ الا عن ائمۃ الحدیث

یہ باتیں میں نے اس لیے ذکر کی ہیں تاکہ تم لوگوں سے احتراز کرو، بالخصوص مفسرین، مؤرخین اور اہلِ ادب سے۔ یہ لوگ دین کی حرمتوں سے ناآشنا اور بدعات پر اصرار کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ان کی بیان کردہ روایات کی بالکل پرواہ نہ کرو اور ائمہ حدیث کے سوا اور کسی شخص کی روایات کو ہرگز قبول نہ کرو۔

(ایضاً صفحہ ۲۴۷-۲۴۸)

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال العلماء الاحادیث الواردۃ التی ظاھرھا دخل علی صحابی یجب تأویلھا قالوا ولا یقع فی روایات الثقات الا ما یمکن تأویلہ

علماء کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو اُس کی تاویل واجب اور ضروری ہے اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکتی ہو۔

(نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ بعض مصنفین کی کتابوں پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان لوگوں کی بیان کردہ روایات تاریخ وسیر کی روایات کی قبیل اور جنس سے ہیں جن میں مرسل ومقطوع اور صحیح وضعیف ہر طرح کی روایات ہیں۔ جب واقعہ یہ ہے تو صحابہ کرامؓ کے محامد ومحاسن اور فضائل ومناقب جو کتاب وسنت اور روایات متواترہ سے ثابت ہیں، ان کا ردّ منقطع، محرّف اور ایسی روایات سے جن سے یقینی اور قطعی روایات پر جرح وقدح نہیں ہو سکتی، نہیں ہو سکتا کیونکہ

یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔ ہمارا یقین ہے ان چیزوں پر جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سلف سے ثابت ہیں۔ نیز ان منقولات متواترہ کی دلائل عقلیہ سے بھی تائید وتصدیق اس طرح ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل ترین مخلوق ہیں۔ لہٰذا اُن کے بارہ میں مشکوک باتوں سے جرح وقدح نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ باطل اور سراپا کذب روایات سے۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۹)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تاریخ کی اسی قسم کی روایات کے بارہ میں فرماتے ہیں

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ اُن کے متعلق وارد ہیں ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تاریخ کی روایات اُن کے سامنے ہیچ ہیں۔ اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا۔ تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں صحاح میں خصوصی متعدد روایات موجود ہیں، مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دُعا فرمانا "اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً" (اے اللہ! تو معاویہؓ کو ہدایت یاب اور ہادی بنا دے) یا حضرت ابن عباسؓ کا ان کے تفقہ کا اقرار کرنا وغیرہ، اس لیے اگر تاریخ کوئی واقعہ ان روایات کے خلاف پیش کرے گی تو تاریخ کی تغلیط کی جائے گی ——— ہم فرط عقیدت اہل بیت میں آکر ان کے مقامات اور اُس زمانے کے احوال سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ مؤرخین بھی اس مقام میں اپنے فرائض میں کوتاہی کر بیٹھتے ہیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ صفحہ ۲۴۲)

ایک اور مقام پر شیخ الاسلامؒ مؤرخین کی روایات کا تار وپود ان الفاظ میں بکھیرتے ہیں۔

"یہ مؤرخین کی روائتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے نہ ان کی توثیق وتخریج کی خبر ہوتی ہے، نہ اتصال وانقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث وثمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ارسال وانقطاع سے کام لیا گیا ہے۔ خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہوں یا ابن سعد۔

"ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے اور بے موقع ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود یا مأول قرار دی جاتیں چہ جائیکہ روایات تاریخ۔"

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

علامہ ابن کثیرؒ اس بارہ میں کہ کتاب و سنت سے ثابت شدہ حقائق کے خلاف تاریخ کی روایت قابلِ قبول نہیں ہے، تحریر فرماتے ہیں:۔

"بہت سے مؤرخین جیسے ابن جریر طبری وغیرہ نے جو مجہول راویوں سے صحاح سے ثابت شدہ روایات کے خلاف جو روایات نقل کی ہیں، وہ ناقلین کے منہ پر ماری جائیں گی۔ صحابہؓ سے حسن ظن اس بات کا مقتضی ہے کہ ان روافض اور غبی الذہن قصہ خوانوں کی مخالفت کی جائے، جن کے نزدیک صحیح اور ضعیف مستقیم اور سقیم اور کمزور اور مضبوط کے درمیان کوئی امتیاز نہیں۔"

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۴۷)

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ خلفائے راشدین کی ہر بات ہدایت پر مبنی اور موجب نجات اور حجت قاطعہ ہے اور سیدنا معاویہؓ چونکہ خلیفہ راشد ہیں، اس وجہ سے ان کا یہ فعل خلافِ شریعت نہیں بلکہ شریعت کے عین مطابق اور امت کے لیے حجت ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفائے راشدین کی اطاعت و اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ

جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، سو تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں اور کچلیوں سے محکم طور پر اس کو قابو رکھو۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابن ماجہ صفحہ ۵، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۷، مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۹۵)

سیدنا معاویہؓ سے قبل پانچ خلفائے راشدین گزرے تھے، سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ، سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا حسن ابن علیؓ۔ ان پانچوں خلفاء کے تقرر میں الگ الگ طریقہ رہا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کا تقرر ہنگامی حالات میں ہوا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں بحث مباحثہ ہو رہا تھا۔ قریش کہہ رہے تھے:۔

منا امیر ومنکم امیر

ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک آپ میں سے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۱، الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۷، العواصم من القواصم صفحہ ۴۰ تعلیقہ)

اسی ہنگامے میں سیدنا فاروق اعظمؓ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ پورے اجتماع نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سیدنا عمر فاروقؓ کو سیدنا ابوبکرؓ نے نامزد فرمایا۔ چنانچہ اپنے وصیت نامہ میں لکھا:

انی استخلفت علیکم عمر بن الخطاب

میں عمر بن الخطابؓ کو تم پر خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔

(الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹، العواصم من القواصم صفحہ ۵۱)

سیدنا عمرؓ جب زخمی ہوئے تو آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ بھی کسی کو نامزد فرما جائیں جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے آپ کو نامزد فرمایا تھا۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس کو جانشینی کے لیے منتخب کروں؟ اگر آج ابو عبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو اُن کو جانشین مقرر کر جاتا۔ اگر میرا رب مجھ کو اس بارہ میں پوچھتا تو میں کہہ دیتا کہ میں نے تیرے رسول کی زبان مُبارک سے سُنا تھا کہ "ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں"۔ یا اگر ابو حذیفہ کے مولی سالمؓ زندہ ہوتے تو انہیں خلیفہ نامزد کر جاتا۔ اگر میرا رب اس بارہ میں مجھ سے پوچھتا تو کہہ دیتا کہ تیرے نبی کو فرماتے سنا تھا کہ "سالمؓ حق تعالیٰ سے بہت محبت رکھنے والے ہیں"۔ کسی نے کہا کہ اپنے فرزند عبداللہ بن عمرؓ کو نامزد کر جائیں۔ فرمایا کہ میں ایسے شخص کو کیسے خلیفہ نامزد کر جاؤں جو اپنی عورت کو طلاق دینے میں جذبات پر قابو نہ رکھ سکا ہمیں تمہارے معاملات کی کوئی خواہش نہیں۔ میں نے اس کو کچھ اچھا نہیں پایا کہ اپنے گھر میں سے کسی اور کے لیے بھی اس کی تمنا اور خواہش کروں۔ اگر یہ حکومت کوئی اچھی چیز تھی تو اس کا مزہ ہم نے چکھ لیا اور اگر یہ کوئی بُری چیز تھی تو عمرؓ کے خاندان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کل کو حق تعالیٰ کے سامنے صرف ایک ہی آدمی سے حساب لیا جائے۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۲۹۲، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۶۵، الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳، منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۶۸-۱۷۲)

بعض روایات میں آپ نے معاذ بن جبلؓ اور خالد بن ولیدؓ کا بھی نام لیا کہ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کر جاتا۔ لیکن چونکہ آج وہ حضرات زندہ نہیں ہیں۔ لہٰذا میں ایسے چھے آدمیوں کو تم پر نامزد کر کے جاتا ہوں جن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جاتے وقت راضی تھے۔

۱۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ
۲۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ
۳۔ سیدنا زبیر بن العوامؓ
۴۔ سیدنا طلحہ بن عبیداللہؓ
۵۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ
۶۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ

آپ نے فرمایا کہ خلیفہ ان چھے ہی میں سے ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کے نزدیک خلیفہ کی نامزدگی شرعی لحاظ سے ناجائز نہ تھی بلکہ آپ اسے اچھا سمجھتے تھے۔ اسی لیے تو فرمایا کہ آج اگر فلاں فلاں حضرات میں سے کوئی زندہ ہوتا تو میں اُسے نامزد کر جاتا۔ اگر خلیفہ کی نامزدگی شرعی لحاظ سے ناجائز ہوتی تو سیدنا عمر فاروقؓ جیسا انسان صاف اور واضح طور پر یہ کہہ دیتا کہ میں خلیفہ کیسے نامزد کر کے جاؤں جب کہ نامزدگی اسلام میں جائز ہی نہیں۔ لیکن آپ نے ایسا جواب نہیں دیا۔ بلکہ چھے آدمیوں کی ایک کونسل بنا دی جو کہ دُوسرے لفظوں میں ایک قسم کی نامزدگی ہی تھی، کیونکہ آپ نے شرط یہ لگا دی تھی کہ خلیفہ ان چھے ہی میں سے ہو۔

چنانچہ انہی چھے میں سے سیدنا عثمانؓ کو اس کونسل نے خلیفہ مقرر کیا جس کو سیدنا عمرؓ نامزد کر گئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں سیدنا عثمانؓ بھی سیدنا عمرؓ کے نامزد کردہ خلیفہ تھے۔ سیدنا عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد باغیوں کے گروہ کے لیڈر اشتر نخعی نے سیدنا علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی اور اس کے بعد دُوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۲۶) گویا سیدنا علیؓ کی خلافت بھی درحقیقت ایک قسم کی نامزد خلافت تھی کیونکہ اس میں نہ تو ارباب حلّ و عقد سے کوئی مشورہ کیا گیا اور نہ ہی ارباب حلّ و عقد نے آپ سے بیعت کی[1]

---

[1] سیدنا علیؓ کی بیعت کے سلسلہ میں بہت لوگوں کو غلط فہمی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شاید سیدنا علیؓ کی بیعت خلافت ارباب حلّ و عقد کے باہمی مشورہ سے ہوئی تھی۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ ارباب حلّ و عقد سے اس بارہ میں کوئی مشورہ نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ باغیوں نے خود آپس ہی میں پلان بنا کر سیدنا علیؓ کو خلیفہ نامزد کر لیا۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے المناک حادثہ کے بعد مسلمان تو اسی فکر میں تھے کہ اس ساری سازش کے پس منظر اور پیش منظر میں کون کون سے عناصر کام کر رہے ہیں۔ پورے شہر کے نظم و نسق پر غافقی بن حرب (باغیوں کے سرخیل) کا قبضہ تھا۔ باغی اس سے قبل کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں اور امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کا انہیں مزہ چکھائیں۔ یہ چاہتے تھے کہ اپنی مرضی کے مطابق کسی شخص کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ باغیوں میں مصر، کوفہ اور بصرہ کے لوگ شامل تھے اور تینوں گروہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حسنؓ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۰ جلد ۷ صفحہ ۳۲۳، جلد ۸ صفحہ ۱۴۹، بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۴۹) لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرما گئے تھے کہ میرے بعد حسنؓ کو خلیفہ بنانا۔ اب زمام خلافت سیدنا حسنؓ کے پاس آتی ہے اور تمام امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا حسنؓ خلیفہ راشد تھے اور خلیفہ راشد کا قول اور فعل حجت ہوتا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) امر خلافت میں مختلف تھے۔ مصر کے باغی سیدنا علیؓ کو خلیفہ بنانے پر بضد تھے، کوفہ کے شرپسند سیدنا زبیر بن العوامؓ کو اور بصرہ کے باغی عناصر سیدنا طلحہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، لیکن ان تینوں حضرات نے ان حالات میں خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ فاتح ایران سیدنا سعد ابن ابی وقاصؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے۔ ان لوگوں نے بھی خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ ان سب حضرات کے انکار سے یہ لوگ بیحد پریشان ہوتے۔ یہ اس کام کو نامکمل اور ادھورا چھوڑ کر واپس نہیں جانا چاہتے تھے، کیونکہ اس میں ان کو اپنی عافیت اور خیریت معلوم نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ یہ سب پھر سیدنا علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اصرار کیا کہ وہ منصب خلافت کو قبول فرمالیں۔ آپ انکار کر رہے تھے کہ باغیوں کے سرگروہ اشتر نخعی نے آپ کا ہاتھ پکڑا بیعت خلافت کر لی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۲۶)

اس سلسلہ میں کوئی شوریٰ نہیں ہوئی اور نہ ہی ارباب حل وعقد نے کوئی فیصلہ کیا چنانچہ اشتر نخعی اور اس کے ساتھی سیدنا علیؓ کی بیعت کر کے سیدنا طلحہؓ کے پاس گئے اور ان سے سیدنا علیؓ کی بیعت کرنے کے لیے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا شوریٰ نے جمع ہو کر سیدنا علیؓ کی بیعت کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کا یہ لوگ کوئی جواب نہ دے سکے۔ یہی وجہ تھی سیدنا علیؓ کی خلافت کی آئینی حیثیت آخر وقت تک زیر بحث رہی اور مملکت اسلامیہ کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کی۔ اور بقول علامہ ابن کثیرؒ مصر کے صرف ایک شہر کے دس ہزار افراد نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۱۳)

شام کے پورے صوبے نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

ہے۔ اور شیعہ حضرات کے نزدیک تو وہ ائمہ معصومین میں سے تھے جن کا ہر قول اصول اور ہر فعل خطاء سے مبرا ہوتا ہے۔ اب سیدنا حسنؓ نے خود اپنی مرضی سے سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ مقرر فرما دیا (جیسا کہ اس کتاب کی جلد اول میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے) حالانکہ آپ کے تمام ماننے والوں اور اعوان وانصار نے اس بارہ میں آپ کی شدید مخالفت کی۔ خود آپ کے چھوٹے بھائی سیدنا حسین بن علیؓ نے بڑے سخت الفاظ میں آپ کے اس عمل کی مخالفت کی (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۹۶ تا ۳۰۶) لیکن آپ نے کسی کی نہ سنی اور خود خلافت سے دست بردار ہو کر سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ مقرر فرما دیا۔ یہ بھی دراصل نامزدگی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نامزدگی جائز بلکہ مستحسن ہے۔

ان پانچ خلفائے راشدین کے عمل سے یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ کا تقرر دو طریقوں سے ہو سکتا ہے

۱۔ اہل الحل والعقد کی باہمی مشاورت سے۔

۲۔ خلیفہ کی نامزدگی سے۔

اور ان دونوں طریقوں کا اسلام میں ایک ہی مقام ہے۔ یہ نہیں کہ نامزد خلیفہ کی حیثیت اسلام میں کم ہے اور شوریٰ سے منتخب شدہ خلیفہ کی زیادہ۔ اگر سیدنا ابوبکرؓ کے سیدنا عمرؓ کو نامزد کرنے سے وہ صحیح خلیفہ ہو جاتے ہیں، اور سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ نامزد کرنے سے پوری امت ان کو خلیفہ مان لیتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے یزید کو خلیفہ نامزد کرنے سے یزید کو صحیح خلیفہ نہیں مانا جاتا؟ بلکہ سیدنا معاویہؓ کو بھی اعتراضات واہیہ کا ہدف بنایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے یزید کو بالکل نامزد نہیں فرمایا بلکہ خلافت اسلامیہ کے تمام صوبوں سے ارباب حل وعقد کے باہمی مشورہ سے اس کو ولی عہد مقرر فرمایا[1]۔ ہو سکتا ہے ایک دو نے مخالفت بھی کی ہو (حالانکہ کسی نے بھی مخالفت نہیں کی تھی) لیکن اگر سیدنا علیؓ اہل الحل والعقد کے بیعت نہ کرنے کے باوجود خلیفہ ہو سکتے ہیں۔

(ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۷۹) تو ایک دو حضرات کی مخالفت کے باوجود یزید خلیفہ کیوں

---

[1] جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو سکتے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ خلیفہ کے لیے اہلیت شرط ہے۔ معاویہؓ اہل تھے اور یزید اہل نہیں تھا۔ یہ اعتراض بھی سراسر غلط ہے۔ آخر اہلیت ہے کیا چیز؟ اہلیت نام ہے سیرت میں استقامت، شریعت کی حرمت اور اُس کے احکام پر عمل کرنے کا اور لوگوں کے مابین عدل و انصاف اور ان کی مصالح پر نگاہ رکھنے کا۔ اُن کے دشمن کے ساتھ جہاد کرنے اور آفاق عالم میں ان کی دعوت کی نشر و اشاعت کرنے اور ان کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے نرمی سے پیش آنے کا۔ اور اگر تاریخ کے اوراق پر گہری نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب خوبیاں یزید میں رکھی ہوئی تھیں۔ بہادری میں "فتی العرب" (عرب کا بہادر) کا لقب حاصل کیا ہوا تھا (ہسٹری آف عربز از پروفیسر ہٹی صفحہ ۲۰۱) علم و فضل کا کوئی کمال ایسا نہیں تھا، جو اُن کی ذات میں نہ ہو۔ نیکوکاری اتنی کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بھی معترف ہیں۔ چنانچہ عامر بن مسعود جمعی فرماتے ہیں کہ جب قاصد سیدنا معاویہؓ کی وفات کی خبر لے کر آیا تو ہم اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ ہم سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گئے وہ بھی اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ ان کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور دسترخوان بچھ چکا تھا، لیکن ابھی کھانا نہیں آیا تھا۔

فقلنا له يا ابن عباس جاء البريد بموت معاوية. فوجم طويلاً ثم قال اللهم اوسع لمعاوية اما والله ما كان مثل من قبله ولا ياتي بعده مثله وان ابنه يزيد لمن صالحي اهله فالزموا مجالسكم واعطوا طاعتكم وبيعتكم

ہم نے ان سے کہا، اے ابن عباسؓ! قاصد معاویہؓ کے انتقال کی خبر لے کر آیا ہے اس پر وہ کافی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا، اے اللہ! معاویہؓ کے لیے اپنی رحمت کو وسیع فرما دے، بخدا وہ پہلوں کی طرح نہیں تھے اور ان کے بعد ان جیسا کوئی نہیں آئے گا۔ اور بلاشبہ یزید ان کے خاندان کے صالحین میں سے ہے۔

لہٰذا تم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اپنی اطاعت اور بیعت اُسے دے دو۔[1]

(انساب الاشراف لبلاذری الجزء الرابع قسم ثانی صفحہ ۴، الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

صاحب الامامۃ والسیاسۃ نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا ایک اور قول نقل فرمایا ہے

---

[1] اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو یزید کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا، تبھی تو وہ لوگوں سے بھی کہتے تھے کہ تم یزید کی بیعت کر لو اور اس کی اطاعت سے اپنے دامن کو نہ کھینچو۔ اور وہ یزید کی صالحیت اور قابلیت بلکہ اہلیت کے بھی معترف تھے اور شاید اسی وجہ سے سیدنا ابن عباسؓ نے خود بھی ان کی بیعت فرما لی۔ (ملاحظہ ہو طبری جلد ۴ صفحہ ۲۵۴، ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۸، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۴۸) حالانکہ یہی ابن عباسؓ ہیں کہ جب عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعوےٰ کیا تو چونکہ حجاز و عراق میں ان کے معتقدین کی ایک کثیر تعداد تھی، اس لیے عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے بیعت کے لیے بے حد اصرار کیا اور بصورت انکار آگ میں جلا دینے کی دھمکی دی لیکن آپ نے بیعت کرنے سے یکقلم انکار کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

۴۰ھ میں سیدنا علیؓ کے پاس ان کی شکایت کی گئی کہ انہوں نے بیت المال میں کچھ روپیہ خرد برد کیا ہے۔ آپ اس زمانہ میں سیدنا علیؓ کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے۔ سیدنا علیؓ نے اس شکایت کرنے والے کی شکایت پر اعتماد کرتے ہوئے سیدنا عبداللہؓ سے جواب طلبی کی اور لکھا کہ:

"مجھے بتلاؤ کہ تم نے کس قدر جزیہ اکٹھا کیا ہے اور کہاں کہاں خرچ کیا ہے۔"

آپ کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ امیر المؤمنینؓ نے میری دیانت اور امانت کو مشکوک سمجھا ہے۔ چنانچہ آپ نے بصرہ کی گورنری سے استعفےٰ دے دیا اور مکہ المکرمہ تشریف لے گئے (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۴، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲)

گویا ایسے محتاط آدمی کا یزید کی بیعت کرنے کی لوگوں کو ترغیب دینا یزید کی اہلیت کے لیے ایک حجت قاطعہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ انہوں نے سیدنا معاویہؓ کی وفات کی خبر سن کر حسب ذیل الفاظ میں اظہار افسوس فرمایا:

جبل تن عزع ثم مال بکلکله اما و اللہ ما کان کمن کان قبله ولما یکن بعده مثله واللہ ان ابنه لخیر اهله

وہ ایک پہاڑ تھا جو ہلا پھر سینے کے بل آ رہا۔ کیا واقعی ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنے پہلوں جیسا نہیں تھا اور اب تک ان کے بعد ان جیسا بھی کوئی نہیں ہوا۔ بخدا! ان کا بیٹا (یزید) اُن کے گھرانے میں سب سے بہتر ہے۔

(الامامۃ والسیاست جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

علم و فضل میں یہ مقام تھا کہ ایک مرتبہ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سیدنا حسنؓ بن علیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا معاویہؓ کے پاس گئے اور اس مجلس میں یزید بن معاویہؓ بھی آ کر بیٹھ گئے۔ جب یزید اٹھ کر چلے گئے تو سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا:

اذا ذهب بنو حرب ذهب علماء الناس

جب بنو حرب اٹھ گئے تو لوگوں کے صاحب علم اٹھ جائیں گے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۲۸)

اتباع سنت اور نیکی کی لگن اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی پر سیدنا حسینؓ کے بھائی اور سیدنا علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہؓ کی گواہی کافی ہے۔ جب عبداللہ بن الزبیرؓ کے داعی عبداللہ بن مطیع اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد بن الحنفیہؓ[1] کی خدمت میں آتے اور ان کو یزید

---

[1] محمد بن حنفیہؓ سیدنا علیؓ کے صاحبزادے تھے اور سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام خولہ تھا جو بنی حنفیہ کی ایک معزز خاتون تھیں۔ آپ سیدنا عمر فاروقؓ کی خلافت کے آخر میں پیدا ہوئے یعنی ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں۔ (ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۵۰) آپ نہایت بہادر اور شجاع تھے، چنانچہ جنگ جمل میں جب کہ اُن کی عمر پندرہ سولہ سال تھی۔ علوی فوج کے علمبردار تھے اور جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ جس سے سیدنا علیؓ نہایت متاثر ہوتے۔ جنگ صفین میں بھی آپ شروع سے لے کر آخر تک اپنے والد محترم کے ساتھ تھے۔ اور کئی نازک موقعوں پر

کی بیعت توڑنے کو کہا تو سیدنا محمد بن الحنفیہؓ نے اُن کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت آپ اس کی بیعت کیوں نہیں توڑتے، حالانکہ یزید شراب پیتا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سیدنا علیؓ کی حفاظت کی۔ (اخبار الطوال صفحہ ۱۸۴)

سیدنا علیؓ نے اپنی شہادت کے وقت اپنے دونوں بیٹوں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو ان کے بارہ میں خاص وصیت فرمائی کہ وہ تمہارے حقیقی بھائی کی مانند ہیں اور تمہارے والد کے بیٹے ہیں۔ لہٰذا ان کو ہمیشہ یاد رکھنا کیونکہ تمہارے باپ ان سے محبت کرتے تھے۔ اسی طرح کی وصیت ان کو بھی فرمائی کہ ان دونوں بھائیوں کی عزت و توقیر کرنا ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۹)

سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نے باپ کی اس وصیت پر پورا پورا عمل فرمایا اور ہر موقع پر محمد بن حنفیہؓ سے شفقت آمیز سلوک کیا۔ سیدنا حسنؓ نے اپنے انتقال کے موقع پر سیدنا حسینؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں محمد بن حنفیہؓ کے بارہ میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ دونوں آنکھوں کے درمیانی چمڑے کی طرح عزیز ہیں پھر سیدنا محمد بن حنفیہؓ سے فرمایا کہ تم کو بھی میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ضرورت کے وقت اپنے بھائی حسینؓ کی مدد کرنا۔ (اخبار الطوال صفحہ ۲۲۵)

سیدنا محمد بن حنفیہؓ نے سیدنا علیؓ اور سیدنا حسنؓ کی ان وصیتوں پر دل و جان سے عمل کیا اور ہر نازک موقع پر ایک مخلص اور غمگسار بھائی کی طرح اُن کی مدد بھی کی اور مفید مشورے بھی دیئے۔ سیدنا معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت کے سلسلہ میں بھی آپ نے سیدنا حسینؓ کو بڑے مفید مشورے دیئے۔ کچھ مشوروں پر سیدنا حسینؓ نے عمل بھی کیا، لیکن کوفہ جانے کے معاملہ میں محمد بن الحنفیہؓ نے اپنے بھائی سے اختلاف کیا۔ اس معاملہ میں آپ اکیلے نہ تھے بلکہ سیدنا علیؓ کے پندرہ صاحبزادوں میں سے جو اس وقت زندہ تھے گیارہ نے آپ کے ساتھ کوفہ جانے سے انکار کر دیا۔ ان میں ایک محمد بن الحنفیہؓ بھی تھے۔ سیدنا حسینؓ ان کے علم و فضل اور شجاعت و بہادری کے بہت قائل تھے۔ لہٰذا آپ نے ان پر ساتھ چلنے کے لیے بہت زور ڈالا اور یہاں تک کہا کہ اگر آپ ساتھ نہیں چلتے تو اپنے بچوں ہی کو میرے ساتھ چلنے کی اجازت دیں، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا (معلوم ہوتا ہے کہ آپ سیدنا حسینؓ کے اس موقف کو صحیح نہیں سمجھتے تھے) (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۶۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ نماز کا تارک ہے اور کتاب اللہ کے احکام کو توڑتا ہے۔ اس کے جواب میں سیدنا حسینؓ کے بھائی اور سیدنا علیؓ کے صاحبزادے سیدنا محمد بن الحنفیہؒ نے فرمایا:۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) امیر یزید کے عہد خلافت میں آپ نے ان کے ہاتھ پر اسی طرح بیعت کی ہوئی تھی جس طرح عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نے کی تھی۔ اور سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد جب عبداللہ بن مطیع وغیرہ نے لوگوں کو یزید کے خلاف بغاوت پر اکسایا تو انہوں نے ان کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے جب خلافت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے محمد بن حنفیہؒ اور عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کو اپنی بیعت کے بارے میں بہت زور دیا لیکن تینوں حضرات نے ان کی بیعت نہ کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کے بعد جب عبدالملک بن مروانؒ خلیفہ ہوئے تو آپ نے حجاج بن یوسف کے ہاتھ پر اُن کی بیعت کی اور عبدالملک کو ایک خط اس بارہ میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد بن علیؓ کی جانب سے عبدالملک بن مروان خدا کے بندے کی طرف۔

اما بعد! اس وقت جب امت میں خلیفہ کے بارہ میں اختلاف رُونما تھا تو میں لوگوں سے کنارہ کش رہا اب جب کہ خلافت آپ کو مل گئی ہے اور تمام مسلمانوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے تو میں بھی اس جماعت میں شامل ہوتا ہوں اور اس بھلائی اور نیکی کے کام میں جس میں سب مسلمان داخل ہوتے ہیں میں بھی داخل ہوتا ہوں۔ میں نے حجاج کے ہاتھوں پر آپ کی بیعت کر لی ہے اور اب یہ تحریری بیعت آپ کو بھیج رہا ہوں کیونکہ آپ پر سب مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۸۲)

اس کے جواب میں عبدالملک نے بہت محبت آمیز خط لکھا اور یقین دلایا کہ جب تک زندہ رہوں گا آپ کی عزیزداری کا پورا لحاظ رکھوں گا اور آپ کی اعانت اور امداد سے کبھی دست کش نہیں ہوں گا۔ چند سالوں کے بعد آپ امیر المومنین عبدالملک کے پاس گئے۔ عبدالملک نے نہایت تپاک اور خندہ پیشانی سے اُن کا استقبال کیا اور اُن کی بہت پذیرائی کی۔ آپ نے وہاں ایک ماہ سے زیادہ قیام فرمایا۔ ایک دن خلوت میں عبدالملک سے اپنے قرض کا تذکرہ کیا۔ عبدالملک نے

ما رأیت منه ما تذکرون وقد حضرته و اقمت عنده فرأیته مواظباً علی الصلوٰة متحریاً للخیر، یسأل عن الفقه

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ادائیگی کا وعدہ کیا۔ بعد میں آپ نے اپنی کچھ اور ضروریات بھی پیش کیں اور ان کے ساتھ اپنی اولاد، اپنے خواص اور اپنے غلاموں کے وظائف مقرر کئے جانے کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ بعد میں آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۸۳) یہاں ۸۱ھ میں آپ نے وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ علم و فضل میں ایک بلند مقام کے مالک تھے۔ علامہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے خاندان میں فاضل ترین آدمی تھے (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۳۵۵) علامہ خیر الدین زرکلی نے ان کا اپنا ایک قول نقل کیا ہے کہ

الحسن و الحسین افضل منی و انا اعلم منهما

حسنؓ اور حسینؓ مجھ سے افضل ہیں لیکن علم میں میں ان دونوں سے زیادہ ہوں۔

(الاعلام جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

صاحب عمدۃ المطالب فرماتے ہیں:۔

کان محمد بن الحنفیه احد رجال الدهر فی العلم والزهد والعبادة والشجاعة وهو افضل ولد علی بن ابی طالب بعد الحسن والحسین

محمد بن الحنفیہ علم، زہد، عبادت اور شجاعت و بہادری میں اپنے زمانے میں ایک بلند ترین شخصیت تھے اور سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی اولاد میں سے حسنؓ اور حسینؓ کے بعد سب سے افضل تھے۔

(عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۳۵۲)

اسی طرح کے تعریفی کلمات قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں لکھے ہیں۔

علم حدیث میں سیدنا علیؓ، سیدنا عثمان بن عفانؓ، سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملازماً للسنۃ

جو کچھ تم کہتے ہو وہ باتیں میں یزید میں نہیں دیکھتا۔ میں وہاں اقامت پذیر رہا ہوں۔ میں نے اس کو نماز کی پابندی کرنے والا، نیکی کا متلاشی، دینی مسائل پر گفتگو کرنے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر پابندی سے عمل کرنے والا دیکھا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳)

عبداللہ بن مطیع اور اُن کے ساتھی کہنے لگے، حضرت! وہ یہ سب کچھ آپ کو دکھانے کے لیے کرتا ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اُسے مجھ سے کیا خوف اور لالچ تھا جو وہ میرے سامنے اس طرح کرتا تم جو اُس کی شراب نوشی کی بات کرتے ہو کیا اُس نے تمہیں دکھا کر پی تھی۔ اگر تمہیں دکھا کر پی تو تم بھی اس گناہ میں اُس کے ساتھ شریک ہو۔ اور اگر تمہیں دکھا کر نہیں پی تھی تو جس شی کا تمہیں علم نہیں اُس کے متعلق تمہیں شہادت دینی جائز نہیں۔ وہ بولے حضرت! اگرچہ ہم نے اس کو شراب پیتے نہیں دیکھا لیکن یہ بات ہے سچی۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ شہادت دینے والوں کی یہ بات تسلیم نہیں کرتا۔ وہ تو فرماتا ہے اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (ہاں جو گواہی دیں علم و یقین کے ساتھ دیں الزخرف: ۸۶) اور میں تمہاری کسی بات میں تمہارا شریک نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا، شاید آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں کہ حکومت کسی اور کو ملے تو آیئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہارے مقصد کے لیے جنگ کرنا جائز ہی نہیں سمجھتا نہ کسی کا تابع ہو کر اور نہ کسی کا متبوع ہو کر وہ کہنے لگے۔ آپ اس سے قبل اپنے والد کے ساتھ مل کر جو جنگ کر چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سیدنا عمار بن یاسرؓ، سیدنا ابوہریرہؓ اور سیدنا ابن عباسؓ وغیرہم سے استفادہ کیا تھا۔ بعض محدثین کے نزدیک سیدنا علیؓ کی مستند ترین روایات انہی سے مروی ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۵۴)

تم میرے باپ جیسا کوئی شخص اور جن سے انہوں نے جنگ کی تھی، ان جیسے لوگ تو لا کر دکھاؤ پھر میں بھی تمہارے ساتھ مل کر جنگ کر لوں گا۔ وہ بولے اگر آپ شریک جنگ نہیں ہونا چاہتے تو اپنے دونوں صاحبزادوں ابوالقاسم اور قاسم ہی کو حکم فرما دیں کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں آپ نے جواباً فرمایا اگر انہیں حکم دوں تو یہ بھی تو خود جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا تو پھر ہمارے ساتھ مل کر دوسروں کو جنگ و قتال پر آمادہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! کیا میں لوگوں کو اس چیز کا حکم دوں جس کو نہ میں خود کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی پسند کرتا ہوں۔ اس طرح تو میں اللہ کے بندوں کو نصیحت کرنے والا نہیں ہوں گا۔ وہ بولے، ہم آپ کو مجبور کریں گے۔ آپ نے فرمایا "پھر میں لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دوں گا اور کہوں گا کہ لوگوں اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔ پھر آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۳ صفحہ ۹۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳، ۲۱۸، انساب الاشراف جلد ۳ صفحہ ۱۱۸)

محمد بن الحنفیہؒ خاندان اہل بیت کے ایک ممتاز فرد کی یہ شہادت یزید کی زندگی کے تمام گوشوں کو اجاگر کر دیتی ہے اور یہ واقعہ ہے بھی واقعۂ کربلا کے بعد کا۔ جو اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ یزید بن معاویہؓ کی اپنے معاصرین کے قلوب میں کس قدر محبت و عظمت تھی اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے واقعہ کربلا میں یزید کا کوئی دخل نہیں تھا ورنہ سیدنا حسینؓ کے بھائی محمد بن الحنفیہؒ یزید کے خلاف کرنے والوں کو یہ جواب نہ دیتے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ[1] کا صحیح مسلم جیسی معتبر کتاب میں درج ہے۔

[1] سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سیدنا عمر بن الخطابؓ کے صاحبزادے تھے۔ غزوۂ اُحد میں جو ۳ سنہ میں پیش آیا ان کی عمر ۱۴ برس کی تھی۔ جب سیدنا عمرؓ مشرف باسلام ہوتے اُس وقت سیدنا عبداللہؓ کی عمر ۵ سال کی تھی۔ گویا بچپن ہی سے اسلامی ماحول میں پرورش پائی۔ سب سے پہلے جنگ خندق میں شریک جہاد ہونے کی اجازت ملی کیونکہ اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں کمسن ہونے کی وجہ سے شرکت کی اجازت بارگاہ رسالت سے نہ مل سکی۔ بیعت رضوان اور فتح مکہ میں بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ یزید بن معاویہؓ کی بیعت میں کس قدر مخلص اور اس کی بیعت توڑنے والوں کے کس قدر مخالف تھے۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ یزید کے خلاف

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) شرکت کا شرف حاصل ہوا اور فتح مکہ کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا (بخاری جلد ۱ صفحہ) غزوۂ حنین، محاصرۂ طائف، حجۃ الوداع غزوۂ تبوک غرضیکہ ہر معرکہ میں شرکت فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پابرکاب رہے۔ عہدِ فاروقی میں بھی کافی جنگوں میں شرکت فرمائی۔ سیدنا عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بھی جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد بعض لوگوں نے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہیں۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا (طبقات ابن سعد جلد ۴ ق اول صفحہ ۱۱۱) سیدنا علیؓ کی خلافت میں آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ جب تک کسی شخص پر لوگوں کا اجماع نہ ہو جائے اُس وقت تک اُس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہئے (فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۸) سیدنا معاویہؓ جب ۴۱ھ میں خلیفہ ہوتے تو سیدنا عبداللہؓ نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی کیونکہ سب لوگوں نے بلا اختلاف اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ بعد میں یزید کی خلافت کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اُن کے ہاتھ پر بھی بیعت فرمالی، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا:۔

ان اجمع الناس علیٰ بیعۃ بایعت

اگر لوگ اُس کی بیعت پر اکٹھے ہو جائیں گے تو میں بھی اُس (یزید) کی بیعت کر لوں گا۔ (القلقشندی جلد صفحہ ۱۱۷)

چنانچہ جب جمہور نے یزید کی بیعت کر لی تو آپ نے بھی بیعت کر لی۔ یزید کی وفات کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعوےٰ کیا، عراق، حجاز اور یمن کے لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ان کے دعوائے خلافت کو بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں دیتے تھے (طبقات ابن سعد قسم اول تذکرہ ابن عمرؓ) مروانؓ کے بعد جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوتے تو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اُن کے پاس تحریری بیعت نامہ بھیج دیا جس کو بخاری نے نقل کیا ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۶۹)

بغاوت کرنے والوں کی قیادت کر رہے تھے۔ سیدنا عبداللہؓ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ فوراً عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے وہ انہیں دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے، ابوعبدالرحمٰن (سیدنا ابن عمرؓ کی کنیت) کے لیے مسند بچھاؤ۔ آپ نے فرمایا میں آپ کے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا بلکہ ایک حدیث سنانے کے لیے آیا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ حدیث بیان فرمائی:

یقول من خلع یدہ من طاعۃ لقی اللہ یوم القیامۃ لاحجۃ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خاص عقیدت اور محبت تھی۔ فاروق اعظمؓ کی تعلیم و تربیت اور دین کے لیے خود ان کی اپنی کدو کاوش نے اُن کو قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ میں بحر بے پایاں بنا دیا تھا۔ آپ علم و عمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵)

سیدنا حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا، مگر عمرؓ اور ان کے فرزند ارجمند عبداللہؓ ذرہ برابر نہیں بدلے۔ چنانچہ آپ کے خادم اور شاگرد نافع فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس زمانہ میں عبداللہ بن عمرؓ ہوتے تو ان کو آثار نبوی کی اس شدت سے پیروی اور اتباع کرتے ہوئے دیکھ کر تم یہی کہتے کہ یہ مجنون ہیں (ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

۷۴ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ مختلف روایات میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی وفات کا سبب حجاج بن یوسف بنا لیکن یہ سب روایتیں پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہیں۔ آپ کو مدینہ طیبہ میں وفات پانے کی بڑی خواہش تھی۔ چنانچہ جب آپ کی حالت خراب ہو گئی تو دعا فرماتے تھے کہ خدایا! مجھ کو مکہ میں نہ موت دے۔ (ابن سعد ۴ صفحہ ۱۳۶) اور اپنے صاحبزادہ سالم کو وصیت کی کہ اگر میں مکہ ہی میں انتقال کر جاؤں تو مجھے حدود حرم سے باہر دفن کرنا کیونکہ جس سرزمین سے ہجرت کی ہے پھر اسی میں دفن ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ چند روز کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی اور "فخ" کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لـ ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص عہدِ اطاعت کو توڑ دے، وہ قیامت کے روز اللہ رب العزت سے اس حال میں ملے گا کہ اُس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اُس کی گردن میں کسی (خلیفہ) کی بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

صحیح بخاری میں بھی اسی قسم کی ایک روایت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے بارہ میں مروی ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے کہنے پر جب مدینہ کے لوگوں نے یزید بن معاویہؓ کی بیعت توڑ دی تو اس وقت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے یزید کی بیعت توڑنے والوں کے اس اقدام کی شدید مخالفت کی اور آپ نے اپنے اہل وعیال اور خاندان والوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ھذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینہ

قیامت کے روز ہر عہد کے توڑنے والے کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ ہم نے اس شخص (یزید بن معاویہؓ) کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کی ہے اور میں اس سے زیادہ بدعہدی اور کوئی نہیں سمجھتا کہ ایک شخص اللہ اور اسکے رسول کے نام پر کسی کی بیعت کرے اور پھر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔ اور سنو اگر مجھے تم میں سے کسی کے بارہ میں یہ پتہ چلا کہ اُس نے اس (یزید) کی بیعت توڑ دی ہے یا بیعت توڑنے والوں کے پیچھے لگ گیا ہے تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۳)

اُس زمانہ میں یہ معاملہ صرف عبداللہ بن عمرؓ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، بلکہ اہل بیت النبوۃ کے تمام لوگ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور بیعت توڑنے والوں کی برابر مخالفت کرتے رہے چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

کان عبد اللہ بن عمر بن الخطاب وجماعات اھل بیت النبوۃ ممن لم ینقض العھد ولا بایع احدا بعد بیعۃ لیزید . . . . . ولم یخرج احد من آل ابی طالب ولا بنی عبد المطلب ایام الحرۃ

سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ اور اہل بیت نبوۃ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یزید کی بیعت کو نہیں توڑا تھا اور نہ یزید کی بیعت کے بعد کسی کی بیعت کی۔ آلِ ابی طالب (سیدنا علیؓ کا خاندان) اور نہ ہی بنو عبدالمطلب میں سے کسی نے ایامِ حرہ میں یزید کے خلاف خروج کیا۔[1]

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲-۲۳۳)

---

[1] ان سب روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے یزید کی بیعت کی ہوئی تھی اور یہ بیعت جبری بیعت نہیں تھی بلکہ یزید کو صحیح معنوں میں امیر المومنین سمجھ کر بیعت کی گئی تھی یہی وجہ تھی کہ جب ایام حرہ میں کچھ لوگوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھیوں کے ورغلانے پر یزید کی بیعت توڑی تو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور خاندان ابی طالب، بنو عبدالمطلب اور خاندان نبوت کے دوسرے افراد نے لوگوں کو بیعت توڑنے سے روکا بھی اور خود بھی اس بیعت پر قائم رہے حالانکہ اُس وقت اُن کے لیے بیعت توڑنے کا سنہری موقع تھا۔ لیکن انہوں نے دلی خلوص سے چونکہ بیعت کی ہوئی تھی لہٰذا شدت سے لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے روکا خود سیدنا حسینؓ بھی یزید کی بیعت کرنے پر رضامند ہو گئے تھے جیسا کہ علامہ ابن کثیر اور شیعی عالم علامہ شریف المرتضیٰ نے لکھا ہے کہ میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے عمرو بن سعد کے سامنے جو تین شرائط پیش کی تھیں اُن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ

او ان اضع یدی علی یدین ید فھو ابن عمی لیری فی رایہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کے علاوہ تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ہر قابل تعریف خصلت یزید میں پائی جاتی تھی۔ شجاعت، جانبازی، حسن المعاشرت، نظم مملکت میں صائب الرائے غرض کہ علم و عمل کی ہر خوبی اس کی ذات میں پائی جاتی تھی۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ الاسلام للذہبیؒ جلد ۲ صفحہ ۹۳)

اگر یہ سب صفات و خصائل پائے جانے کے باوجود بھی یزید اہلیت سے محروم تھا تو پھر میں کہوں گا کہ کسی میں بھی اہلیت نہ تھی۔ لیکن صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس میں یزید سے زیادہ کاروبار حکومت چلانے کی اہلیت ہو اس لیے کہ اس وقت صحابہؓ یا ان کی اولاد میں جتنے لوگ بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایسا کوئی بھی نہیں تھا جو کاروبار مملکت میں اتنا ماہر اور پختہ کار ہو جتنے یزید بن معاویہؓ ماہر تھے۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق متواتر سات سال تک بازنطینی حکومت کے خلاف بحری و بری سرگرمیوں میں آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کریم النفس، حلیم الطبع، انتظامی امور میں فکری اور ذہنی خوبیوں کے حامل غرضکہ ایک حکومت کو چلانے کے لیے ایک شخص میں جس قدر خوبیاں اور صفات ہونی چاہئیں وہ سب یزید بن معاویہؓ میں موجود تھیں۔ خاندانی نجابت، ذہنی اور عملی شرافت آپ کی خاص صفات میں سے تھیں وہ ماں کے پیٹ ہی سے چاندی کا چمچہ لے کر پیدا ہوتے، آنکھ کھولی ہی تھی تو باپ کو شام جیسے سرحدی اور متمدن صوبے کا والی اور گورنر پایا۔ خود باپ میں سیادت اور قیادت کی صفات سیدنا عمر الفاروقؓ سے بھی زیادہ تھیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۵)

باپ نے حسن تربیت سے وہ ساری خوبیاں بیٹے میں پیدا کیں لیکن اور صحابہؓ اور ان کے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) یا (میری یہ شرط قبول کر لو کہ) میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیتا ہوں جب کہ وہ میرا چچازاد بھائی ہے وہ میرے بارہ میں اپنی رائے خود قائم کر لے گا۔

(کتاب الشافی صفحہ ۴۷۱)

ان واقعات کی تفصیل کے لیے میری کتاب "واقعہ کربلا کے اسباب و عوامل" کا مطالعہ کریں۔

صاحبزادے جو اس زمانہ میں موجود تھے، ان میں سیادت اور قیادت کی اس قدر خوبیاں جمع نہیں تھیں، حکومت کے لیے زہد و اتقاء کی اتنی ضرورت نہیں (اگرچہ خلیفۂ وقت میں زہد و اتقاء کا پایا جانا بھی ضروری ہے) جتنی انتظامیہ امور میں صلاحیت اور عزم و شجاعت، دانائی و حکمت کی ضرورت اور اہلیت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ امت میں سیدنا عمر الفاروقؓ سے زیادہ زاہدان شب زندہ دار، صائم الدھر اور سنت نبوی کے متبع موجود تھے، لیکن کاروبار حکومت چلانے کے لیے جو خوبیاں اللہ رب العزت نے ان میں ودیعت فرمائی تھیں، وہ نہ تو ابوذر غفاریؓ جیسے زاہد شب زندہ دار میں تھیں اور نہ ابن عمرؓ جیسے متبع سنت میں، نہ ابن عباسؓ جیسے ترجمان القرآن میں اور نہ قرآن کو بہترین انداز میں پڑھنے والے ابی بن کعبؓ میں، نہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ جیسے "امین الامۃ" اور نہ خالد بن ولیدؓ جیسے "سیف من سیوف اللہ" میں تھیں۔ کاروبار حکومت میں "اشد فی امر اللہ" کی ضرورت ہے۔ خود سیدنا معاویہؓ کے زمانہ میں آپ سے زیادہ افضل صحابہؓ موجود تھے، لیکن کاروبار حکومت چلانے کے لیے جن صفات کی ضرورت تھی وہ اور کسی میں نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ جب سیدنا حسنؓ نے کاروبار حکومت ان کے سپرد کیا تو تمام صحابہؓ نے جن میں عشرہ مبشرہ کے لوگ بھی شامل تھے اور بیعت عقبہ اور بیعت رضوان کے سند یافتہ بھی، بے چون و چرا بیعت فرمالی، اور کسی نے ان پر معمولی سا اعتراض بھی نہ کیا۔ خود سیدنا معاویہؓ نے اپنی اس حیثیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا بلکہ دوسرے لفظوں میں آپ نے خلیفہ کی صفات ضروریہ کا اظہار فرمایا آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا ایھا الناس ما انا بخیرکم وان منکم لمن ھو خیر منی عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو وغیرھما من الافاضل ولکن عسیٰ ان اکون انفعکم ولایۃ وانکاکم فی عدوکم وادرکم حلیاً

اے لوگو! میں تم میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں بلکہ تم میں عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عمروؓ جیسے کئی حضرات مجھ سے افضل ہیں، لیکن امید ہے کہ میں حکومت چلانے کے اعتبار سے ان سب سے زیادہ تمہارے لیے سودمند ثابت ہوں گا، اور تمہارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمنوں کے لیے زیادہ تکلیف دہ اور مالی لحاظ سے زیادہ نفع بخش ثابت ہوں گا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۴)

معلوم ہوا کہ حکومت چلانے کے لیے الگ صفات ہیں جو بعض دفعہ بڑے بڑے صاحب تقویٰ بزرگوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ کا زہد و تقویٰ میں کس قدر بلند مقام ہے کہ خود جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰت والتحیات ارشاد فرماتے ہیں کہ "میری امت میں ابوذر غفاریؓ میں عیسیٰ ابن مریمؑ جیسا زہد ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۷) اور یہ زہد کوئی چند روزہ نہیں تھا بلکہ شروع سے اخیر تک ایک ہی طرح کا رہا (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۶۲) زمانہ جاہلیت ہی میں بتوں کی پوجا سے بیزار تھے، خدا پرست تھے، چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اطلاع دی اُن کے الفاظ یہ تھے کہ "ابوذر! مکہ میں ایک شخص تمہاری طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے"

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۱۶۳)

علم کا یہ حال ہے کہ سیدنا علیؓ جیسے علم و عمل کے مجمع البحرین آپ کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ "ابوذرؓ نے اتنا علم محفوظ کر لیا ہے کہ لوگ اس کے حاصل کرنے سے عاجز تھے اور اس تھیلی کو اس طرح سے بند کر دیا کہ اس میں کچھ بھی کم نہ ہوا۔

(استیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۶۵)

سیدنا عمرؓ جیسے "اشد فی امر اللہ" آپ کے متعلق فرماتے تھے کہ "ابوذرؓ کا علم عبداللہ بن مسعودؓ کے برابر ہے"

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ صفحہ ۱۵)

اور وہ خود اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ "میں ہر شی کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کرتا تھا حتیٰ کہ کنکری کے متعلق بھی پوچھتا تھا"

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

لیکن یہی ابوذرؓ ایک مرتبہ امارت کی خواہش کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں "ابوذر! امارت کا بار بہت بھاری ہے اور تم کمزور و ناتواں ہونے کی وجہ سے اس بار کے متحمل نہیں ہو سکتے

جس نے قیامت کے روز سوائے ندامت اور ذلت کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا"

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

ایک دوسری روائت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا "ابوذرؓ! اگر دو آدمیوں پر بھی تمہیں امیر مقرر کیا جائے تو اُسے قبول نہ کرنا۔"

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ یزید اگرچہ زہد و اتقاء میں، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمروؓ، سیدنا حسین ابن علیؓ اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ وغیرہم سے کم تھا، لیکن حکمرانی اور جہانبانی کے کمالات اس میں دوسروں کے مقابلہ میں شاید زیادہ ہی تھے۔ کیونکہ بچپن ہی سے امارت اور قیادت کے سائے میں تربیت حاصل کی ہوئی تھی۔ اور کئی سال تک تجرباتی میدان میں بھی سرگرم عمل رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ولی عہدی کے لیے ان کا نام تجویز کیا گیا تو سب نے بلا اختلاف اُس کو قبول کر لیا[1] اور صحابہؓ کی کثیر تعداد نے جو حجاز، شام، بصرہ اور کوفہ میں تھی نہ از خود یزید کے خلاف خروج کیا اور نہ سیدنا حسینؓ کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ حالانکہ اس زمانہ میں اور صحابہؓ کو چھوڑ کر خود اہل بیت نبوت کے گھر کے کئی لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت کی تھی، لیکن سیدنا حسینؓ کا کسی نے ساتھ نہ دیا نہ ہی آپ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ نے اور نہ ہی آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہؓ نے اور نہ ہی دیگر دس بھائیوں نے چنانچہ "اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء" میں لکھا ہے۔

وقد کان فی ذالک العصر کثیرٌ من الصحابۃ بالحجاز و الشام والبصرۃ والکوفۃ ومصر و کلھم لم یخرج علی یزید ولا وحدہ ولا مع الحسین

---

[1] یزید بن معاویہؓ کی ولی عہدی کے بالاتفاق منعقد ہونے کے بارہ میں علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:۔
"یزید کی ولی عہدی کے اتفاقی مسئلہ سے اگر کسی نے اختلاف کیا تو وہ ابن زبیرؓ تھے اور اجماع اور اتفاق کے مقابلہ میں شاذ و نادر اختلاف کو کوئی وقعت نہیں ہوتی"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانہ میں کثیر التعداد صحابہؓ شام، حجاز، کوفہ، بصرہ اور مصر میں موجود تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی یزید بن معاویہؓ کے خلاف خروج نہ کیا نہ تو از خود اور سیدنا حسینؓ کی معیت میں۔

(اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء صفحہ ۱۴)

ہاں اس زمانہ میں ایک صحابی ایسے تھے جو جہانبانی اور امور مملکت کے اصولوں سے بخوبی واقف اور آشنا تھے۔ وہ تھے فاتح ایران سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ[1] لیکن وہ ان

---

[1] سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ رشتہ میں آپ کے ماموں تھے جس کا اقرار کئی دفعہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا تھا۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۱) اسلام میں قریباً آٹھویں مسلمان ہیں ابتداء اسلام میں جب کہ وہ چند صحابہؓ کے ساتھ ایک گھاٹی میں مصروف عبادت تھے، ایک کافر نے اسلام کا مذاق اڑایا۔ آپ کو جوش آگیا اور اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر اس بے ایمان کے سر پر ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی جو سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں عمل میں آئی (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۱) غزوۂ بدر سے لے کر فتح مکہ تک تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ غزوۂ احد میں جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نرغہ میں آگئے تو آپؐ اپنے ترکش سے تیر نکال نکال کر سیدنا سعدؓ کو دیتے اور فرماتے "یا سعد ارم فداک ابی وامی" (اے سعدؓ! تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں) فتح مکہ کے بعد غزوہ طائف اور تبوک میں بھی شرکت فرمائی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں بیمار ہو گئے۔ آپؐ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ پوچھا، سعدؓ! کیوں روتے ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس سرزمین کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں چھوڑا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہو گی۔ آپ نے صحت کی دعا فرمائی اور ساتھ ہی بشارت کے طور پر فرمایا اے سعدؓ! تم اس وقت تک ہرگز نہیں مرو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری کو نفع نہ پہنچے (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ) یہ پیش گوئی آپ کے حق میں حرف بحرف پوری ہوئی۔ عجمی اقوام کو آپ کے ہاتھوں سخت نقصان پہنچا اور ملت اسلام مستفید ہوئی۔

دنوں اپنی زندگی کی بالکل آخری منزلوں میں تھے اور سیاسی دنیا سے ریٹائرڈ ہو کر بالکل گوشہ نشین ہو چکے تھے۔ لہٰذا ان کی نامزدگی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سیدنا عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں وہ وہ کارنامے دکھائے کہ آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے۔ ایک قلیل مدت میں کسریٰ کی ساری سلطنت کو اسلامی حکومت میں مدغم کر لیا اور اس کی فوج کو قادسیہ اور دیگر جنگوں میں ایسی شکست فاش دی کہ ایرانی سلطنت تہس نہس ہو کر رہ گئی۔ کسریٰ کے پایۂ تخت مدائن پر قبضہ کر لیا اور تمام مال و اسباب مال غنیمت بنا کر مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے ان کی خدمات جلیلہ کی وجہ سے ان کو مفتوحہ علاقہ کا گورنر بنا دیا۔ آپ نے اس منصب کو بھی اچھے طریقے سے نبھایا۔ اسی اثنا میں آپ نے سیدنا عمرؓ کے فرمان کے مطابق کوفہ کو آباد کیا۔ آپ نے فوج اور دیگر انتظامی امور میں گراں قدر اصلاحات کیں۔

سیدنا عمرؓ نے وفات کے وقت خلافت کے لیے جن چھے آدمیوں کو نامزد کیا تھا۔ ان میں ایک سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے اور فرمایا تھا کہ اگر یہ خلیفہ منتخب نہ ہو سکیں پھر بھی ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں بھی کوفہ کے والی مقرر ہوئے لیکن ۳ سال کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے کچھ اختلاف پیدا ہو جانے کی وجہ سے معزول ہو گئے۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کی باہمی جنگوں میں آپ نے بالکل کسی کا ساتھ نہیں دیا بلکہ گوشہ نشین رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ آپ جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے آپ کے صاحبزادے عمر بن سعدؓ نے آپ سے کہا "کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل میں اونٹ چرائیں اور لوگ حکومت کے لیے اپنی اپنی قسمت آزمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ خاموش! میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مستغنی اور پرہیزگار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۱)

۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ وصیت کے مطابق کفن میں وہی اونی کپڑا استعمال کیا گیا جو غزوہ بدر کے روز جسم پر تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں ایک سوال اور پیدا کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں ولی عہدی اور نامزدگی نہیں اور اگر ہے تو کیا بیٹے کو ولی عہدی یا خلافت کے لیے نامزد کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کے پہلے حصے کہ

"اسلام میں ولی عہدی ہے ہی نہیں"

کا جواب مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ نے اپنے "مقدمہ" میں دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُسی کو نقل کر دیا جائے اور وہ یہ ہے:

"امام ولی امت ہوتا ہے اور اُس کا امین بھی، جو اپنی پوری زندگی میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا لحاظ رکھتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد جو حالات پیش آنے والے ہوتے ہیں اس کا انتظام بھی حسب طاقت زندگی ہی میں کر جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مثلاً امت کی غور و پرداخت کے لیے اپنا ایک ایسا جانشین مقرر کر جاتا ہے جس پر امت کو ایسا ہی اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے جس طرح اُس پر تھا اور شریعت میں اجماع امت سے اس عمل (ولی عہد مقرر کرنے) کا جواز ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرامؓ کے اجتماع میں حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر فرمایا تھا جس کو تمام صحابہؓ نے جائز رکھا اور حضرت عمرؓ کی اطاعت و پیروی اپنے اُوپر لازم قرار دی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل ولی عہدی کے مسئلہ کو عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابہؓ کی صوابدید پر چھوڑا اور اُن کو اختیار دیا کہ وہ اپنے میں سے مسلمانوں کے لیے کوئی بھی امام منتخب کر لیں۔ ان صحابہؓ نے مسئلہ انتخاب کو ایک دُوسرے پر ٹالا۔ آخر اس انتخاب کا سہرا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سر بندھا۔ آپ نے غور و فکر کر کے مسلمانوں کی دلی منشا معلوم کی تو سب کا دل حضرت عثمانؓ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) علم و فضل میں ایک خاص مقام تھا اور تحصیل علم میں حجاب یا شرم دامن گیر نہیں ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑے پیار اور محبت سے ان کی تشفی فرماتے تھے۔

اور حضرت علیؓ کی طرف جھکا ہوا پایا۔ اس لیے انہوں نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی۔ کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی خود حضرت عثمانؓ کے پیش آمدہ معاملات میں اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر اتباع شیخین کو لازم سمجھتے تھے۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ کی خلافت سب کو تسلیم ہوئی اور وہ خلیفہ مان لیے گئے۔ اور اُن کی اطاعت واجب سمجھ لی گئی۔ اب جس مجمع میں یہ مسئلہ انتخاب طے پایا اُس میں وہ سب صحابہؓ موجود تھے جو شیخین سے بیعت کر چکے تھے۔ ان میں سے کسی نے اس مسئلہ ولی عہدی اور جانشینی پر اعتراض نہیں کیا بلکہ خاموش رہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ باتفاق رائے اس طریق جانشینی کے جواز کے قائل تھے اور اس کی مشروعیت کو پہلے ہی جانتے تھے۔ اور یہ بات معلوم ہو ہی گئی کہ اجماع شرعی مسائل کے لیے حجت مانا گیا ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۰)

علامہ قاضی ابویعلی الحنبلیؒ اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خلیفہ کے لیے یہ بالکل جائز ہے کہ وہ اپنے بعد کسی شخص کو اپنا ولی عہد بنائے اس معاملہ (ولی عہدی) میں ارباب حل و عقد کی موجودگی ضروری نہیں، اس لیے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا عمرؓ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور سیدنا عمرؓ نے چھ صحابہؓ کو نامزد کیا تھا اور یہ نامزدگی کرتے وقت ارباب حل و عقد کی موجودگی کو ضروری نہ سمجھا۔ اس کی عقلی توجیہ یہ ہے کہ کسی شخص کو ولی عہد بنانے کا مطلب اس کو خلیفہ بنانا نہیں، ورنہ ایک ہی وقت میں دو خلفاء کا اجتماع لازم آئے گا جو کسی صورت جائز نہیں۔ اور جب یہ خلافت کا عہد نہیں ہے تو ارباب حل و عقد کی موجودگی کوئی ضروری نہیں۔ ہاں جس نے ولی عہد بنایا ہے اس کی وفات کے بعد ان کی موجودگی ضروری ہے۔

(الاحکام السلطانیہ صفحہ ۹)

علامہ ابن حزمؒ نے تو صاف اور واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ نصب خلافت کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں سب سے بہترین طریقہ نامزدگی ہی ہے۔ کیونکہ اس سے بہت ساری خرابیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

فوجدنا عندنا عقد الامامۃ یصح بوجوہ اولہا واصحہا ان یعہد الامام المیت الی انسان یختارہ اماماً بعد موتہ وسواء فعل ذالک فی صحتہ او فی مرضہ او عند موتہ اذ لا نص ولا اجماع علی المنع من عہد ہذہ الوجوہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی بکر وکما فعل ابوبکر بعمر وکما فعل سلیمان بن عبدالملک بعمر بن عبدالعزیز وہذا ہو الوجہ الذی نختارہ وننکرہ غیرہ لما فی ہذا الوجہ من اتصال الامامۃ وانتظام امر الاسلام واہلہ ورفع ما یتخوف من الاختلاف والشغب مما یتوقع فی غیرہ من بقاء الامۃ فوضی ومن انتشار الامر وارتفاع النفوس وحدوث الاطماع

پس ہمارے نزدیک امامت اور خلافت کا انعقاد کئی صورتوں سے صحیح ہو سکتا ہے۔ ان میں سب سے پہلی اور سب سے افضل اور سب سے زیادہ صحیح صورت یہ ہے کہ مرنے والا خلیفہ اپنی مرضی سے کسی کو اپنی موت کے بعد خلیفہ مقرر کر جائے اس نامزدگی میں یہ برابر ہے کہ وہ اپنی حالتِ صحت میں اس کو نامزد کرے یا اپنی بیماری میں اور یا اس دنیا سے رحلت کرتے وقت۔ کیونکہ نص اور اجماع کے لحاظ سے اس کی کسی صورت میں بھی عدم جواز اور منع نہیں ہے اور اسی طریقے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکرؓ کو نامزد کیا تھا اور ابوبکرؓ نے عمر بن الخطابؓ کو اور سلیمان بن عبدالملکؒ نے عمر بن عبدالعزیز کو نامزد کیا تھا اور یہی وہ صورت ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں اور اس کے سوا دوسری صورتوں کو مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں خلافت

کا اتصال اور اسلام اور اہل اسلام کا انتظام قائم رہتا ہے، لیکن اس کے برعکس دوسری تمام صورتوں میں اختلاف اور شور و شغب کا ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے اور انارکی، امور شرعیہ میں انتشار، لوگوں کے اٹھ جانے اور ان کے اندر خلافت کے لیے حرص و طمع کے جذبات پیدا ہونے کا خوف رہتا ہے۔

(الفصل فی الملل والنحل جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)

اب رہا دوسرا مسئلہ کہ "بیٹے کو ولی عہد مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟" اس کا جواب بھی مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدون المغربیؒ ہی سے سنئے۔ علامہ فرماتے ہیں:

"اب اگر امام اپنے باپ یا بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کر دے تو ہم اس پر بدگمانی نہیں کر سکتے اور اس معاملہ میں اس کو متہم نہیں کر سکتے، کیونکہ جب وہ اپنی زندگی میں سارے امور و معاملات میں قابلِ اعتماد مانا گیا ہے تو وہ اپنی زندگی کے بعد کے معاملات میں جو فیصلے دے گیا ہو ان میں بھی ہم کو اس پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے اور اس پر کوئی اتہام نہیں لگانا چاہیئے۔ یہ بات ان لوگوں کے مذہب کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ امام کو اپنے باپ یا بیٹے کو ولی عہد مقرر کرنا باعثِ اتہام ہے یا جو صرف بیٹے کو ولی عہد بنانا اتہام کا سبب جانتے ہیں اور حقیقت میں یہ عمل بدگمانی اور بدظنی سے بہت دور ہے۔ خصوصاً جب کوئی خاص مصلحت اس کی داعی ہو یا کسی خاص فتنہ و فساد سے تحفظ کے لیے یہ کہا گیا ہو تو ایسے وقت تو بدظنی کی سرے سے گنجائش نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت معاویہؓ نے جب اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے ارباب حل و عقد کا اتفاق ان کے لیے کافی حجت تھا اور اور پھر ان کو یوں بھی متہم نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا یزید کو ترجیح دینا امت میں اتفاق و اتحاد قائم کرنے کی مصلحت کے پیشِ نظر تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بنو امیہ اس وقت یزید کے سوا اور کسی کی ولی عہدی پر متفق نہیں ہو سکتے تھے، کیونکہ اہل حل و عقد عموماً بنی امیہ میں سے تھے اور بنو امیہ اس وقت اپنے سے باہر کسی اور کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت پر راضی نہیں ہو سکتے تھے اور وہ قریش اور تمام مسلمانوں کی عصبیت اپنی پشت پناہی پر رکھتے تھے خود بھی باشوکت تھے اور دوسروں پر بھی بااثر انہیں نزاکتوں کے پیش نظر حضرت معاویہؓ نے ان بہتر لوگوں کو چھوڑ کر خلافت کے لیئے یزید کا انتخاب کیا اور افضل و بہتر کو چھوڑ کر مفضول[1] کو مسند حکومت پر لائے تاکہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق اور ان کی رائے میں یک جہتی کہیں ہاتھ سے نہ جاتی رہے جس کی بقا کو شارع علیہ السلام نے بہت اہمیت دی ہے ورنہ اس کے سوا حضرت معاویہؓ کے بارہ میں اور کیا کہا جا سکتا ہے، کیونکہ ان کی مسلمہ عدالت اور صحبت نبوی کو دیکھتے ہوئے زبان ان کے بارہ میں بدگمانی کا خیال ظاہر کرنے سے گنگ ہے۔ مزید برآں اکابر صحابہؓ کی موجودگی اور ان کا اس بارے میں سکوت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ ہر بدظنی اور بدگمانی سے پاک ہیں، اور ان کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ نہ تو صحابہؓ ہی کی وہ شخصیتیں تھیں کہ وہ حق کے اظہار سے خاموش رہتے نہ معاویہؓ اس مزاج کے تھے کہ وہ عزت و شان مملکت کی خاطر حق کو اختیار کرنے سے باز رہتے۔ ان بزرگوں کی عدالت ایسی

---

[1] مفضول کی امامت کے جواز میں تمام ائمہ حدیث و فقہ کا اتفاق ہے۔ صرف جاحظ نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے، لیکن جاحظ کا یہ اختلاف کچھ بھی مضر نہیں ہے (الاحکام السلطانیہ از قاضی ابوالحسن الماوردی صفحہ ۵) جمہور فقہا اور متکلمین یہ فرماتے ہیں کہ مفضول کی امامت بالکل جائز ہے۔ اور افضل کو اس کی بیعت کرنا صحیح ہے اور افضل کا وجود مفضول کی امامت کے مانع نہیں بشرطیکہ مفضول میں امامت کی شرائط پائی جاتی ہیں۔

اس مسئلے کی تفصیل کے لیے ابن حزم اندلسیؒ کی کتاب "الامامۃ المفاضلہ" جو کہ ان کی کتاب "الفصل فی الملل والنحل" کی جلد چہارم میں درج ہے صفحہ ۱۶۳-۱۶۷، طبع مصر، نیز علامہ ابوبکر الباقلانیؒ کی کتاب "التمہید" صفحہ ۲۳۱ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ نیز ملاحظہ ہو المسائرہ لابن الہمام صفحہ ۱۳۶-۱۳۷، الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ ۷

ایسی غلط کاریوں سے بہت بلند و بالا ہے . . . . . یزید کی ولی عہدی کے اتفاقی مسئلہ سے اگر کسی نے اختلاف کیا تھا تو وہ عبداللہ بن زبیرؓ تھے، مگر اجماع و اتفاق کے مقابلہ میں ان کا شاذ و نادر اختلاف کو ظاہر ہے کہ کوئی وقعت حاصل نہیں۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۰-۲۴۱)

حقیقت یہ ہے کہ ارباب نظر کی بصیرت یہ کام کرتی ہے کہ اگر یزید کے علاوہ سیدنا معاویہؓ کسی اور کو ولی عہد مقرر فرما دیتے تو مسلمانوں کا پچاس سالہ قصر خلافت یک قلم منہدم ہو جاتا۔ اس کے لیے ایک مرتبہ پھر علامہ ابن خلدون کو نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح حضرت معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا لیکن اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پوری خلافت اسلامیہ میں ایک شورش برپا ہو جاتی۔ کیونکہ بنو امیہ اپنے خاندان سے خلافت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اگر حضرت معاویہؓ کسی اور کو ولی عہد بناتے تو بنو امیہ خود ان پر پلٹ پڑتے گو ان کے ساتھ پہلے سے جس قدر بھی حسن ظن ہوتا اور ان کی خوبی میں کسی کو شک و شبہ نہ ہوتا، وگرنہ اس کے برعکس سیدنا معاویہؓ کے بارے میں کوئی اور خیال کرنا عدل و انصاف کا خون کرنا ہے۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۳۵)

چند صفحات کے بعد علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں:۔

"لہٰذا اگر امیر معاویہؓ عصبیت کے تقاضے کے خلاف یزید کے علاوہ کسی اور کو مسند خلافت پر لاتے تو ان کی خلافت کون قبول کرتا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بالکل ختم ہو جاتی اور ملت اسلامیہ جس اختلاف کا شکار ہوتی وہ بھی ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۱)

مشہور مؤرخ علامہ محمد الخضری اس بارہ میں اپنے خیالات ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یزید کو ولی عہد بنانا اور خلافت کو بنوامیہ میں محدود کر دینا اصلاح امت کے لیے ضروری اور ناگزیر تھا، تاکہ امت فتنہ و فساد اور خون خرابہ کا شکار ہونے سے بچ جائے، کیونکہ حلقۂ انتخاب جس قدر وسیع ہوتا ہے، اتنے ہی امیدوار بھی زیادہ ہوتے ہیں اور جہاں امیدواروں کی کثرت ہو وہاں اختلاف ہونا ایک لازمی امر ہے۔"

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ جلد ۴ صفحہ ۵۰۲)

بات دراصل یہ ہے کہ سیدنا معاویہ کا پہلے یہ خیال تھا کہ وہ اس کام کے لیے کسی ایک شخص کو نامزد کرنے کے بجائے سیدنا عمرؓ کی طرح چھ اشخاص کو نامزد کر جائیں گے جن میں سے کسی ایک شخص کو ارباب حل و عقد یا لوگوں کی اکثریت اپنی پسند سے منتخب کر لے گی۔ اس کام کے لیے ان کے ذہن میں جو لوگ تھے اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سیدنا سعید بن العاصؓ
۲۔ سیدنا عبداللہ بن عامرؓ[1]
۳۔ سیدنا حسن بن علیؓ
۴۔ سیدنا مروان بن الحکمؓ
۵۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ
۶۔ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۵)

لیکن ابن کثیرؒ ہی کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت کا زیادہ رجحان ان سب میں سے سیدنا حسن بن علیؓ کو اپنا ولی عہد بنانے کیلئے تھا، کیونکہ وہ ایک صلح پسند

---

[1] عبداللہ بن عامرؓ ۸ھ یا ۹ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۷۲) یہ سیدنا عثمانؓ بن عفان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی اور فرمایا یہ "مسقی" یعنی سیراب کرنے والا ہوگا۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۲۹) سیدنا عثمانؓ کے عہد خلافت میں ۲۹ھ میں یہ ۲۵ سال کی عمر میں بصرہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ اور کئی شہروں کو فتح کیا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۷۳، استیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۷) جنگ جمل میں سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ اور سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ تھے اور

اور امت مسلمہ کے لیے اپنے دل میں خاص جذبات رکھتے تھے اور ملت اسلامیہ میں نظم و ضبط اور یک جہتی اور اتحاد و اتفاق کے خواہاں تھے۔ اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بابت فرمایا تھا۔

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) جنگ صفین میں ان کا کوئی نمایاں کردار تاریخ کی کتابوں میں نظر نہیں آتا لیکن تھے۔ سیدنا معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے۔ اور فیصلہ تحکیم کے گواہوں میں سے تھے۔ سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ سے جو صلح کی تھی اس کی شرائط بھی انہوں نے ہی سیدنا معاویہؓ کے پاس بھیجی تھیں۔ جو منظور ہو گئیں۔ (اخبار الطوال صفحہ ۲۳۰) چنانچہ سیدنا معاویہؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ پھر تین سال کے لیے بصرہ اور عراق کے گورنر مقرر ہوئے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

بڑے صاحب ثروت اور متمول انسان تھے لیکن ساتھ اتنے ہی فیاض بھی تھے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے:۔

کان احد الاجواد الممدوحین

عرب کے مشہور ممدوح فیاضوں میں سے تھے۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ "مسقی" ہونے کی دعا فرمائی تھی لہذا انہوں نے عرب کی خشک سرزمین میں بکثرت پانی رواں کر کے اُسے سرسبز و شاداب بنایا۔ حاجیوں کے لیے بڑے بڑے حوض بنوا کر ان میں نہروں کے ذریعے پانی اتارا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۲) چنانچہ لکھا ہے:۔

ولہ آبار فی الارض کثیرۃ

بہت سے حوض اور کنویں بنوائے۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۳۹)

۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ طیبہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۷۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیمتین من المسلمین

میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۳، جلد ۲ صفحہ ۵۳۰، صفحہ ۱۰۵۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱، ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲)

لیکن جب سیدنا حسن بن علیؓ سیدنا معاویہؓ کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے تو آپ نے ملکی حالات اور بنو امیہ کی عصبیت کے تحت یزید کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایا جس میں سیدنا معاویہؓ جیسے راشد، بردبار، حلیم الطبع، وسیع الظرف اور براعظم افریقہ اور یورپ تک پھیلی ہوئی اسلامی مملکت کے ولی عہد ہونے کے جملہ اوصاف موجود تھے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:۔

كان معاوية لما صالح الحسن عهد للحسن بالأمر من بعده فلما مات الحسن قوى امر يزيد عند معاوية ورأى انه لذالك أهلاً وذالك من شدة محبة الوالد لولده و لما كان يتوسم فيه من النجابة الدينوية وسيما اولاد الملوك ومعرفتهم بالحروب وترتيب الملك والقيام بأبهته، وكان ظن ان لا يقوم احد من ابناء الصحابة في هذا المعنى ولهذا قال لعبد الله بن عمر فيما خاطبه به اني خفت ان اذر الرعية من بعدي كالغنم المطيرة ليس لها راع

جب سیدنا معاویہؓ نے سیدنا حسنؓ سے مصالحت کی تو آپ نے سیدنا حسنؓ ہی کو اپنا ولی عہد بنایا، لیکن جب سیدنا حسنؓ کا انتقال ہو گیا تو سیدنا معاویہؓ کا یزید کی طرف رجحان قوی ہو گیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ خلافت کی اہلیت رکھتا ہے، اور یہ رائے باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی اور اس لیے بھی تھی کہ وہ یزید میں دنیوی شرافت، اور شاہزادوں کی سی خصوصیات، جنگی فنون سے

آشنائی سلطنت کا نظم و ضبط اور اس کی ذمہ داری کے بار دوش سے سبکدوش ہونے کی اہلیت دیکھتے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کی اولاد میں سے کوئی اس بارہ میں بہتر انتظام نہیں کر سکے گا۔ اسی وجہ سے انہوں نے سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا تھا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں رعیت (پبلک) کو بکریوں کے ایک منتشر اور پراگندہ گلے کی طرح چھوڑ کر نہ چلا جاؤں جس کا کوئی راعی (چرواہا) نہ ہو۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۰)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے ولی عہدی کے بارہ میں جو کچھ کیا وہ بالکل درست اور صحیح کیا اور مصلحت وقت اور ملکی حالات کا بھی یہی تقاضا تھا۔ اسی وجہ سے علمائے اہل سنت نے یزید کی خلافت کو شرعی نقطہ نگاہ سے بالکل درست مانا ہے

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، جمہرۃ الانساب صفحہ ۱۰۳)

اور اس کو ان بارہ خلفاء میں سے مانا ہے جن کے زمانہ میں اسلام چہار دانگ عالم میں عزیز و محترم رہا

(شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری صفحہ ۱۸۴، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۸۲، شرح عقیدۃ الطحاویہ صفحہ ۵۵۳)

اور یزید پر فسق و فجور کے اتہامات سراسر غلط ہیں، یہ سب چیزیں کچھ تو سبائی تحریک کے ورکروں نے مشہور کیں اور کچھ عبداللہ بن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت کے وقت ان کے داعیوں نے یزید کی پوزیشن اور وقار کو کم کرنے کے لیے پھیلائیں جیسا کہ سیدنا علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے حوالے سے قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے اور پھر بعد کے راویوں نے نہلے پر دہلے کا کام کیا اور ایسی ایسی غلط باتیں مشہور کیں کہ شرافت و انسانیت منہ ڈھانکتی پھرتی ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب الاغانی جلد ۱۳ صفحہ ۶۱)

لیکن کسی نے بھی ان کی ان برائیوں کو جو ان کی طرف منسوب کی گئیں کسی عینی شاہد سے بیان نہیں کیا جیسا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے داعی عبداللہ بن مطیع وغیرہ امیر یزید پر شراب پینے کا الزام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگایا کرتے تھے لیکن اپنے ذاتی علم کی بنا پر نہیں بلکہ سنی سنائی باتوں سے۔

(ملاحظہ ہو انساب الاشراف جلد ۴ صفحہ ۲۱، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳)

یزید کے نیک سیرت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ جیسے عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن بسر المازنیؓ، اسامہ بن زیدؓ، جابر بن عتیک انصاریؓ، مالک بن ربیعہؓ، ثابت بن ضحاکؓ، عبداللہ بن سعد بن خیثمہ انصاری، ابو قتادہ انصاریؓ، ابو امامہ الباہلیؓ، رافع بن خدیجؓ، قیس بن سعد بن عبادہؓ، عثمان بن حنیف انصاریؓ، براء بن عازبؓ، زید بن ارقمؓ، ابو سعید الخدریؓ، سلمہ بن اکوعؓ، معقل بن یسارؓ، بریدہ بن الحصیب الاسلمیؓ، عبداللہ بن ابی اوفی اسلمیؓ، نوفل بن معاویہؓ، عوف بن مالکؓ، عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ، عدی بن حاتمؓ، نعمان بن بشیرؓ، معاویہ بن خدیجؓ، مسور بن مخرمہؓ، عبداللہ بن حنظلہؓ، معقل بن سنانؓ، جابر بن سمرہؓ، مالک بن حویرثؓ، عبدالمطلب بن ربیعہؓ، عقبہ بن عامر الجہنیؓ، عبداللہ بن سائب المخزومیؓ، عمر بن ابی سلمہؓ، عبیداللہ بن عباسؓ وغیرہم نے اُن کی بیعت کی اگر یزید کا ذاتی کردار یہی ہوتا جو تواریخ کے سبائی راویوں اور ان کی روایات سے ظاہر ہے، جو خود فسق و فجور اور کذب و افتراء کی زندگی بسر کرتے تھے تو جلیل القدر صحابہؓ کی اتنی کثیر تعداد کبھی بھی ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت نہ کرتی اور کبھی بھی ان کو قرون مشہود لہا بالخیر میں مسلمانوں کا امام اور خلیفہ نہ ہونے دیتی اور حبر الامت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا حسینؓ کے بھائی سیدنا محمد بن الحنفیہؒ کبھی بھی اُن کو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی اتباع کرنے والا پابند صلوٰۃ، اور صالحین میں سے شمار نہ کرتے۔

(ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۱۸ صفحہ ۲۲۳، الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

اور سیدنا حسینؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی اور سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیارؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر طیارؓ اپنی صاحبزادی ام محمدؒ کا نکاح کبھی بھی یزید بن معاویہؓ سے نہ کرتے۔

(جمہرۃ الانساب صفحہ ۶۲)

اور خود سیدنا حسینؓ ان کی زیرِ قیادت جہاد قسطنطنیہ میں شمولیت نہ فرماتے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۵۱، ہسٹری آف دی سیرسنز از امیر علی صفحہ ۴۸، تاریخ زوال رومۃ الکبریٰ صفحہ ۲۸۶)

اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ اپنی کتاب الزہد میں امیر یزید کے بہت سے اقوال سنداً پیش کرتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یزید نے کہا:

اذا مرض احدکم مرضاً فیشفی ثم تماثل فلینظر الی افضل عمل عندہ فلیلزمہ ولینظر الی اسوأ عمل عندہ فلیدعہ۔

جب کوئی تم میں سے بیمار پڑے اور پھر صحت یاب ہو جائے تو اُسے غور کرنا چاہیئے کہ اُس نے کونسا اچھا عمل کیا ہے۔ چاہیئے کہ وہ اُس کو لازم جانے اور یہ بھی دیکھے کہ اُس نے کون سا بُرا عمل کیا ہے پس اسکو چھوڑ دے۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۲۳۳)

"امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کرکے قاضی ابو بکر ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ:

"یہ بات اس کی دلیل ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک امیر یزید کی بہت قدر و منزلت تھی یہاں تک کہ انہوں نے ان کو زہاد صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمرہ میں شامل کیا ہے جن کے اقوال کی اقتداء کی جاتی ہے اور اُن کے نصائح و مواعظ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ اور انہوں نے تابعین کے تذکرہ سے پہلے صحابہؓ کے زمرہ کے ساتھ ہی ان کو شامل کیا ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۲۳۳)

اس کے بعد قاضی ابن العربیؒ فرماتے ہیں:

فاین ھذا من ذکر المؤرخین لہ فی الخمر والمواعیر الفجور، الا تستحیون؟

پس کہاں ہیں اس کے سامنے شراب اور فسق و فجور کے اتہامات جن کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤرخین نے (اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے کیا ان لوگوں کو (ایسی غلط باتیں کہتے) شرم نہیں آتی؟

(العواصم من القواصم صفحہ ۲۳۳)

نیکی اور صالحیت کا یہی جذبہ تھا جو آپ کے رگ و ریشہ میں پیوست تھا کہ حکومت کا نشہ بھی ان کو اس راستہ سے ہٹا نہیں سکتا تھا[1] سیدنا الفاروق الاعظمؓ کی حکومت کے حالات اور خدمتِ خلق کا جذبہ آپ نے اپنے معاصرین سے سنا تھا۔ آپ کے دل میں خواہش تھی کہ اگر کبھی زمامِ خلافت میرے ہاتھ میں آئی تو میں بھی اسی آئیڈیل (IDEAL) کی عادلانہ اور صالحانہ حکومت چلاؤں گا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ باپ بیٹا (سیدنا معاویہؓ اور یزید) دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ سیدنا معاویہؓ نے بیٹے سے پوچھا، بیٹا! اگر تمہیں والی بنا دیا جائے تو تم کس طرح حکومت کرو گے؟ باپ کا یہ سوال بیٹے کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں جھانکنے کے لیے تھا اور یہ معلوم کرنے کے لیے تھا کہ بیٹے کے قلب میں قیصر و کسریٰ کی اتباع کا جذبہ ہے یا ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کا۔ باپ کا یہ سوال سن کر بیٹے نے فوراً جواب دیا:۔

كنت والله يا ابتا عاملاً فيهم عمل عمر بن الخطاب

ابا! خدا کی قسم، میں بھی وہی عمل کروں گا جو سیدنا عمر ابن الخطابؓ نے (ملت اسلامیہ کے ساتھ) کیا تھا۔

سیدنا معاویہؓ نے فرمایا:۔

سبحان الله يا بني والله لقد جهدت على سيرة عثمان بن عفان فما اطقتها، فكيف بك وسيرة عمر

اے میرے بیٹے! سبحان اللہ، بخدا میں نے عثمان بن عفانؓ کی اتباع

---

[1] امیر یزید کے کردار اور فضائل و محاسن کے لیے ہماری کتاب "واقعہ کربلا اور اس کے اسباب و عوامل" کا مطالعہ فرمائیں۔ م۔ ا۔ ظ۔

کی کوشش کی مگر اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا، پس کہاں تم اور سیدنا عمرؓ کی سیرت کی اتباع اور پیروی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۲۹)

یہ جواب امیر یزید کی صفائی قلب اور نیک نیتی کی غمازی کرتا ہے اور ان لوگوں کی پرزور تردید کرتا ہے جو آپ پر شراب پینے، نماز نہ پڑھنے اور فسق و فجور میں مبتلا ہونے کے اتہامات لگاتے ہیں۔

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے امیر یزید کو جو اپنا ولی عہد نامزد کیا وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بالکل صحیح اور درست تھا۔ اور جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ نہ صرف سیدنا معاویہؓ کی تغلیط کرتے ہیں بلکہ ان سب صحابہ کرامؓ پر بھی معترض ہیں جنہوں نے یزید کو اپنا امیر المومنین سمجھا اور ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اور خود سیدنا حسینؓ کی بھی تکذیب کرتے ہیں جنہوں نے آخر وقت میں امیر یزید کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی رضامندی کا اظہار کیا۔

(ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد صفحہ)

اور یزید کے اخلاق و عادات و اطوار میں جو کیڑے نکالے جاتے ہیں اور اس پر شراب نوشی اور فسق و فجور کے جو اتہامات لگائے جاتے ہیں وہ از سرتاپا غلط ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)

خلافتِ راشدہ

بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر سیدنا معاویہؓ کی خلافت ایسی ہی تھی جیسا کہ ہم نے اس کتاب کی جلد اول میں بیان کی ہے تو پھر ان کی خلافت "خلافت راشدہ" ہونی چاہیئے اور وہ خلیفہ راشد ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت واقعی "خلافت راشدہ" تھی اور وہ خود خلیفہ راشد تھے۔ اس دعوے کے اثبات کے لیے ہمارے پاس کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اسلامی تاریخ سے دلائل موجود ہیں، باقی رہا یہ اعتراض کہ جمہور علماء نے انھیں خلفائے راشدین میں سے کیوں شمار نہیں کیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ تدوین تاریخ کے وقت سے لے کر اُن کی مقدس ذات کے بارہ میں اس قدر غلط پراپیگنڈہ کیا گیا اور عام ذہن سے اُن کے محامد و مناقب کو غلط اور جھوٹی روایات کے گرد و غبار کے نیچے دبا دیا گیا۔ ان کی خوبیوں کو برائیاں اور مناقب کو مثالب بنا کر تاریخ کے صفحات کے فریم میں آویزاں کیا گیا اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ انہوں نے برسر اقتدار آکر "خلافت راشدہ" کے نظام کو ملوکیت اور جاہلیت کے نظام میں تبدیل کر دیا۔ اس کے علاوہ ان کے فرزند ارجمند یزید کے دورِ خلافت میں شہادتِ حسینؓ کا جو جانگداز واقعہ کوفہ کے سبائیوں اور شیعانِ علیؓ کی وجہ سے پیش آیا اور اس کی تمام تر ذمہ داری ایک خاص پراپیگنڈہ کے تحت یزید بن معاویہؓ کے سر منڈھ دی گئی، اس سے بھی سیدنا معاویہؓ کی شہرت اور نیک نامی، بدنامی کی دبیز تہوں کے نیچے دب گئی۔ بہر حال کتابوں سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح آج ہمارے ذہنوں میں یہ ٹھونسا جاتا ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کی باہمی چپقلش میں حق اور صواب سیدنا علیؓ کے ساتھ تھا اور سیدنا معاویہؓ راہِ خطاء پر تھے، یہ عقیدہ متقدمین اہل سنت کا نہ تھا بلکہ ان کے نزدیک اسلام کے یہ دونوں

بزرگ راہِ صواب پر تھے۔ کیونکہ دونوں کا موقف اپنے اپنے مقام پر صحیح تھا۔ اور اس کے خلاف اعتقاد رکھنا یعنی سیدنا علیؓ کو راہِ صواب پر اور سیدنا معاویہؓ کو راہِ خطاء پر سمجھنا "تشیع" تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:۔

فالتشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان وان علیاً کان مصیباً فی حروبه وان مخالفه مخطئ مع تقدیم الشیخین وتفضیلھما

متقدمین کے نزدیک اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ سے افضل تھے، اور جنگوں میں سیدنا علیؓ راہِ صواب پر تھے اور آپ کے مخالفین (سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھی) راہِ خطاء پر تھے، تشیع کہلاتا تھا۔ باوجود حضرات شیخین (سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ) کو افضل اور مقدم سمجھنے کے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۴)

آج اہلِ سنت کی اکثر کتابوں میں یہ الفاظ آپ کو ملیں گے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کی باہمی جنگوں اور تنازعات میں سیدنا علیؓ حق پر تھے اور جناب معاویہؓ خطاء پر۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ایک زمانہ میں جب مسندِ اقتدار بنو عباس، آل بویہ اور دوسرے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جن کا تعلق شیعانِ علیؓ سے تھا تو انہوں نے تاریخ کی جھوٹی اور سراپا کذب روایات کے زور پر یہ عقیدہ ایجاد کروایا کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کی باہمی جنگوں میں اول الذکر راہِ حق پر تھے اور ثانی الذکر راہِ خطاء پر۔ اس عقیدہ کی ترویج میں علامہ تفتازانی، علامہ سیوطی جیسے کئی بزرگوں کا ہاتھ بھی نظر آتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی خلافت اگر "راشدہ" ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت "راشدہ" نہ ہو۔ اور جو حضرات ان دونوں خلافتوں کے درمیان "راشدہ" اور "غیر راشدہ" کا فرق ظاہر کرتے ہیں، ان کے دلائل کسی معقول ذہن کو بالکل متاثر نہیں کر سکتے کیونکہ "خلافت غیر راشدہ" کا مارکہ (BRAND) لگانے کے لیے سیدنا معاویہؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقدس دامن پر جن دھبوں کو نمایاں کیا جاتا ہے تاریخ کی خوردبین وہی دھبے سیدنا علیؓ کے دامن پر بھی بتاتی ہے پھر ذہن اس بات کو قبول کرنے سے یکقلم ابا کرتا ہے کہ ایک بزرگ صحابی کی خلافت کو "راشدہ" تسلیم کیا جائے اور دوسرے بزرگ کی خلافت کو "غیر راشدہ" اور اس کے ساتھ ذہن فوراً اس بات کو اخذ کرتا ہے کہ اس قسم کے بے دلیل دعوے کے پیچھے ضرور کوئی سازشی ہاتھ ہے جس نے امت کے ساتھ اس قسم کی سازش کی ہوئی ہے۔ اس کی ایک عام فہم مثال سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کے اسمائے گرامی کے ساتھ "امام" بطور سابقہ اور "علیہ السلام" بطور لاحقہ کے شیعہ ازم کا ایک ایسا پراپیگنڈہ ہے جس سے بڑے بڑے آئمہ اہل سنت غیر شعوری طور پر متاثر نظر آتے ہیں اور آج یہ لفظ ان کی کتابوں میں جا بجا ملتا ہے۔ حالانکہ "امامت" کا یہ تصور جس کے تحت حضرات حسنینؓ کو "امام" کہا جاتا ہے خالص شیعہ تصور ہے اور اہل سنت کے ہاں ایسی امامت کا کوئی جواز نہیں [1]

---

[1] شیعہ حضرات کے نزدیک امامت کے وہی شرائط ہیں جو نبوت کے ہیں۔ چنانچہ شیعہ حضرات کی کتابوں میں لکھا ہے:۔

"ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت کی وہی شرائط ہیں جو نبوت کی ہیں۔ رسولوں کی طرح امام بھی بطن مادر ہی سے امام پیدا ہوتا ہے"

(عقائد الشیعہ صفحہ ۳۴، سید ظفر حسن)

شیعہ حضرات کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں:۔

"اجماع علمائے امامیہ منعقد است بر آنکہ امام معصوم است از جمیع گناہاں صغیرہ و کبیرہ از اول عمر تا آخر عمر عمداً خواہ سہواً۔

شیعہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام اول عمر سے آخیر عمر تک صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتا ہے، خواہ وہ گناہ عمداً ہوں یا سہواً۔

(حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

یہی ملا باقر مجلسی امامت کے بارہ میں یہاں تک لکھتے ہیں:۔

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت اپنی کتابوں میں "امام ابوبکرؓ"، "امام عمرؓ" وغیرہ کے الفاظ نہیں لکھتے دوسرے "علیہ السلام" کا لفظ اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے لیے مختص ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبر لیست

امامت کا مرتبہ پیغمبری کے مرتبہ سے بلند اور اونچا ہے۔

(حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۳)

ایک اور کتاب میں لکھا ہے:۔

"اکثر علمائے شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت امیرؓ و دیگر تمام ائمہ طاہرین جمیع انبیاء سے افضل ہیں"

(حق الیقین صفحہ ۸۵)

جمیع انبیاء میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علیؓ سے فرمایا:۔

"تمہیں اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں دی ہیں جو مجھے بھی نہیں دیں۔ اول یہ کہ جیسی تمہاری بیوی فاطمہؓ ہے ویسی میری نہیں۔ دوم تمہارے نطفہ سے جیسے بیٹے ہیں ویسے میرے نطفہ سے نہیں۔ سوم جیسی تمہاری ساس خدیجہؓ ہے ویسی میری نہیں چہارم مجھ جیسا تمہارا خسر ہے حالانکہ میرا خسر ایسا نہیں ہے۔

(بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۵۱۱)

پھر ائمہ کی جانب وہ وہ چیزیں منسوب کیں جو انبیاء علیہم السلام کو بھی تفویض نہیں کی گئیں بلکہ خاصۂ خداوندی ہیں مثلاً:۔

"ائمہ جس شے کو چاہتے ہیں حلال کرتے اور جس شی کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں"

(اصول کافی صفحہ ۲۷۸)

"ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کو کب انتقال کرنا ہے"

(اصول کافی صفحہ ۲۳۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کی ذوات کے ساتھ غیر نبی کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہؓ جو ساری امت میں سے سب سے زیادہ افضل ہیں اُن کے لیے بھی

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) "وہ ماکان و مایکون کا علم جانتے ہیں اور اُن پر کوئی شی مخفی نہیں ہوتی۔"

(اصول کافی صفحہ ۱۵۹)

"اُن کے پاس اپنے شیعوں کے نام مع ولدیت لکھے ہوتے ہیں۔"

(اصول کافی صفحہ ۱۳۶)

"وہ اللہ کی آنکھیں، اس کا ہاتھ، اس کا دروازہ، اس کی زبان ہوتے ہیں۔"

(اصول کافی صفحہ ۸۴)

شیعہ حضرات نے اپنے ایک ماہنامہ میں سیدنا علیؓ کے بارہ میں اپنے عقیدے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اگر جناب مولا علیؑ نہ ہوتے تو جناب رسولِ خداؐ پیدا نہ ہو سکتے، اور جناب رسولِ خداؐ پیدا نہ ہوتے تو "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الافلاك" زمین و آسمان پیدا نہ ہوتے، لہٰذا علیؑ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔"

(ماہنامہ معارف اسلام، لاہور، بابت ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۸)

اسی رسالہ کی ایک اور اشاعت میں ملا باقر مجلسی کے حوالہ سے سیدنا علیؓ کا ایک فرمان نقل کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ امامت کے بارہ میں ان حضرات کا کیا عقیدہ ہے۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:۔

"میں خدا کے اسمائے حسنیٰ، امثال علیا اور آیات کبریٰ ہوں، اور میں ہی جنت کا اور دوزخ کا مالک ہوں۔ میں اہلِ جنت کو جنت میں داخل کروں گا اور اہلِ نار کو جہنم میں ڈالوں گا۔ میں ہی اہلِ جنت کی ترویج کروں گا اور میرے ہی ذمہ اہلِ جہنم کو عذاب کرنا ہے۔ اور میری ہی طرف ساری مخلوق کی بازگشت ہوگی۔ اور میں ہی مرکز ہوں اور میری ہی طرف ہر ایک شی بعد قضائے الٰہی رجوع کرتی ہے اور میرے

"علیہ السلام" کا لفظ اہل سنت کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ اور تو اور سیدنا صدیق اکبرؓ جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق "افضل البشر بعد الانبیاء" ہیں اہل سنت کی

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہی ذمہ ساری مخلوق کا حساب ہے۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت کے وقت احتجاج اور اتمام حجت کیا اور میں ہی روزِ قیامت ان کا شاہد ہوں۔ اور میں ہی وہ ہوں جس کے پاس کل مخلوق کی موت اور مصائب اور فیصلہ جات کی علم ہے اور جملہ آیات و معجزات و کتب انبیاء علیہم السلام میرے سپرد کی گئی ہیں۔ اور ان کا محافظ ہوں۔ اور میں لاٹھی والا اور نشان والا ہوں۔ اور میں ہی ہوں جس کے لیے بادل، گرج، بجلی، تاریکیاں، روشنیاں، ہوائیں، پہاڑ، سمندر، ستارے، سوراخ اور چاند مسخر کر دیئے گئے ہیں ..... اور میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے اپنا نام، اپنا کلمہ، اپنی حکمت، اپنی فہم عطا فرمائی ہے۔

(ماہنامہ معارف اسلام بابت ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۶۱-۶۲)

ایک اور بزرگ سیدنا علیؓ کے بارہ میں اپنے عقیدے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں

"قربان جائیں اس مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالبؓ کے کہ جب اُس نے تورات موسیٰ میں ظہور فرمایا تو خدا کا منہ اور خدا کا کلام بن گیا۔ جب وہ زبور میں جلوہ افروز ہوا تو تحمید و تمجید کا لباس اوڑھ کر لحن داؤد بن گیا۔ جب اس کی تجلیات غزل الغزلات میں ظاہر ہوئیں تو تقدیس و عبودیت کی دُعاؤں میں سلیمانؑ کا لہجہ بن گیا۔ جب وہ انجیل عیسیٰؑ میں نور بار ہوا تو مددگار اور طفل معصوم بن گیا جب وہ صحیفۂ یوحنا میں ضیا پوش ہوا تو اسپ سفید پر سوار ہو کر شیر کی آواز میں آیاتِ حمد پڑھنے لگا۔ جب وہ قرآنِ مجید میں روشن ہوا تو جگہ جگہ اس کا ذکر، جگہ جگہ اس کی فضیلت، جگہ جگہ اس کی مدحت، جگہ جگہ اس کی شجاعت، جگہ جگہ اس کی کرامت، کبھی وہ یَدُ اللّٰہِ کی صورت میں خدا کا ہاتھ، کبھی وہ لِسَانَ صِدْقًا نَبِیًّا کی صورت میں رسولوں کی سچی زبان

(معارف اسلام بابت نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۹۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں میں ان کے نام کے ساتھ بھی کبھی "علیہ السّلام" کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ یہ بات اس چیز کی غمازی کرتی ہے کہ شیعی پراپیگنڈے نے بڑے بڑے ائمہ اہل سنت کو غیر شعوری طور پر کچھ چیزوں کے بارہ میں متاثر کیا ہوا تھا جن میں ایک چیز سیدنا معاویہؓ کی خلافت کا مسئلہ بھی ہے۔

پھر تاریخ کی تدوین بنو عباس کے دَور میں ہوئی جنہوں نے حکومت بنو امیہ سے چھینی تھی اور یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ایک گروہ جب کسی دُوسرے گروہ سے حکومت چھینتا ہے تو وہ اپنے استحقاق کو (JUSTIFY) کرنے کے لیے سابقہ حکومت میں کیڑے نکالتا ہے، اس کی خوبیوں کو برائیوں میں، مناقب کو مثالب میں اور فضائل کو معائب میں ظاہر کرنے کے لیے اپنے پراپیگنڈہ کی پوری مشینری کو دن رات کام پر لگائے رکھتا ہے تاکہ لوگوں کے قلوب کو اُن سے ہٹا کر اپنی طرف مائل کر سکے اور اُن کی ہمدردیوں کا کانٹا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) . . . . . یہ بے مثال و بے نظیر امام اول زرتشت کے ژند و پاژند میں پہنچا تو شعلہ، جوالہ کی صورت میں، جین مت میں گیا تو شانتی اور اہنسا کی صورت میں شاستروں میں سروپ دکھایا تو پرم آتما کی صورت میں، گیانوں میں قدم رکھا تو مہابلی کی صورت میں۔ گیتا میں جلوہ ریز ہوا تو نارائن کی صورت میں۔ رامائن میں ضوفشاں ہوا تو مہاتم کی صورت میں، اور دیوتاؤں کو نظر آیا تو سنگھ کی صورت میں۔ سنگھ۔ شیر۔ اسد۔ لائن — اسی شیر کی، اسی سنگھ کی ہزارہا سال سے مندروں، شوداروں میں پرستش کی جا رہی ہے۔ کرشن جی کو جب چودہ معصومؑ کے چودہ صفائی رُوپ نظر آئے تھے تو ایک روپ میں سنگھ یعنی شیر بھی دکھائی دیتا تھا۔ (معارفِ اسلام بابت نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۹۲)

آپ ان عبارتوں سے اندازہ لگا لیں کہ امامت کے متعلق شیعہ حضرات کا کیا عقیدہ ہے اہل سنت والجماعت کے ہاں ان معنوں میں کسی کو امام کے لفظ سے نہیں پکارا جاتا۔ مسئلہ امامت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "اسلام کا تصورِ نبوت"

ادھر سے موڑ کر اپنی طرف کر سکے۔ چنانچہ بنو عباس نے حکومت پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ جہاں بنو امیہ کو قتل اور سولی سے نیست و نابود کیا وہاں علمی انداز میں اُن کے خلاف ایسا پراپیگنڈہ بھی کیا کہ آج تک عوام اور خواص کے قلوب میں بنو امیہؓ کے لیے ہمدردی اور رحم کا کوئی جذبہ اور گوشہ پیدا نہ ہو سکا بلکہ ان کے متعلق نفرت اور حقارت کے جذبات کو تقویت ملتی رہی اور شاید آئندہ بھی ان کے متعلق ایسے ہی حقارت آمیز جذبات لوگوں کے سینوں میں پنپتے رہیں۔ چنانچہ مصر کے ایک فاضل اور محقق علامہ محب الدین الخطیبؒ نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ان التاریخ الاسلامی لم یبدأ تدوینہ الا بعد زوال بنی امیّۃ وقیام دول لا یسرّ رجالھا التحدث بمفاخر ذالک الماضی ومحاسن اھلہ۔ فتولی تدوین تاریخ الاسلام ثلاث طوائف:۔

طائفۃ کانت تنشد العیش والجدۃ من التقرب الی مبغضی بنی امیّۃ بما تکتبہ و تؤلفہ،

تاریخ اسلامی کی تدوین بنو امیہ کے زوال کے بعد شروع ہوئی اور ان حکومتوں کے قیام کے زمانہ میں ہوئی جن کا برسر اقتدار طبقہ اپنے اس ماضی کے مفاخر اور اس وقت کے ارباب اقتدار کے محاسن سے خوش نہیں تھے۔ چنانچہ تاریخ اسلام کی تدوین تین قسم کے گروہوں نے کی۔ پہلا گروہ وہ تھا جس کی زندگی کا مقصد وحید بنو امیہ کے بغض اور مخالفت میں کتابیں تالیف کرنا اور ان کے کاموں میں کیڑے ڈال کر اُن کے دشمنوں (بنو عباس) کی نگاہ میں تقرب حاصل کرنا تھا۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۱۷۷ تعلیقہ)

اسی طرح کے خیالات ندوہ کے فاضل شاہ معین الدین ندوی نے تحریر فرمائے ہیں کہ:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی یہ سب بنو امیہ کے سخت دشمن تھے، اسی زمانہ میں تاریخ نویسی کا آغاز ہوا۔ اس لیے ایسی بہت سی غلط روائتیں جو عرصہ سے زبانوں پر چڑھی چلی آرہی تھیں، تاریخوں میں داخل ہوگئیں، کیونکہ ایسے ابتدائی دور میں جب کہ تاریخ نویسی کا آغاز ہوا تھا، روایات کی اتنی تحقیق وتنقید جس سے افسانہ وحقائق میں پورا امتیاز ہو سکے، مشکل تھی، گو بہت سی بے سروپا روائتیں جن کا لغو ہونا بالکل عیاں تھا، تنقید سے مسترد ہوگئیں لیکن پھر بھی بہت سے غلط واقعات تاریخ کا جزو بن گئے۔ حتیٰ کہ مؤرخ ابن جریر اپنی محدثانہ تنقید کے باوجود اپنی کتاب کو غلط روایات سے محفوظ نہ رکھ سکا اور آغاز تاریخ اسلام میں جو واقعات پولٹیکل مقاصد کے لیے تراشے گئے تھے ان میں داخل ہوگئے۔"

(سیرۃ الصحابہ جلد ۶ صفحہ ۹۳)

اس سیاسی اور گروہی پراپیگنڈہ کا بنو امیہ پر جو اثر ہوا وہ عیاں ہے، ہر زمانہ کے لوگوں کے ذہن اس سے غیر شعوری طور پر متأثر ہوئے۔ چنانچہ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ کے مؤلف کا یہ بیان بھی ہمارے اس دعویٰ کی دلیل بن سکتا ہے جو اُس نے ۳۵۱ھ کا وہ واقعہ لکھا ہے جس کو پڑھ کر اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:۔

فقد کان اھل بغداد قبل الدولۃ البویھیہ علیٰ مذھب اھل السنۃ والجماعۃ ویفضلون الشیخین ابابکر وعمر علیٰ سائرھم ولا یقدحون فی معاویۃ ولا غیرہ من سلف المسلمین فلما جاءت ھذہ الدولۃ وھی متشیعۃ غالیۃ نما مذھب الشیعۃ ببغداد ووجد لہ من قوۃ الحکومۃ انصارًا فقد کتب علیٰ مساجد بغداد ۳۵۱ھ ما صورتہ

لعن اللہ معاویۃ بن ابی سفیان ولعن من غصب فاطمۃ

رضی اللہ عنہا فدکا، ومن منع ان یدفن الحسن عندہ قبر جدہ علیہ السلام ومن نفی ابا ذر الغفاری ومن اخرج العباس من الشوریٰ۔

آل بویہ کی حکومت کے قیام سے قبل بغداد کے لوگ مذہب اہل سنت والجماعت پر تھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو سب صحابہؓ پر فضیلت دیتے تھے اور معاویہؓ کی شان میں کسی قسم کی کوئی گستاخی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی گزرے ہوئے مسلمانوں کی کوئی برائی کرتے تھے۔ لیکن جب یہ فرقہ پرست غالی حکومت آئی تو بغداد میں مذہب شیعہ پروان چڑھا اور اقتدار کے بل بوتے پر اس کے انصار واعوان پیدا کئے گئے اور ۳۵۱ھ میں بغداد کی تمام مساجد پر عبارت لکھوائی گئی۔

خدا معاویہ بن ابی سفیانؓ پر لعنت کرے۔

اور اس پر لعنت کرے جس نے فاطمہؓ کے فدک کا حصہ غصب کر لیا (مراد ابوبکرؓ تھے)

اور اس پر لعنت کرے جس نے حسنؓ کو اس کے نانا جانؐ کے پاس دفن نہ ہونے دیا۔ (مراد امیر مروان تھے)

اور اس پر لعنت کرے جس نے ابوذر غفاریؓ کو شہر بدر کیا۔ (مراد عثمانؓ تھے)

نیز اس پر لعنت ہو جس نے عباسؓ کو شوریٰ سے خارج کر دیا۔ (مراد عمرؓ تھے)

یہ کس نے کیا؟ اور کس کے ایما پر ہوا۔ تاریخ اس کے نام کو چھپاتی نہیں۔ وہ معز الدولہ[1] تھا۔ جو امت کے ان پاکبازوں کی تنقیص اور رسوائی پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔

---

[1] معز الدولہ وہ شخص تھا جس نے دسویں محرم کو سیدنا حسینؓ کا یوم شہادت منانے کی بدعت سیئہ کی بنیاد رکھی اور اس بات کا حکم دیا کہ اس دن کو ماتم کا دن منانا چاہیئے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

فی عاشر المحرم من ھذہ السنۃ امر معز الدولۃ بن بویہ قبحہ اللہ ان تغلق الاسواق وان یلبس النساء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے مذہب نے اُس کے کوزۂ ذہن میں یہ بات ڈالی تھی کہ اسلام کے ان محسنوں کے احسانات کے تصور کو لوگوں کے ذہنوں سے کھرچ کھرچ کر مٹا دو تاکہ کوئی ان کے لیے کلمۂ خیر

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) المسوح من الشعر وان یخرجن فی الاسواق حاسرات عن وجوههن، ناشرات شعورهن یلطمن وجههن ینحن علی الحسین بن علی بن ابی طالب

یعنی اس سال (۳۵۲ھ) کے محرم کی دسویں تاریخ کو معز الدولہ بن بویہ نے حکم دیا کہ بازاروں کو بند رکھا جائے اور عورتیں کھردرے بالوں کے کپڑے پہنیں اور بازاروں میں ننگے منہ، بکھرے بال، منہ پر طمانچے مارتے ہوئے اور حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا نوحہ کرتی ہوئی نکلیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۳)

یہ چیز صرف ابن کثیرؒ ہی نے نہیں لکھی بلکہ شیعہ مؤرخ امیر علی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے لکھا ہے:۔

"معز الدولہ اگرچہ علم و ادب اور فنون کا مربی اور سرپرست تھا، لیکن اپنی فطرت کے لحاظ سے نہایت ظالم تھا۔ وہ شیعہ تھا اور اسی نے سانحہ کربلا کی یاد میں دسویں محرم کو ماتم کا دن منانا شروع کیا تھا۔"

(شارٹ ہسٹری آف سیرسنز انگریزی صفحہ ۲۰۳ لندن)

غیر مسلم مؤرخ پروفیسر ہٹی نے ہسٹری آف دی عربز انگریزی صفحہ ۴۷۱ اور ڈاکٹر براؤن نے تاریخ ادبیات ایران جلد ۴ صفحہ ۵۰، ۵۱ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ گویا کہ اس نے حکومت کے بل بوتے پر شیعہ مذہب کی آبیاری کی اور اپنے مذہب میں طرح طرح کی بدعات کو جنم دیا۔ جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب آل بویہ کا تسلط کم ہوا، تو علامہ ابوبکر ابن عربیؒ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دار الخلافت بغداد میں عباسی حکومت نے صحابہ کرامؓ اور سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں اپنے

نہ کہہ سکے، لیکن بتایا جاتا ہے کہ صحابہؓ کے متوالوں نے رات کے وقت ان مکروہ اور غلیظ الفاظ کو کھرچ کر مٹا دیا۔ معز الدولہ دوبارہ یہ حرکت کر کے صحابہؓ کے بارہ میں اپنے خبث باطن کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ اس کے وزیر ابو محمد المہلبی نے اُس کو مشورہ دیا کہ پہلی عبارت کا اعادہ نہ کیا جائے بلکہ اس کے بجائے یہ الفاظ لکھ دیے جائیں، گویا زہر کو شکر چڑھا (SUGAR COATED) کر اہل السنت کو نگلوایا جائے تاکہ اُن کو زہر کا احساس نہ ہو۔ وہ الفاظ یہ تھے:۔

لعن اللہ الظالمین لآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر ظلم کرنے والوں پر لعنت کرے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اس مرتبہ جن پر لعنت کی گئی اُن کا نام تو ظاہر نہ کیا گیا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) جذبات کا جو اظہار کیا وہ شنیدنی ہے۔ علامہ ابن عربی لکھتے ہیں۔

وهذه مدينة السلام دار الخلافة بني عباس وبينهم وبين بني امية ما لا يخفى على الناس مكتوب على ابواب مساجدها خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ثم معاوية خال المؤمنين

اور یہ مدینۃ السلام (بغداد) ہے، بنو عباس کا دار الخلافۃ۔ اُن کے اور بنو امیہ کے مابین جو (سیاسی چپقلش) ہے وہ لوگوں پر پوشیدہ نہیں۔ اُن کی مساجد کے دروازوں پر لکھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین شخص ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر علیؓ پھر مومنوں کے ماموں سیدنا معاویہؓ (ماموں اس لحاظ سے کہ آپ ام المومنین سیدۃ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا کے سگے بھائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی تھے۔ (العواصم من القواصم صفحہ ۲۱۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن سیدنا معاویہؓ کا نام اب کی دفعہ بھی بغداد کی مسجدوں پر لعنت کے ساتھ لکھوا دیا گیا چنانچہ لکھا ہے:۔

ولا یذکر فی اللعن الا معاویۃ .

اور لعنت میں کسی کا نام نہ ذکر کیا جائے مگر سیدنا معاویہؓ کا کیا گیا۔

یہ سب کچھ خلیفۂ بغداد کے ہوتے ہوئے اُس کے ایک وزیر معز الدولہ الدیلمی نے کیا اور خلیفۂ وقت اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے مذہب کے اساطین کی توہین برداشت کرتا رہا کیونکہ

والخلیفۃ کان محکوماً علیہ لا یقدر علی المنع.

خلیفۂ بغداد بے دست و پا تھا اور معز الدولہ کو اس حرکت شنیعہ سے روکنے کی اس میں طاقت نہ تھی۔

معز الدولہ الدیلمی نے جب ظاہری طور پر سیدنا معاویہؓ کے خلاف اپنے بغض اور عداوت کا اس طرح اظہار کیا تو اُس نے زیر زمین اہل سنت کے مذہب کو برباد کرنے کا کیا کیا حربہ اختیار نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اہل تشیع نے اس قسم کی زیر زمین علمی سرگرمیاں اپنے مذہب کی تعمیر اور مذہب اہل السنت والجماعت کی تخریب کے لیے ہمیشہ جاری رکھی ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کی جلد اوّل کے صفحہ ۱۳، ۱۴ پر ہم نے اس بارہ میں کچھ روشنی ڈالی ہے۔

تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور ان کے خاندان کے دیگر افراد ہمیشہ اس قسم کے ظالم لوگوں کی تیغ ستم کا تختۂ مشق بنتے رہے۔ ظالموں نے ان کے بارہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کئی اقوال منسوب کر دیے۔ جن میں ان کی قدح اور برائی پائی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر دشمنان معاویہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں ایک قول منسوب کر دیا کہ آپؐ نے فرمایا:۔

اذا رایتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ[1]

[1] اس حدیث پر ابن حجر مکی نے بڑی اچھی بحث کی ہے اور امام ذہبیؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔ انتہ

جب تم معاویہؓ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو۔

چنانچہ علامہ حافظ مقدسیؒ نے اس حدیث کو موضوع اور جھوٹی قرار دیتے ہوئے اس کے ایک راوی عباد بن یعقوب الرواجنی کے بارہ میں لکھا ہے:۔

وھو من غلاۃ الروافض . . . . وترک الروایۃ عن عباد جماعۃ من الحفاظ

وہ غالی رافضی تھا اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس سے روایت کرنا ترک کر دیا ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۲۸، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ صفحہ ۴۰۷)

درایت بھی بتاتی ہے کہ یہ حدیث رافضیوں کی وضع کردہ ہے کیونکہ اگر واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہوتا تو سیدنا معاویہؓ کبھی بھی منبر رسولؐ پر کھڑے نہ ہو سکتے اور دنیا دیکھتی کہ پہلے ہی خطبہ میں معاویہؓ کا سر تن سے جدا ہو جاتا۔ اور اگر حضورؐ نے ایسا فرمایا ہوتا تو جناب علیؓ کے صاحبزادے سیدنا حسن بن علیؓ کبھی بھی اُن کے سپرد خلافت کی ذمہ داری کر کے خود گوشۂ تنہائی میں نہ جا بیٹھتے۔ چنانچہ خود شیعی مؤرخ ملا باقر مجلسی نے اعتراف کیا ہے کہ

صالحہ علی ان یسلم علیہ ولایۃ امیر المسلمین علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کذب موضوع لا اصل لہ (کہ یہ جھوٹی اور موضوع ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں) ملاحظہ ہو تطہیر الجنان صفحہ ۱۹۔ یہ روایت دراصل یہ تھی جو سیدنا جابرؓ نے نقل کی ہے کہ:۔

اذا رأیتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ فانہ امین مأمون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ سے مصالحت فرمائی کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق امور مملکت کو چلائیں گے۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴، جلاء العیون صفحہ ۲۱۵، فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۵۳)

نہ صرف خلافت ہی سپرد کی بلکہ دونوں بھائیوں سیدنا حسینؓ اور سیدنا حسنؓ نے تمام لوگوں کے سامنے اس خلیفۂ راشد کی بیعت بھی فرمائی۔ اس کا اعتراف بھی مشہور شیعی مؤرخ ملا باقر مجلسی نے کیا ہے۔ چنانچہ سیدنا جعفر الصادقؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ اور سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ الانصاریؓ جب شام تشریف لائے تو

فاذن لهم معاوية اعدّ لهم الخطباء فقال يا حسن قم فبايع ثم قال للحسين قم فبايع فقام فبايع

سیدنا معاویہؓ نے انھیں آنے کی اجازت دی اور اُن کی عزت افزائی میں خطیبوں کو بلایا اور سیدنا حسنؓ سے کہا کہ اُٹھیے اور بیعت فرمائیے۔ وہ کھڑے ہوئے اور (مجمع عام کے سامنے) بیعت فرمائی۔ پھر سیدنا حسینؓ سے کہا کہ کھڑے ہو کر بیعت فرمائیے چنانچہ انہوں نے بھی کھڑے ہو کر بیعت فرمائی۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴)

یہ تو صرف ایک روایت آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی سینکڑوں روایات بنو امیہ خصوصی طور پر سیدنا معاویہؓ اور یزید بن معاویہ کے بارہ میں گھڑی گئیں اور اُن کی پوزیشن کو نہ صرف عوام بلکہ خواص کی نگاہ میں بھی مخدوش کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ محققین نے نہایت غور و فکر کے بعد موضوعات کی فہرست میں ان تمام روایات کو درج کر دیا جن میں سیدنا معاویہؓ اور بنو امیہ کے دوسرے خلفاء کی مذمت اور بُرائی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ مشہور محدث اور فقیہ ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں:۔

ومن ذالك الاحاديث فى ذمّ معاوية و ذم عمرو بن العاص و ذمّ بنى امية ومدح المنصور والسفاح و كذا ذم يزيد والوليد ومروان بن الحكم

اور وہ احادیث بھی موضوعات میں سے ہیں جن میں معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ اور دیگر بنو امیہ کی مذمت اور منصور اور سفاح (عباسی خلفاء) کی تعریف پائی جاتی ہے۔ اور اسی طرح یزید، ولید اور مروان[1] بن الحکم کی مذمت میں جو احادیث ہیں وہ بھی موضوعات میں سے ہیں۔

(الموضوعات الکبیر صفحہ ۱۶۹-۱۷۰، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیم صفحہ ۱۱۷)

---

[1] سیدنا مروانؓ بن الحکم خلیفہ ثالث سیدنا عثمانؓ بن عفان کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ آمنہ بنت علقمہ بن صفوان الکنانی تھیں ان کی کنیت ام عثمان تھی۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۱) آپ کے والد فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ مروانؓ اس وقت بچے تھے۔ کیونکہ سیدنا مروان ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۱) اس لحاظ سے فتح مکہ کے وقت آپ کی عمر قریباً چھ سال تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت ۸ سال۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ سیدنا مروان کے والد حکم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ناشائستہ حرکات کی وجہ سے مدینہ طیبہ سے نکال کر طائف جلاوطن کر دیا تھا۔ لیکن یہ روایات روایتاً اور درایتاً غلط ہیں۔ کیونکہ ایسے اہم واقعہ کو کسی صحابیٔ رسول نے نقل نہیں کیا اور نہ ہی معتبر تواریخ میں اس کا کوئی اتا پتا ملتا ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے اس واقعہ کو بغیر سند کے نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو استیعاب) اور علامہ بلاذری نے جو سند اس واقعہ کی نقل کی ہے۔ اس میں کذاب اور مجہول راوی ہیں اور ایسے راوی بھی ہیں جنہوں نے بنو امیہ کی مخالفت میں ادھار کھایا ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو انساب الاشراف جلد ۵ صفحہ ۲۷) اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس واقعہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"اکثر اہل علم نے اس واقعہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور اس کی سند بھی کوئی نہیں۔"

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۹)

محققین نے لکھا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے طائف گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جلاوطن نہیں کیا تھا۔ بنو امیہ اور اُن کے افراد کو بدنام کرنے کے لیے مخالفین نے ایسی روایتیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ بنو عباس کے خلفاء کی مدح اور تعریف میں اور اُن سے سابق خلفاء بنی امیہ کی مذمت اور قدح میں احادیث وضع کرنے کے لیے دشمنانِ صحابہؓ اور

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) گھڑی ہیں، وگرنہ بنو امیہ کا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک نہایت اعلیٰ و ارفع تھا۔ (ملاحظہ ہو سیدنا معاویہؓ شخصیت اور کردار جلد ۱ صفحہ)

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا مروان کے والد حکم کے لیے بددُعا کی تھی، لیکن شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے اس کی بھی تردید کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ابن السکن کے حوالہ سے لکھا ہے۔

انہ لم یثبت دعاء النبی علیہ السلام علی الحکم

حکم پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددُعا ثابت نہیں ہے۔

(اصابہ)

سیدنا مروان صغار صحابہ میں سے تھے اور صحابہ کے اُس زمرہ میں شامل تھے جس میں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ، سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ، سیدنا مسور بن مخرمہؓ اور سیدنا عبداللہ بن عامرؓ شامل تھے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:۔

وھو صحابی عند طائفۃ کثیرۃ لانہ ولد فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اکثر لوگوں کے نزدیک وہ صحابی ہیں کیونکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۷)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کو صحابہ کی اس قسم میں ثابت کیا ہے جنہیں سماع کا شرف تو حاصل نہیں البتہ رویت کا شرف حاصل ہے (ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری صفحہ ۴۴۳) علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی لکھا ہے کہ "ان کی رویت کی نفی ممکن نہیں ہے"

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۹)

وضاعین کا ایک ادارہ (INSTITUTION) قائم کیا گیا تھا جو عباسی خلفاء کی تعریفیں اور بنو امیہ کی مذمت کر کے عباسیوں کی حکومت کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا اور سیدنا معاویہؓ کا ساتھ دیا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جنگِ جمل میں سیدنا طلحہؓ انہی کے تیر سے شہید ہوئے۔ لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۴۱)

سیدنا مروان قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ ابن کثیرؒ کے الفاظ ہیں۔

وکان مروان من سادات قریش وفضلائھا

مروان قریش کے سرداروں اور فضلاء میں سے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۷)

شاید اسی وجہ سے سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں مدینہ طیبہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ اس منصب پر کئی سال تک فائز رہے۔ اس زمانہ میں آپ کے خاندان نبوت سے بڑے اچھے تعلقات رہے۔ چنانچہ آپ کے دو صاحبزادے عبدالملک بن مروان اور معاویہ بن مروان سیدنا علیؓ کے داماد تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ صفحہ ۶۹، جمہرۃ الانساب صفحہ ۸۰) اس عرصہ میں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ آپ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے۔

ان الحسن والحسین کانا یصلیان خلف مروان ولا یعیدانھا ویعتدان بھا۔

بے شک سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ مروان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے انہیں لوٹاتے نہیں تھے بلکہ صحیح سمجھتے تھے۔

(البدایہ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۸، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۳۱۵)

خاندان نبوت کے مابین باہمی محبت اور مودت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیرؒ نے سیدنا علیؓ زین العابدینؒ کے بارہ میں لکھا ہے:۔

واحبھم الحسن بن مروان وآل عبدالملک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اسلامی کی تدوین بھی چونکہ اسی دور میں ہوئی لہذا جان بوجھ کر بنو امیہ کے محاسن کو معائب میں اور ان کے فضائل کو رذائل بنا کر ظاہر کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ کی ان کتابوں کی روشنی میں لوگوں کی

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) وہ مروان اور ان کے بیٹے عبدالملک کے ہاں سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ صفحہ ۱۰۶)

ایک مرتبہ سیدنا زین العابدینؒ نے سیدنا مروان سے ایک لاکھ کی رقم بطور قرض حسنہ لی جو وہ ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ سیدنا مروان نے اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت فرمائی کہ وہ یہ رقم ان سے وصول نہ کریں

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ صفحہ ۱۰۴)

زہد و تقویٰ کی یہ حالت تھی کہ تمام پیش آمدہ مسائل میں صحابہؓ کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور ان کی متفقہ رائے پر عمل فرماتے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۸)

سیدنا معاویہؓ کو ان کے زہد و تقویٰ، پابندی شریعت اور تفقہ فی الدین پر بہت اعتماد تھا چنانچہ شروع میں آپ سیدنا عمرؓ کی طرح چھ آدمیوں کی ایک کونسل مقرر کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ ان کی وفات کے بعد ارباب حل و عقد ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۵) ان میں ایک سیدنا مروان بھی تھے اور آپ کے ریمارکس ان کے بارہ میں یہ تھے۔

القاری لکتاب اللہ، الفقیہ فی دین اللہ، الشدید فی حدود اللہ

یہ کتاب اللہ کے قاری، دین کے فقیہ، اور اللہ کی حدود کے قائم کرنے میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۵، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۳۱۵)

آپ کا خود اپنا دعویٰ تھا کہ میں نے کبھی قرآنی احکامات کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔

(انساب الاشراف جلد ۵ صفحہ ۱۲۵)

ان کے اس دعویٰ کو کبھی کسی نے چیلنج نہیں کیا۔

آپ نے سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا زید بن ثابتؓ، سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا عبدالرحمٰن

رائے سیدنا معاویہؓ اور یزید بن معاویہؓ کے بارہ میں اچھی نہ رہی اور سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں اہل السنت والجماعت کا وہی عقیدہ ہو گیا جس کا ذکر ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب جلد ۱

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) بن الاسود اور سیدہ بسرۃ بنت صفوان سے احادیث روایت کی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی آپ کی کچھ روایتیں احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں لیکن محققین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا سماع ثابت نہیں۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبدالملک سہل بن سعد الساعدی، سعید بن المسیب، علی بن الحسین (زین العابدین) عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، مجاہد، ابوسفیان وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۹۱)

علامہ محب الدین الخطیبؒ نے اس بارہ میں لکھا ہے۔

اخرج اھل الصحاح عدۃ احادیث من مرویاتہ وہو من اھل الفتیا۔

اہل صحاح نے ان کی کئی احادیث کی تخریج کی ہے اور وہ اہل فتویٰ میں سے ہیں

(العواصم من القواصم صفحہ ۱۱۰ حاشیہ)

امام مالکؒ نے ان کے کئی فیصلے اور فتاویٰ اپنے موطا میں نقل فرمائے ہیں جو ان کی جلالت علمی اور فقاہت پر دلالت کرتے ہیں۔

آپ کی انہی علمی اور فکری قابلیتوں کی وجہ سے خلیفہ راشد سیدنا عثمانؓ بن عفان نے اپنے دور خلافت میں انہیں اپنا پرسنل اسسٹنٹ مقرر فرمایا۔ یہ سیدنا عثمانؓ کے داماد بھی تھے اور چچازاد بھائی بھی، لیکن ہمارے ارباب تواریخ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سیکریٹری شپ کے زمانہ میں سیدنا عثمانؓ کے خلاف فتنہ برپا کیا۔ حالانکہ یہ بات از سر تا پا غلط ہے۔ سیدنا عثمانؓ اکثر خود فیصلے کرتے تھے اور خود ہی پالیسی متعین کرتے تھے صرف سیدنا مروان کو املا کرا دیتے تھے۔ سیدنا مروان پالیسی بنانے والے نہیں تھے۔ سیدنا عثمان کے زمانہ میں آپ پر فتنہ برپا کرنے کا سب سے بڑا الزام یہ دیا جاتا ہے کہ انہوں نے والی مصر کے نام خط میں لکھا تھا کہ جب حامل خط آپ کے پاس پہنچے تو اس کو قتل کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ ۹۴ میں کیا ہے جس کا حوالہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس عقیدے کی آبیاری اُن لوگوں نے بھی کی جنہوں نے جعلی طور پر اہل السنت والجماعت کا لبادہ اوڑھ کر مختلف کتابیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) دیں۔ حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت حامل مکتوب ہذا آپ کے پاس پہنچے تو اس کو قبول کیجئیو" اس "قبول کیجیو" کے مفہوم کو انہوں نے "فاقبلوہ" کے لفظ سے تعبیر کیا تھا لیکن فتنہ پردازوں نے اس کو "فاقتلوہ" یعنی قتل کر دیجیو بنا دیا۔ اور جان بوجھ کر اس کو فتنہ کا نکتۂ آغاز بنا دیا۔ (ملاحظہ ہو تدریب الراوی صفحہ ۱۵۱) حالانکہ وہ ایک سازش تھی جو نہ صرف سیدنا عثمان رضؓ کے خلاف تھی بلکہ پورے دینِ اسلام کے خلاف تھی۔ سیدنا مروان کو بھی اس سازش کا ہدف بنایا گیا اور آج تک بنایا جا رہا ہے۔ آپ کے خلاف اور بھی بہت سی غلط روایتیں نقل کی جاتی ہیں لیکن محققین کے نزدیک وہ پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکیؒ نے اہل بیت نبوی کو ایذا دینے، سیدنا علیؓ کو ہر جمعہ منبر مدینہ پر کھڑے ہو کر سب و شتم کرنے اور سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کی اہانت کے بارہ روایات کے متعلق صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے۔

لم یصح عنہ شی من ذالک کما ستعلمہ مما سأذکرہ ان کل ما فیہ نحو ذالک فی سندہ علۃ ولہذا لم یرو لہ البخاری وغیرہ ولم یخرجہ المحدثون ولو صح عنہ شی من ذالک لنقلہ الحفاظ وتکلموا علیہ

ان میں سے کوئی شی بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ تمہیں پتہ چلے گا۔ اور جن روایات میں ایسی باتیں مرقوم ہیں ان کی سند معلول ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاریؒ اپنی صحیح میں ان کی روایات نقل کی ہیں۔ اور محدثین نے ایسی روایات کی تخریج نہیں کی۔ اور یہ روایات صحیح ہوتیں تو حفاظ حدیث ان کو نقل کرتے اور ان پر کلام کرتے۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۲۶)

قاضی ابوبکر بن العربیؒ نے سیدنا مروان کے بارہ میں اپنی جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ شنیدنی ہے فرماتے ہیں:۔

لکھیں جن میں سیدنا معاویہؓ اور بنو امیہ کے دوسرے خلفاء کے بارہ میں مسلمانوں کے اعتقاد کو مخدوش کرنے کے لیے یہی موضوعات گھسیڑ دیں اور اس انداز میں ان کو بیان کیا کہ اچھے اچھے لوگوں نے اُن کی کتابوں کو بنیاد بنا کر بنو امیہ کے بارہ میں اپنے اعتقاد کی عمارت تعمیر کی۔ مثال کے طور پر محمد بن جریر الطبری جو کہ بنو عباس کے دورِ حکومت کی پیداوار ہے۔ یہ تاریخ، حدیث اور تفسیر میں یکتائی روزگار تھا لیکن تھا رافضی۔ اُس نے قرآن حکیم کی تفسیر اور تاریخ اسلام پر دو ضخیم و لحیم کتابیں لکھیں۔ اور ان میں زیادہ تر مسائل تو اہل السنت والجماعت کے نقطۂ نظر کے مطابق لکھے لیکن درمیان میں اہل السنت کے اذہان کو زہر آلود (Poisoned) کرنے کے لیے کچھ ایسی باتیں بھی لکھ دیں تاکہ غیر شعوری پر مسلمان قبول کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اہل السنت والجماعت کے علماء کی آراء ابن جریر الطبری کے بارہ میں مختلف ہو گئیں بعض علماء اسے اکابر اہل سنت میں سے شمار کر کے اس کی ہر بات کو بطور دلیل پیش کرنے لگے اور یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ

لا تسمعوا المؤرخ کلاما الا للطبری

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) مروان رجل عدل من کبار الامۃ عند الصحابۃ والتابعین وفقہاء المسلمین

مروان ایک عادل انسان تھا اور صحابہؓ، تابعین اور فقہائے مسلمین کے نزدیک امت کے بڑے آدمیوں میں سے تھا۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۸۹)

الغرض مروان علم و عمل، زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے اور ان پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ غلط ہیں۔ اگر وہ صحیح ہوتے تو اس زمانہ کے اہل علم و فضل اور کبار صحابہ اور تابعین ضرور اس کا تذکرہ کرتے بلکہ سیدنا مروان کے خلاف برملا لوگوں میں پرچار کرتے، لیکن ایسا نہیں ہے۔

آپ کی وفات رمضان المبارک ۶۵ھ میں واقع ہوئی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی اور مدت خلافت ۹ ماہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبری کے سوا اور کسی مؤرخ کی بات نہ سنو

(العواصم من القواصم صفحہ ۲۴۸)

لیکن محققین اور تہہ تک پہنچنے والے بزرگوں نے اُس کی کتابوں کا مطالعہ کر کے فوراً کہہ دیا۔

کان یضع للروافض

وہ رافضیوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔

(لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۱۰۰)

اگرچہ بعض حضرات نے محدث احمد بن علی سلیمانیؒ کے اس قول کو ابن جریر الطبری کے بارہ میں بدگمانی پر محمول کیا، لیکن پھر خود اقرار کرنا پڑا کہ

ان میں فی الجملہ تشیع تھا، لیکن مضر نہیں تھا۔

(لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۱۰۰، میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۲۵)

ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک بزرگ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ

ابو جعفر الطبری وھو امام من الائمۃ الامامیۃ

ابو جعفر الطبری امامیہ (شیعہ) ائمہ میں سے ایک امام تھے۔

(لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۱۰۰)

اب اندازہ فرمائیں کہ جو شخص خم غدیر جیسے خالص شیعی واقعہ پر دو ضخیم جلدیں مرتب کرے، وضو میں جواز مسح رجلین (پاؤں پر مسح کرنے) کا قائل ہو اور ان کا دھونا واجب اور ضروری نہ سمجھتا ہو اور اپنی تاریخ الامم والملوک جلد ۱۳ کے صفحہ ۲۴ کی سطر ۲۵ پر سیدنا معاویہؓ پر لعنت بھیجے پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۹ سطر ۱ پر معاویہ بن ابی سفیانؓ اور یزید بن معاویہؓ دونوں پر لعنت بھیجے۔ وہ شخص اہل سنت و جماعت کا امام ہو سکتا ہے؟ اہل سنت تو سیدنا معاویہؓ کو صحابیٔ رسول اور ایک جلیل القدر خلیفۂ رسول تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ابن جریر الطبری کی زندگی ہی میں اکثر لوگ اس کے شیعی فکر کی وجہ سے مخالف ہو گئے اور اُس کے رفض ہی کی وجہ سے وفات کے وقت اُس کی لاش کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔

چنانچہ اُس کو گھر کی چار دیواری ہی میں دفن کیا گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۶)

اس کے علاوہ اُس نے اپنی کتاب میں قریباً ۹۰ فیصد روایات کذاب اور رافضی راویوں کی درج کیں تاکہ لوگوں کے جذبات کو صحابہ رسول کے خلاف برانگیختہ کیا جائے[1]۔ ان راویوں میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایات سب سے زیادہ تعداد میں ہیں جس کے متعلق محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کٹر شیعہ تھا، کذاب تھا اور اُس کی روایات قابل اعتماد نہیں۔

(ملاحظہ ہو تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۲۸۶، لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۴۹۲، میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۶۰، تاج العروس شرح القاموس جزء ۶ فصل ۵ صفحہ ۱۰۵)

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے علاوہ محمد بن السائب الکلبی اور اس کے بیٹے ہشام کی روایات بھی کثرت سے اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں جن میں صحابہ رسول کو ہدف لعن و تنقید بنایا گیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں راویوں کے متعلق محدثین نے لکھا ہے کہ وہ کذاب تھے اور ناقابل اعتماد۔

(ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۱۹۶، میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۲۵۶)

---

[1] علامہ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں کہ

"ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ صحابہؓ نے مدینہ طیبہ سے تمام شہروں میں خطوط لکھے جن میں لوگوں کو سیدنا عثمانؓ کے خلاف قتال کرنے پر اکسایا گیا تھا۔"

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۷۵)

ابن جریر کے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:۔

ھذا کذب علی الصحابۃ

یہ صحابہؓ پر افترا اور جھوٹ ہے۔

اس طرح کی بے شمار روایات نقل کر کے صحابہؓ کے خلاف لوگوں کے جذبات کو اکسایا گیا ہے۔ جو کہ خالص اہل رفض کا کام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو صرف ایک طبری کا ذکر ہے لیکن تاریخ الاسلام میں ایسے کئی لوگ ہیں جنہوں نے اندرونِ خانہ مذہب اہل سنت کے عقائد کے خلاف رفض اور تشیع کے عقائد کی تشہیر کی اور بزرگ اور سادہ لوح اکابر نے اُن کو اپنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

ایسی روائتیں جن سے صحابہؓ کی ذوات مخدوش ہوتی تھیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ بعد والے مؤرخین اُن کو اپنی کتابوں میں درج نہ کرتے بلکہ اُن پر تنقید کے تیر چلا کر ان کو مجروح کرتے لیکن یہ نظریہ کہ چونکہ فلاں بڑے نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے لہذا ہم بھی اُس نقل کر دیتے ہیں، اسی طرح متاخرین متقدمین کی قریباً سب روایتوں کو بغیر تنقید کی چھلنی میں چھانے اسی طرح اپنی کتابوں میں نقل کرتے آئے اور آج تک نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور پھر انہی روایتوں پر اپنے عقائد کا استنباط کرتے رہے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ باوجود اپنی محدثانہ شان کے صرف اس اکابر پرستی کی وجہ سے اپنی کتاب کو ایسی روایتوں سے پاک نہ رکھ سکے چنانچہ خود لکھتے ہیں:۔

والشیعۃ والرافضۃ فی مصرع الحسین کذب کثیر واخبار باطلۃ وفیما ذکرنا کفایۃ وفی بعض اورناہ نظر ولولا ان ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ ذکرہ ماسقتہ واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحیی وقد کان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ

سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بارہ میں شیعہ اور رافضیوں کی بہت زیادہ جھوٹی اور باطل خبریں ہیں ہم نے جن کا تذکرہ کیا ہے وہ کافی ہے اور اُن میں سے بعض حصہ محل نظر ہے۔ اگر ابن جریر طبری اور دوسرے ائمہ و حفاظ اُس کو نقل نہ کرتے تو ہم بھی اُس کو ترک کر دیتے۔ ان میں اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور وہ شیعہ ہے اور ائمہ فن کے نزدیک وہ ضعیف ہے

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۳۰۲)

غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ سمجھتے بوجھتے کہ فلاں روایت غلط ہے پھر بھی اُس کو صرف اس وجہ سے نقل کر دینا کہ فلاں امام اور بزرگ نے نقل کی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی معقول بات نہیں ہے اور اسی چیز کا سہارا لے کر آج کئی نام نہاد مفکر مختلف مضامین اور کتابیں لکھ کر صحابہ کرامؓ کے متعلق امت کے صحیح اعتقادات میں کتر و بیونت کی کوشش کر رہے ہیں۔ غلط چیز غلط ہی ہے خواہ اس کو کتنا بڑا امام یا محدث نقل کرے اور صحیح چیز صحیح ہی ہے خواہ وہ کسی چھوٹی سی کتاب ہی میں کیوں نہ ہو۔

اس ساری بحث کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت کے بارہ میں اگر قرآن و سنت اور تاریخ اسلام کی صحیح روایات کی روشنی میں کوئی نتیجہ نکالا جائے تو وہ یہی نکلتا ہے کہ ان کی خلافت "خلافتِ راشدہ" تھی، لیکن اگر وہ مخصوص شرطیں ہی لگائی جائیں جو کہ ہمارے بعض لوگوں نے سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو "غیر راشدہ" ثابت کرنے کے لیئے لگائی ہیں تو پھر خلافتِ راشدہ خلفائے اربعہ میں مخصوص ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ پھر خلافت راشدہ کا دور سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ کو یہ لکھنا پڑا کہ

بموت حضرت عثمان خلافت خاصہ منقطع گشت واکثر احادیث بہمیں مضمون وارد شدہ

سیدنا عثمانؓ کی وفات سے خلافت خاصہ منقطع ہو گئی اور اکثر حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔

(ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۶۱)

یعنی اس لحاظ سے سیدنا علیؓ کی خلافت بھی "خلافت راشدہ" نہیں رہتی۔ اور اگر وہ شرائط ذرا ڈھیلی کر دی جائیں تو پھر سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ دونوں کی خلافتیں "خلافت راشدہ" شمار ہوتی ہیں، وگرنہ سیدنا معاویہؓ کے ساتھ ساتھ سیدنا علیؓ کی خلافت بھی "خلافت راشدہ" شمار نہیں ہو سکتی۔ لہذا قرآن و سنت اور اسلامی تاریخ اسی بات کی تائید کرتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ چار خلفاء میں محصور نہیں بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کریں تو بیسیوں آیات صحابہؓ کے تقدس اور اُن کے رشد و ہدایت کے مینار ہونے پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے ہم چند ایک یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ صحابہ کرامؓ کا علو مرتبت اور اُن کی عظمت معلوم ہو سکے کیونکہ خلافت راشدہ کا تعلق خلیفہ کے راشد ہونے پر موقوف ہے۔ خلیفہ اگر راشد ہے تو اس کی خلافت "خلافت راشدہ" ہے اور خلیفہ اگر خود راشد نہیں تو اس کی خلافت بھی "خلافت راشدہ" نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ قرآن حکیم میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں:۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے اس بھیجی گئی ہو تاکہ انہیں نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور اللہ پر ایمان لاؤ۔

(آلِ عمران: ۱۱۰)

تمام محدثین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت کا صحیح مصداق صحابہ کرامؓ ہیں کیونکہ انہیں کے بارہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں حضرات صحابہؓ کو تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بہتر اور افضل قرار دیا۔ لہٰذا جب اصحاب رسول ساری امت سے افضل و اعلیٰ ہیں تو ان کا دور اور ان کی حکومت بھی اُن کے بعد آنے والوں کی حکومتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

قرآن حکیم کی ایک اور آیت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري من تحتها الانهار

اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) پہلے اور مقدم ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جنہوں نے اخلاص کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اُس (اللہ) سے راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے

لیئے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

(التوبہ: ۱۰۰)

اس آیت میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے کہ اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ پھر صحابہ کرامؓ کے دو درجے بیان فرمائے ایک طبقہ "السابقون الاولون" کا اور دوسرا بعد میں ایمان لانے والوں کا۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا اور جنت کی عطا کا وعدہ کیا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

"السابقون الاولون" سے کون صحابہؓ مراد ہیں، اس بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے خیال میں سب سے زیادہ صحیح قول اس بارہ میں یہ ہے کہ جو لوگ بیعت رضوان میں جو ۶ھ میں ہوئی، شامل تھے وہ "السابقون الاولون" میں شامل ہیں اور جو لوگ بیعت رضوان کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے وہ "والذین اتبعوھم باحسان" میں شامل ہیں۔ اس آیت میں صاف لفظوں میں واضح کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کی جماعت میں داخل ہو گیا اُس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل گیا اور اللہ رب العزت اس کو آخرت میں جنت کی دوامی زندگی عطا فرمائیں گے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا خاتمہ اور انجام نیک اور بخیر ہوا، کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے تحت انہیں اپنی رضا کا مژدہ سنایا۔ اور اللہ کی رضا اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ لوگ اپنے انجام کے لحاظ سے حالت صالحہ پر تھے کیونکہ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے پھر اُس سے کبھی ناراض نہیں ہوں گے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ

من رضي الله عنه لم يسخط عليه ابدا ان شاء الله تعالى

جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے پھر انشاء اللہ تعالیٰ اُس سے کبھی ناراض نہیں ہوں گے

(الاستیعاب جلد اصغر)

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے مقام عظمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

ین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مف

www.KitaboSunnat.com

ولکنّ اللہ حبّب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون. فضلا من اللہ ونعمۃ، واللہ علیم حکیم

لیکن اللہ جل شانہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب کر دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین بنا دیا، اور کفر، فسوق اور نافرمانی کو تمہارے لیے مکروہ اور ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ راشدین ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت سے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(الحجرات:

یہ خوش خبری حق تعالیٰ نے چند صحابہ کرامؓ کو نہیں دی بلکہ بلا استثناء سب صحابہؓ کو دی اور اس آیت میں تمام صحابہؓ کے لیے تین باتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ایمان کو اُن کے محبوب بنا دیا۔

۲۔ ایمان کو ان کے دلوں میں مزین فرما دیا۔

۳۔ کفر، فسوق اور عصیان کو ان کے لیے مکروہ اور ناپسندیدہ بنا دیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک بڑے پتے کی بات ارشاد فرمائی ہے فرمایا:

یہاں ایمان میں فرائض، مستحبات وغیرہ کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی گئی اور اس کے مقابلہ میں کفر، فسوق اور عصیان کی تفصیل اختیار کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کامل فرائض و مستحبات کے مجموعہ کا نام ہے اس لیے ایمان کی محبت یہ ہے کہ بلا تفصیل اُس کے تمام احکام کی محبت ہو۔ اس کے مقابل حالت بعض مرتبہ کفر ہوگی اور بعض مرتبہ صرف فسوق و عصیان کی حد تک رہے گی۔ مومن کامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف کفر ہی سے نہیں بلکہ فسق و عصیان سے بھی نفرت رکھے۔ یہ تین الفاظ اس لیے رکھے گئے ہیں کہ ہر فسق و عصیان کفر نہیں اور نہ ہر عصیان فسق ہے۔

(کتاب الایمان صفحہ ۱۷)

اس آیت کے آخر میں تمام صحابہؓ کے متعلق فرمایا کہ:

اولئک ھم الراشدون

یہی لوگ راشدین (ہدایت یافتہ) ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ کہاں کی منطق اور کہاں کی سوچ ہے کہ حق تعالیٰ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو "راشدین" کہہ رہے ہیں اور "راشد" اس کو کہتے ہیں جو رشد و ہدایت سے مالا مال ہو اور ہم بعض صحابہ کو غیر راشد ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں بخاری میں ابن عباسؓ نے سیدنا معاویہؓ کے متعلق ایک شکایت کے سلسلہ میں فرمایا کہ:

انّہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معاویہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا (لہٰذا اُن پر تمہارا یہ اعتراض غلط ہے)

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱، الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۱۲)

اور قرآن کہہ رہا ہے کہ تمام صحابہؓ "راشدین" میں سے ہیں، لیکن ہم ایک ہی بات کی رٹ لگا رہے ہیں کہ سیدنا علیؓ تک تو تمام صحابہؓ "راشدین" تھے اس وجہ سے اُن کی خلافت بھی "خلافتِ راشدہ" تھی، لیکن سیدنا علیؓ کے بعد والے لوگ صحابی ہونے کے باوجود راشد نہ تھے لہٰذا ان کی خلافت بھی "خلافتِ راشدہ" نہ ہوئی؟

سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو "خلافتِ راشدہ" نہ سمجھنے والوں کی بات کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ وہ سب صحابہؓ کو راشد نہیں سمجھتے، حالانکہ قرآن حکیم انہیں صاف لفظوں میں "راشدین" کہہ رہا ہے، لیکن ہم قرآن کے خلاف انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی سمجھتے ہوئے غیر راشد بھی سمجھتے ہیں اور فسوق و عصیان میں ملوث بھی۔ یہ قرآن حکیم کے معانی کے ساتھ زیادتی ہے۔

قرآن حکیم کے بعد اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر نگاہ ڈالیں تو بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا زمانہ بہترین زمانہ تھا اور پھر اس کے بعد تابعین کا زمانہ اور پھر اس کے بعد تبع تابعین کا زمانہ۔ ان تینوں زمانوں کے بارہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خیریت کی خبر دی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

خیر امتی قرنی، ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیئ اقوام تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ

بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، بعدازیں وہ اُن کے بعد آئیں گے، پھر جو ان کے بعد آئیں گے، اس کے بعد ایسی قومیں رونما ہوں گی جن کی شہادت قسم سے آگے اور قسم شہادت سے پیش پیش ہوگی۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۹، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۵)

ایک اور روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا:۔

ای الناس خیر، قال القرن الذی انا فیہ۔ ثم الثانی ثم الثالث

سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ فرمایا میرے زمانے کے پھر دوسرے کے پھر تیسرے کے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

ان تین زمانوں کے بارہ میں محدثین میں کچھ اختلاف ہے، لیکن صحیح بات وہ ہے جو علامہ نوویؒ نے فرمائی ہے:۔

والصحیح ان قرنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والصحابۃ والثانی التابعون والثالث تابعوھم

صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دَور صحابہؓ کا زمانہ ہے۔ دوسرا تابعین کا اور تیسرا تبع تابعین کا۔

(نووی شرح مسلم جلد ۴ صفحہ ۳۰۹)

شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے بھی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرن سے مراد صحابہؓ کا زمانہ ہے۔

(فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۴۴)

صحابہؓ کے زمانہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں سب سے بہتر زمانہ قرار دیا۔ اس کی وجہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

وخیر القرون القرن الذین شاھدوہ مؤمنین بہ وبما یقول اذ کانوا اعرف الناس بالفرق بین الحق الذی جاء بہ وبین ما یخالفہ واعظم محبتہ لما جاء بہ وبغضا لما خالفہ واعظم جھادا علیہ فکانوا افضل ممن بعدھم فی العلم والدین والجھاد اکمل علما بالحق وبالباطل واعظم محبۃ للحق وبغضا للباطل واصبر علی متابعۃ الحق واحتمال الاذی فیہ۔

ان تینوں دَوروں میں بہترین دَور اُن لوگوں کا ہے جن کی نگاہوں نے جمالِ جہاں آرا کا بحالت ایمان مشاہدہ کیا[1]۔ یہی لوگ حق و باطل میں فرق کو سب سے اچھا جاننے والے، حق کے سب سے زیادہ ماننے والے، حق کے سب سے زیادہ شیدا اور فریفتہ، باطل کے سب سے زیادہ بیری اور دشمن، حق کی خاطر سب سے زیادہ جان کھپانے والے ہیں، بعد میں آنے والوں کے مقابلہ میں

---

[1] امام بخاریؒ نے صحابی کی تعریف یہ کی ہے کہ

من صحب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او راٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ

جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت یا دید کا شرف بحالتِ ایمان حاصل کیا وہ صحابی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم و دیانت، سرفروشی و حق آشنائی، حق پذیری اور حق کی خاطر مصائب کے استقبال میں سب سے پیش پیش ہیں۔"

(النبوات صفحہ ۸۵)

نواب صدیق حسن خاںؒ نے لکھا ہے کہ

"یہی صدر اول اور سلف صالح ہیں۔ ان ہی کو ہر موضوع پر بطورِ دلیل پیش کیا جا سکتا ہے، ان ہی پر دین کی زندگی میں اعتماد کیا جا سکتا ہے، دینی زندگی کے سارے احوال، اعمال، اخلاق اور احکام میں یہی لوگ سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

(الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ صفحہ ۲۲)

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے بھی "قرن" سے مراد یہی لیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

واعدل الاقوال قول صاحب المحکم هو القدر المتوسط من اعمار اهل کل زمن، والمراد بقرنه صلی الله علیه وآله وسلم فی هذا الحدیث الصحابة واخر من مات منهم علی الاطلاق بلا اختلاف ابی الطفیل عامر بن واثلة اللیثی کما جزم به مسلم فی صحیحه وکان موته سنة مائة علی الصحیح

ان سب اقوال میں سب سے معتدل قول صاحب المحکم کا ہے کہ قرن سے مراد ہر زمانے کی عمریں ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرن سے مراد اس حدیث میں صحابہؓ کا زمانہ ہے۔ اور صحابہؓ میں سے بلا اختلاف سب سے آخر میں جس کا انتقال ہوا وہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی صحابیٔ رسول ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں جزم اور یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق ان کی وفات سنہ ۱۰۰ھ میں ہوئی[1]

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۲)

[1] ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں صحیح روایت سنہ ۱۱۰ھ کی ہے اور اس کی تائید ایک حدیث نبوی

اس حدیث کی رو سے صحابہ کرامؓ کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنا زمانہ قرار دیا ہے۔ اور صحابہؓ میں سب سے آخری صحابی ابو الطفیلؓ نے جو جنگِ احد کے روز پیدا ہوئے۔

مات سنة عشر ومائة

سنہ ۱۱۰ھ میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔

(تقریب التہذیب صفحہ ۱۸۷)

اس لحاظ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد پورے سو سال تک کا دور صحابہؓ کا دور تھا جو کہ سب سے بہتر اور سب سے افضل دور تھا۔ اسی دور میں یعنی سنہ ۴۱ھ میں سیدنا معاویہؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور تمام امت جن میں صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد شامل تھی، بلکہ ان میں سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا ارقم بن ابی ارقمؓ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ، کعب بن عمرو انصاریؓ، سیدنا ربیعہ بن عباد الدیلیؓ، سیدنا اسامہ بن زیدؓ، سیدنا انس بن مالکؓ، سیدنا جابر بن عتیک انصاریؓ، سیدنا مالک بن ربیعہؓ، سیدنا فضالہ بن عبید انصاریؓ، سیدنا ابو قتادہؓ، سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمیؓ، سیدنا قیس بن سعد بن عبادہؓ، سیدنا عثمان بن حنیفؓ، سیدنا ابو سعید خدریؓ، سیدنا براء بن عازبؓ، سیدنا زید بن ارقمؓ، سیدنا سلمہ بن اکوعؓ، سیدنا معقل بن یسارؓ، سیدنا ثابت بن ضحاکؓ، سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیؓ،

(ماقبل صفحہ گزشتہ) سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اپنی وفات سے ایک ماہ قبل فرمایا تھا:۔

علی رأس مائة سنة لا یبقی علی وجه الارض ممن هو علیها الیوم احد

جو لوگ آج زمین پر رہ رہے ہیں (یعنی آپ کے صحابہؓ) ان میں سے سو سال کے بعد کوئی زمین پر زندہ نہ رہے گا۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۲، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عوف بن مالکؓ، سیدنا حکیم بن حزامؓ، سیدنا عدی ابن حاتمؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، سیدنا حسن بن علیؓ، سیدنا حسین بن علیؓ، سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ، سیدنا عبیداللہ بن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی شامل تھے ان سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پوری ملت اسلامیہ نے ۵۔۶ سال کے تفرقہ اور تشتت کے بعد آپ کی خلافت پر اجماع کیا۔ اسی وجہ سے اس سال کو "عام الجماعۃ" کا نام دیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۵۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۱،۲۱، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۷، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۴)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے شخص کی خلافت صحیح اور راشدہ نہیں؟ کیا سیدنا معاویہؓ بقول قرآن حکیم "اولئک ھم الراشدون" خود راشد نہیں؟ کیا ان کے دست حق پرست پر بیعت کرنے والے راشد نہیں تھے؟ جب وہ خود بھی راشد تھے اور ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے والے بھی "راشدین" کی جماعت کے لوگ تھے، جنہوں نے ان کی خلافت میں گورنری تک کے عہدے بھی حاصل کئے تو پھر ان کی خلافت کو "خلافت راشدہ" کیوں نہیں کہا جاتا ہے؟ جن سینکڑوں بلکہ ہزاروں صحابہؓ نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی کیا انہوں نے سیدنا معاویہؓ کی حکومت کو "ملک عضوض" سمجھ کر بیعت کی تھی؟ اور اگر انہوں نے اُن کی خلافت راشدہ کو غیر راشدہ سمجھ کر اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو انہوں نے کسی ایک موقع پر اس بات کا سیدنا معاویہؓ سے اظہار کیوں نہ کیا؟ کہ جناب آپ خلیفہ نہیں بلکہ آپ تو ایک غیر راشد بادشاہ ہیں اور ہم آپ کی اطاعت نہ کریں گے اور آپ کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم نہیں کریں گے؟

تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان صحابہؓ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر اسی طرح بیعت کی تھی جس طرح سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی، اور یہ لوگ اُن کے احکام کی اسی طرح تعمیل کرتے تھے جس طرح اُن حضرات کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ انہوں نے تو ان سب خلافتوں میں کوئی فرق نہیں کیا، لیکن بعد والوں نے

اتنا فرق کیا کہ بغیر دلیل کے خلافت راشدہ کو ۴۰ھ کے اختتام کے ساتھ ہی ختم کر دیا اور ۴۱ھ سے ملوکیت کا دور شروع کر دیا۔ کیا یہ صحابہؓ کے ساتھ زیادتی اور اُن کے عمل سے انحراف نہیں ہے؟ کیا اچھا فرمایا سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ:۔

من کان متأسیا فلیتأس باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فانھم ابر ھذہ الامۃ قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا واقومھا ھدیا واحسنھا حالا، قوم اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ واقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوا اثارھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم

جو شخص اقتداء کرنی چاہتا ہے اُسے اصحاب رسول کی اقتداء کرنی چاہیئے، کیونکہ یہ حضرات ساری امت سے زیادہ، اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، علم کے لحاظ سے گہرے، تکلف سے الگ تھلگ، عادات کے لحاظ سے معتدل اور حالات کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں یہ وہ قوم ہیں کہ اللہ جل وعلا شانہ نے ان کو اپنے نبیؐ کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا، لہٰذا تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے قدموں کی اتباع کرو کیونکہ یہی لوگ سیدھے راستہ پر ہیں۔

(شرح عقیدہ سفارینیہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۰، اعلام الموقعین جلد ۴ صفحہ ۱۳۹)

ان لوگوں کی بزرگی اور مرتبت کو عشرہ مبشرہ کے صحابی سیدنا سعید بن زیدؓ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ

واللہ! لمشھد رجل منھم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغبر فیہ وجھہ خیر من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح

بخدا! صحابہ کرامؓ میں سے کسی شخص کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہونا جس میں اُس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے، غیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ سے ہر شخص کی ساری عمر کی عبادت اور عمل سے بہتر ہے اگرچہ اُس کو عمر نوح عطا ہو جائے۔

(جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)

اس بارہ میں سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی بڑے پیارے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں کہ

فارض لنفسك ما رضي به القوم لانفسهم فانهم على علم وقفوا وببصر نافذ كفوا وهم على كاشف الامور كانوا اقوى وبفضل ما كانوا فيه اولى

اپنے لیے وہی طریقہ اختیار کر جس کو قوم (صحابہ کرامؓ) نے پسند فرمایا، اس لیے کہ وہ جس حد پر ٹھہرے علم کے ساتھ ٹھہرے اور انہوں نے جس چیز سے لوگوں کو روکا۔ ایک دُور بین نگاہ کی بنا پر روکا۔ بلاشبہ وہ دقیق حکمتوں اور علمی الجھنوں کو کھولنے پر قادر تھے اور جس کام میں تھے اس میں سب سے زیادہ فضیلت کے وہی مستحق تھے۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ)

اب جو لوگ اپنی طہارت قلب اور گہرائی علم کے لحاظ سے ساری دنیا بلکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے ایک روشنی کا مینار ہوں وہ کسی ایسے شخص کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پوری اتباع اور اطاعت نہ کرتا ہو کس طرح اپنا امام اور خلیفہ بنا سکتے ہیں؟ اور اگر وہ خلیفہ کی حیثیت سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو وہ یقیناً بلاشک و شبہ صحیح طور پر خلیفۂ رسول ہوگا۔ اور اس کی خلافت "خلافت راشدہ" بلکہ "مرشدہ" ہوگی۔

(ابن القیم نے اعلام الموقعین جلد ۴ صفحہ ۱۲۸ تا صفحہ ۱۵۲ پر بڑی نفیس بحث کی ہے۔)

(۱۲)

ایک حدیث اور اس کا جواب

بات دراصل یہ ہے کہ اکثر حضرات کو ایک حدیث سے یہ شبہ ہو گیا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت غیر راشدہ ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ سیدنا سفینہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الخلافة في امتي ثلاثون سنة ثم ملك بعد ذالك ثم قال لي سفينة امسك خلافة ابي بكر ثم قال وخلافة عمر وخلافة عثمان ثم قال امسك خلافة علي فوجدناها ثلاثين سنة، قال سعيد فقلت له ان بني امية يزعمون ان الخلافة فيهم قال كذبوا بنو الزرقاء بل هم ملوك من شر الملوك

خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی۔ پھر سیدنا سفینہؓ نے مجھے فرمایا کہ آپ خلافت ابوبکرؓ، خلافت عمرؓ، خلافت عثمانؓ اور خلافت علیؓ کا حساب کر لیں۔ ہم نے جب حساب کیا تو وہ تیس سال بنتے تھے۔ سعید (راوی حدیث) نے کہا کہ میں نے سیدنا سفینہؓ سے کہا کہ بنو امیہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں بھی خلافت ہے۔ سیدنا سفینہؓ نے فرمایا وہ جھوٹ کہتے ہیں بلکہ وہ بُرے بادشاہوں میں سے بادشاہ ہیں۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۵)

یہ وہ حدیث ہے جس کی بنیاد پر خلافت راشدہ کو چار خلفاء میں محصور و محدود کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جس نے بھی سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو راشدہ شمار نہیں کیا اُس نے اسی حدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے اس غلط فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے اور سیدنا معاویہؓ کی خلافت کے غیر راشدہ ہونے پر صرف اس حدیث کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے حالانکہ یہ حدیث روایت اور درایت کے لحاظ سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے اور اس کو کسی صورت بھی اس اہم فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔

روایت کے اعتبار سے اس حدیث کے غیر صحیح ہونے پر مشہور محدث قاضی ابوبکر ابن عربیؒ نے لکھا ہے :۔

هذا حديث لا يصح

یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۲۰۱)

مشہور فاضل علامہ محب الدین الخطیبؒ نے اس حدیث کی سند پر بحث فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ محدثین کرام نے اس حدیث کو جو غیر صحیح کہا ہے وہ درست ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

لان راويه عن سفينة سعيد بن جمهان، قد اختلفوا فيه قال بعضهم لا بأس به وثقه بعضهم، وقال فيه الامام ابو حاتم، شيخ لا يحتج به" وفي سنده حشرج بن نباته الواسطي وثقه بعضهم، وقال فيه النسائي ليس بالقوي وعبد الله بن احمد بن حنبل يروي هذا الخبر عن سويد الطحان، قال فيه الحافظ ابن حجر في تقريب التهذيب: لين الحديث

کیونکہ سیدنا سفینہؓ سے اس کے راوی سعید بن جمہان ہیں۔ ان کے بارہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے توثیق کی ہے، اور شیخ ابو حاتم فرماتے ہیں ان کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ اس کی سند میں حشرج بن نباتہ ایک راوی ہیں ان کی بھی بعض نے توثیق کی ہے لیکن امام نسائی فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے اور عبداللہ بن احمد بن حنبل یہ حدیث سوید الطحان سے روایت کرتے ہیں جن کے بارہ میں حافظ ابن حجر

تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں "لین الحدیث" یعنی حدیث میں کمزور ہے۔

(ایضاً)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے سعید بن جمہان کے بارہ میں ایک خاص انکشاف فرمایا ہے کہ :۔

قال ابن معين روى عن سفينة احاديث لا يرويها غيره

محدث یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ اس نے سیدنا سفینہؓ سے بعض احادیث ایسی روایت کی ہیں جو ان کے سوا کسی اور نے نہیں کیں[1]

(تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۴)

ابن حجرؒ نے اس کے بارہ میں امام بخاریؒ کا بھی ایک قول نقل فرمایا ہے کہ :۔

قال البخاري في حديثه عجائب

اس کی حدیث میں بڑی عجیب و غریب باتیں ہوتی ہیں

ان عجیب و غریب باتوں میں سے اور ان مخصوص احادیث میں سے جن کو سوائے اس راوی کے اور کسی نے سیدنا سفینہؓ سے روایت نہیں کیا ایک یہ حدیث خلافت کو تیس سال میں مقید کرنے کی بھی ہے جس کو سوائے سعید بن جمہان کے اور کسی نے سیدنا سفینہؓ سے نقل نہیں کیا۔ یہ خبر جس کو سیدنا سفینہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں، کوئی معمولی اور غیر اہم خبر نہیں ہے بلکہ ایک نہایت اہم خبر ہے جس سے امت مرحومہ کا مستقبل وابستہ ہے لیکن تعجب کا مقام ہے کہ سیدنا سفینہؓ کے سوا کسی اور صحابیؓ نے آپ سے اس کو نقل نہیں کیا اور نہ ہی سعید بن جمہان کے سوا کسی اور شخص نے سیدنا سفینہؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] یہ بھی ذہن میں رہے کہ سیدنا سفینہؓ کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا۔ اور سعید بن جمہان کا انتقال ۱۳۶ھ میں۔ پھر اول الذکر مدینہ میں رہے اور ثانی الذکر بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ملاقات بھی آپس میں ثابت نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وآلہ وسلم کا قول نہیں ہے بلکہ بعد کے کسی ذہن کی اختراع ہے اور سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ کی خلافتوں کی مدت کو جمع کر کے اس حدیث کے الفاظ بنائے گئے ہیں، حالانکہ ان چاروں خلفاء کی خلافت میں جب تک سیدنا حسن بن علیؓ کی خلافت کے چھے ماہ درج نہ کئے جائیں اس وقت تک تیس سال مکمل نہیں ہوتے، لیکن حدیث کے الفاظ میں ان کی خلافت کو تیس سال میں شمار نہیں کیا گیا بلکہ سیدنا علیؓ کی خلافت پر ہی تیس سال پورے کر دیئے ہیں جو کہ خلاف واقعہ ہیں۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہؓ سے پوچھا کہ بنوامیہ یہ کہتے ہیں کہ ہم میں بھی خلافت ہے تو جواب میں سیدنا سفینہؓ نے فرمایا

هم ملوك من شر الملوك

وہ بُرے بادشاہوں میں سے بادشاہ ہیں۔

اگر سیدنا سفینہؓ کی رائے بنواُمیہ کے بارہ میں یہی ہوتی جس کا اظہار انہوں نے اس حدیث میں فرمایا ہے تو وہ کبھی بھی سیدنا معاویہؓ اور یزید بن معاویہؓ کے ہاتھوں پر بیعت نہ فرماتے ان کا ان دونوں کے ہاتھوں پر غیر مشروط بیعت فرمالینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ وہ ان دونوں کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے۔

اس حدیث کے غیر صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ متعدد صحیح احادیث کے مخالف اور معارض ہے۔ ان میں سے ایک صحیح ترین حدیث وہ ہے جس کو امام بخاری اور مسلم اور دوسرے کئی ایک محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث سیدنا جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے ساتھ حاضر ہوا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

ان هذا الامر لا ينقضي حتى يمضي فيهم اثنا عشر خليفة
قال ثم تكلم بكلام خفي علي قال فقلت
لابي ما قال قال كلهم من قريش

اسلامی حکومت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک اس میں بارہ خلفاء نہ ہوں۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ آواز سے کوئی بات کہی جس کو میں نہ سُن سکا۔ لہٰذا میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپؐ نے کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے:

ایک روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

لا يزال هذا الامر عزيزا الى اثني عشرة خليفة قال
ثم تكلم بشيء لم افهمه فقلت لابي ما قال فقال
كلهم من قريش

اسلام بارہ خلفاء کے زمانہ تک برابر عزت والا رہے گا۔ سیدنا جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے پھر کچھ اور بھی ارشاد فرمایا جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپؐ نے کیا فرمایا تھا، انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ بارہ خلفاء سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۹، بخاری مع فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

لا يزال امر امتي صالحا

میری امت کے معاملات بہتر رہیں گے۔

(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

اسی قسم کی ایک روایت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے کہ اُن سے ایک شخص نے پوچھا:

يا ابا عبد الرحمن! هل سألتم رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم كم يملك هذه الامة من خليفة؟
فقال عبد الله بن مسعود ما سألني عنها احد منذ
قدمت العراق قبلك ثم قال، نعم، ولقد سألنا رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اثنا عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل

اے ابو عبدالرحمٰن! کیا تم لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوچھا تھا کہ اس امت پر کتنے خلیفہ حکومت کریں گے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جب سے میں عراق آیا ہوں تجھ سے پہلے کسی نے یہ سوال مجھ سے نہیں کیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا۔ ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ بارہ خلیفہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۹۰، مسند ابی داؤد طیالسی حدیث نمبر ۹۶۷، ۱۲۷۸، مسند احمد میں بھی کئی مقامات پر یہ حدیث مرقوم ہے، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲، فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۸۱)

سنن ابی داؤد میں جابر بن سمرہؓ کی اس روایت میں اُن بارہ خلفاء کی ایک خاص صفت منقول ہے کہ:۔

کلھم تجتمع علیہ الامۃ

اُن سب پر امت جمع ہوگی۔

(سنن ابی داؤد مع عون المعبود جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

اب تاریخ اسلام پر نگاہ ڈالیئے تو پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد امت تشتت وافتراق کا شکار ہوئی اور بجائے دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد کرنے کے مسلمان خود آپس میں جدال وقتال کرنے لگے اور جمل اور صفین کے معرکوں میں مسلمانوں کا قیمتی خون پانی کی طرح بہا اور اسلام کی ترقی کا ستارہ غروب ہونے لگا۔ آخر ۵۔۶ سال کی بدنظمی اور افراتفری کے بعد سیدنا معاویہؓ کی خلافت میں تمام امت نے ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایک جھنڈے تلے جمع ہو کر کفار اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد شروع کیا اور اسلام کی ترقی کا وہی دَور شروع ہوا جو سیدنا عثمانؓ بن عفان کے دَورِ خلافت اور اُن سے پہلی خلافتوں

کے دَور میں تھا۔ چنانچہ اس سال کو تاریخ میں "عام الجماعت" کے نام سے پکارتے ہیں۔

(فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۵۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۰، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۷)

مشہور محدث علامہ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:۔

ففی سنۃ خمس وثلاثین من ابتداء الجہاد وقعت حادثۃ قتل ذی النورین وتفرق المسلمین وایضاً فی سنۃ ست وثلاثین وقعۃ الجمل والصفین وفی ھذہ الحوادث لما ظہر الفساد والتقاتل فیما بین المسلمین وجعل جہاد الکفار متروکاً ومھجوراً الی حین علم نظراً الی القرائن الظاھرۃ ان الاسلام قد وھن واضمحل وکوکبہ قد افل ولکن اللہ تعالیٰ بعد ذالک جعل امر الخلافۃ منتظماً وامضی الی ظہور بنی العباس وتلاشی دولۃ بنی امیۃ

۳۵ھ میں سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ پیش آیا اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوا اور ۳۶ھ میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے حادثات رونما ہوئے ان حادثات میں اسلامی سلطنت میں فساد اور افراتفری پیدا ہوگئی اور مسلمانوں کے مابین جنگ وجدال شروع ہوگیا، کفار سے کچھ مدت تک جہاد بالکل متروک ہوگیا اور ظاہری نگاہ میں ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسلام کمزور اور مضمحل ہو گیا ہے اور اس کا کوکب ترقی غروب ہونے کو ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس تشتت وافتراق کے دور کے بعد) خلافت کے کام کو منتظم فرمایا اور بنو عباس کی خلافت کے ظہور تک جہاد کا سلسلہ پھر جاری رہا۔

(عون المعبود جلد ۴ صفحہ ۱۷۱)

گویا کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد کفار سے جہاد اور اسلام کی نشر و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت میں جو تعطل واقع ہوگیا تھا، اس سے پوری امت کو چھٹکارا مل گیا۔ آپس میں جو دلی منافرت پیدا ہو چکی تھی، سیدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت میں وہ کلیتہً جاتی رہی اور تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اسی طرح اکٹھے ہو گئے جس طرح سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کی خلافتوں کے دور میں تھے۔ چنانچہ غیر مسلم مؤرخین کو بھی یہ کہنا پڑا کہ سیدنا معاویہؓ دولت اسلامیہ کے دوسرے "مؤسس کبیر" ہیں۔ (سیدنا معاویہؓ کے بارہ میں غیر مسلم مؤرخین کی آرا کیلئے ملاحظہ ہو اس کتاب کی جلد ۱ صفحہ ۴۴۳-۴۴۷)

اس کے مقابلہ میں سیدنا علیؓ کی بیعت سے اکثر صحابہؓ نے گریز کیا۔

(خطط الشام جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)

جن میں سیدنا اسامہ بن زیدؓ، سیدنا ابوسعید الخدری، سیدنا قدامہ بن مظعونؓ، سیدنا صہیبؓ، سیدنا زید بن ثابتؓ، سیدنا محمد بن مسلمہؓ، سیدنا حسان بن ثابتؓ، سیدنا کعب بن مالکؓ، سیدنا مسلمہ بن مخلدؓ، سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیر بن عوامؓ، سیدنا نعمان بن ثابتؓ، سیدنا فضالہ بن عبیدؓ، سیدنا عبداللہ بن سلامؓ، سیدنا رافع بن خدیجؓ اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۲۶، المحاضرات للخضری جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ وطبری وغیرہ)

سیدنا جابر بن سمرۃؓ کی بارہ خلفاء کے بارہ میں جو روائتیں اوپر نقل کی ہیں، ان میں اُن خلفاء کی تعداد بتائی گئی ہے جن کے زمانہ میں کلمۂ اسلام عزت والا اور مستحکم ہوگا اور اسلام کا نور کرۂ ارض کو منور کرے گا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور قرآن حکیم کی عظمت کا پھریرا زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے گا۔ اُن خلفاء کا دور دراصل خلافت راشدہ کا دور ہوگا اور اس دور میں اسلام کو دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوگی۔ اسی وجہ سے علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:۔

ومعنی ھذا الحدیث البشارۃ بوجود اثنا عشر خلیفۃ صالحا یقیم الحق ویعدل فیھم

اس حدیث کے معنی میں بارہ نیک اور صالح خلفاء کی بشارت مضمر ہے جو کہ حق کو قائم کریں گے اور لوگوں میں عدل وانصاف برپا کریں گے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اب یہ نیک دل اور صالح بارہ خلفاء جن کے دورِ حکومت میں اسلام عزیز اور مستحکم ہوگا، اور اُن کا نظامِ حکومت قرآن وسنت کے مطابق ہوگا اور دنیا میں ہر جانب رشد و ہدایت اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا، وہ ہیں کون؟ ملا علی قاریؒ جو ایک مشہور محدث اور فقیہ ہیں، اس حدیث کے بارہ خلفاء کی تعیین فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فالاثنا عشر ھم الخلفاء الراشدون الاربعۃ و معاویۃ وابنہ یزید وعبد الملک بن مروان واولاد الاربعۃ وبینھم عمر بن عبد العزیز

بارہ خلفاء سے مراد سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا معاویہؓ، یزید بن معاویہ، سیدنا عبدالملکؓ بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک اور عمرؒ بن عبدالعزیزؒ ہیں۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۸۴، شرح عقیدۃ الطحاویہ صفحہ ۵۵۳، فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۸۲)

ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ ایک خلیفہ راشد تھے، اور خلافتِ راشدہ صرف چار خلفاء میں محدود نہیں بلکہ بہت سے خلفاء ہیں جن کی تعداد بارہ ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں آتا ہے:۔

اس بات کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تأمرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی اور نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ اُن کے بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا پہلے بعد دیگرے ہر بیعت پر وفا کرو۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "یکثرون" کا لفظ استعمال فرما کر یہ واضح کیا کہ آپ کے بعد جو خلفاء ہوں گے، وہ دو چار نہیں بلکہ کثرت سے ہوں گے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کو چار میں محدود کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ ان کی تعداد کثیر ہے جس کو دوسری حدیث میں ۱۲ کے عدد سے واضح کیا گیا ہے۔ انہیں خلفاء کو ایک اور روایت میں خلفائے راشدین کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

فانہ من یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافاً کثیراً
فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین
تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات
الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ

جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، سو تم پر لازم ہے کہ تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں مضبوط پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں اور کچلیوں سے محکم طور پر اس کو قابو رکھو۔ اور تم نئی نئی چیزوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابن ماجہ صفحہ ۵، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، مستدرک جلد ۱ صفحہ ۹۵، مسند دارمی صفحہ ۲۶، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷)

وہ خلفاء جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "راشدین اور مہدیین" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ ان میں سیدنا معاویہؓ بھی شامل ہیں کیونکہ اُن کو جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ"

یعنی اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دیجئے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۶، تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۰۸)

جن کو آپؐ نے ہادی اور مہدی فرمایا ہو، اگر وہ "راشدین اور مہدیین" میں شامل نہیں تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ اور اس زمرہ میں اور کون شامل ہے۔ یہ صرف تعصب یا شیعی پراپیگنڈہ کا اثر ہے کہ سیدنا معاویہؓ کو "راشدین مہدیین" میں سے شمار نہیں کیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ خلافتِ راشدہ کو تیس سال میں محدود کرنے والی حدیث روایتاً اور درایتاً غیر صحیح ہے، اس کے علاوہ کئی ایسی روایات بھی ہیں جو اس روایت کی تردید کرتی ہیں اُن میں ایک روایت تو ۱۲ خلفاء والی ہے جس کا گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک اور روایت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے جس میں صحیح حقیقتِ حال کو واضح کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان رحی الاسلام ستدور بعد خمس وثلاثین او ستٍ
وثلاثین او سبع وثلاثین سنۃ فان یھلکوا فسبیل
من قد ھلک وان یقم لھم دینھم یقم سبعین سنۃ
قال عمرؓ یا نبی اللہ بما مضی او بما بقی قال لا بل بما بقی

"اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ یا سینتیس ۳۷ سال کے بعد بند ہو جائے گی۔ پھر اگر لوگ ہلاک ہو گئے تو اُن کا بھی وہی راستہ ہے جو اور ہلاک ہونے والوں کا ہے اور اگر اُن کا دین ان کے لیے قائم رہ گیا تو ستر برس تک قائم رہے گا سیدنا عمرؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ! گزشتہ زمانہ ملا کر (ستر برس) یا صرف آئندہ کے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صرف آئندہ کے

(ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۲۶۷، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۸۱)

اس حدیث کے بارہ میں حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومضمون این حدیث در خارج ظہور یافت زیرا کہ در سن خمس ثلاثین حضرت عثمانؓ مقتول شد و امر جہاد برہم خورد و باز در زمان معاویہ بن ابی سفیانؓ امر جہاد قائم گشت و از ان تاریخ بعد ہفتاد سال دولت بنو امیہ متلاشی شد

اس حدیث کا مضمون خارج میں ظاہر ہوا کیونکہ ۳۵ سنہ میں حضرت عثمان رضؓ شہید ہوئے اور جہاد کا انتظام بگڑ گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان رضؓ کے زمانہ میں جہاد کا انتظام قائم ہوا اور اس تاریخ سے ستر برس کے بعد امیہ کی سلطنت زائل ہو گئی۔

(ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۲۶۷)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کی بھی دو قسمیں ہیں، خلافت راشدہ کا ایک دور تو سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہوا اور دوسرا دور خلفائے بنو امیہ پر ختم ہوا لہذا جس طرح کی خلافت راشدہ پہلے دور کی تھی دوسرا دور خلافت راشدہ کا اس طرح کا نہیں تھا جس کی کئی وجوہات ہیں۔ جن کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔ چنانچہ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:۔

بنقل متواتر کہ در شرعیات نقلے معتمد تر از ان یافتہ نمی شود بثبوت پیوستہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنہ را کہ نزدیک مقتل حضرت عثمان پیدا شد مطمح اشارہ ساختہ اند و آنرا بتفصیلے کہ زیادہ از ان در شرائع یافتہ نشود بیان فرمودہ اند و آنرا حد فاصل نہادہ اند در میان زمان خیر و زمان شر و گواہی دادہ اند کہ دریں وقت خلافت علی منہاج النبوۃ منقطع شود و ملک عضوض پدید آید و معنی لفظ عضوض دلالت

می کنند بر حرب و مقاتلات و جہیدن یکے بر دیگرے در ملک و لہذا در احادیث بسیار خلفائے ثلاثہ را در یک حکم جمع کردند تا آنکہ ظن قوی بہم رسید کہ ہر سہ بزرگ فی مرتبۃ من المراتب متفق اند و غیر ایشان در ان مرتبہ شریک ایشان نیست و در بعض احادیث لفظے کہ مشعر بانقطاع خلافت باشد ارشاد فرمودند

نقل متواتر سے کہ جس سے زیادہ معتبر شرعیات میں کوئی نقل نہیں ہے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ جو فتنہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے قریب پیدا ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جانب اشارہ کیا اور ایسی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جس سے زیادہ تفصیل دوسرے احکام شرعیہ میں نہیں پائی جاتی اور آپؐ نے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کو زمانہ خیر اور زمانہ شر کے درمیان میں حد فاصل قرار دیا ہے اور فرمایا کہ بعد شہادت عثمانؓ کے خلافت علی منہاج النبوۃ نہ رہے گی اور کاٹنے والی سلطنت ظاہر ہوگی "کاٹنے والی" کے لفظ سے واقعات حرب و قتال کا پیش آنا اور ایک کا دوسرے پر حملہ کرنا اور سلطنت کے لیے ایک کا دوسرے کے ساتھ جھگڑنا بخوبی معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے (کہ پہلی خلافتیں ہر طریق نبوت تھیں اور فتنہ سے محفوظ تھیں) اکثر احادیث میں خلفاء ثلاثہ کو ایک ہی حکم میں جمع کیا ہے یہاں تک کہ ظن قوی کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہ تینوں بزرگوار کسی نہ کسی مرتبہ میں (یعنی خلافت کے بر طریق نبوت ہونے اور فتنہ سے محفوظ رہنے میں) باہم برابر ہیں اور ان کے ساتھ اس مرتبہ میں اُن کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض احادیث میں صاف صاف ایسے الفاظ فرما دیے جن سے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ ختم ہو جانا مفہوم ہوتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۳۰۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے ہیں۔

۱۔ خلافت علی منہاج النبوۃ سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہوگئی تھی اُس کے بعد والی خلافتیں اُس پایہ کی نہ تھیں۔ جس پایہ کی یہ پہلی تین خلافتیں تھیں۔

۲۔ ملک عضوض (کاٹنے والی سلطنت) سے مراد مسلمانوں کی باہمی چپقلش اور آویزش ہے جس کا آغاز سیدنا علیؓ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔

۳۔ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کی خلافتیں دونوں باہم برابر تھیں۔ اگر سیدنا معاویہؓ کی خلافت "خلافتِ راشدہ" نہ تھی تو سیدنا علیؓ کی خلافت بھی خلافتِ راشدہ نہ تھی۔

شاہ صاحبؒ نے اپنی اسی کتاب میں اس مسئلہ کو ان الفاظ میں حل کیا ہے۔ آپ حدیث "الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ" (خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی) پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت خاصہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت سے ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ سیدنا علیؓ کا زمانہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ ان کا زمانہ شامل کئے بغیر تیس سال مکمل نہیں ہوتے، لہٰذا اس حدیث کے معنی کی تحقیق بھی سمجھ لو۔ بات دراصل یہ ہے کہ خلافتِ خاصہ دو وصف سے مرکب ہے۔ پہلا وصف خلیفۂ خاص کا موجود ہونا۔ دُوسرا وصف اُس کے تصرف یعنی احکام کا جاری ہونا اور سب مسلمانوں کا اس پر متفق و متحد ہوجانا۔"

(ازالۃ الخفاء، جلد ۱ صفحہ ۳۰۷)

اس بحث کے بعد شاہ ولی اللہؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خلافتِ خاصہ کے ان دو اوصاف میں سے پہلا وصف سیدنا علیؓ میں پایا جاتا تھا۔ اور دُوسرا ان میں مفقود تھا اور اور سیدنا معاویہؓ میں دُوسرا وصف پایا جاتا تھا اور پہلا مفقود تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت بالکل سیدنا علیؓ کی خلافت کی طرح تھی[1] اور سیدنا علیؓ کی

---

[1] سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین ایک خاص مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ سیدنا علیؓ کی شہادت

خلافت کو چونکہ "راشدہ" مانا جاتا ہے لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو بھی "راشدہ" نہ مانا جائے۔

شاہ ولی اللہؒ کے جلیل القدر پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بھی خلافت راشدہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:۔

(۱) خلافت منتظمہ

(۲) خلافتِ غیر منتظمہ

پہلی خلافت کا اختتام سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر ہوگیا۔ لیکن دوسری خلافت غیر منتظمہ میں صرف سیدنا علیؓ کی مثال دی ہے لیکن اسی خلافت راشدہ غیر منتظمہ میں سیدنا معاویہؓ کی خلافت بھی آتی ہے کیونکہ شاہ اسماعیل شہیدؒ جس کو خلافتِ غیر منتظمہ کا نام دیتے ہیں۔ وہ وہی خلافت ہے جس کو شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء صفحہ ۳۰۷ میں لکھا ہے۔ کہ خلافت کے دو وصفوں میں سے ایک وصف اس میں نہ پایا جاتا ہو۔ اور خلافت کے دو وصف یہ ہیں:۔

۱۔ خلیفہ خاص کا موجود ہونا۔

۲۔ اس کا تصرف یعنی احکام کا جاری ہونا اور سب مسلمانوں کا اس پر متفق ہوجانا

سیدنا علیؓ میں وہ تمام صفات پوری طرح موجود تھیں جو خلافت خاصہ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے بعد ان کے فرزند ارجمند سیدنا حسنؓ خلیفہ ہوئے اور اُن کے بعد خلافت سیدنا معاویہؓ کے خاندان میں چلی گئی۔ اور سیدنا معاویہؓ کے انتقال کے بعد بھی اُن کا بیٹا یزید خلیفہ ہوئے۔ اور اُن کے بعد خلافت دُوسرے خاندان یعنی سیدنا مروان کے پاس چلی گئی۔ لہٰذا سیدنا معاویہؓ پر یہ اعتراض کہ انہوں نے خلافت کو موروثی بنایا سراسر غلط ہے کیونکہ ان کی نسل میں تو صرف یزید تک خلافت رہی اُس کے بعد تو دوسرے خاندان کے پاس خلافت چلی گئی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سیدنا مروان بھی تو بنو امیہ میں سے تھے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ بنو امیہ ایک بہت بڑا خاندان تھا۔ سیدنا مروان سیدنا عثمانؓ کو سیدنا معاویہؓ سے زیادہ قریبی تھے۔ سیدنا معاویہؓ سے اُن کا دُور کا تعلق تھا۔ اور اس لحاظ سے تو بنو امیہ اور بنو ہاشم بھی آپس میں ملتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(خلافتِ راشدہ) کے لیے شرط اول ہیں، لیکن اجتماع کلمۂ مسلمین اور انتظام مملکت کی وہ دوسری شرط نہیں پائی جاتی تھی جو اس کے لئے ضروری ہے کیونکہ ان کے دور میں مسلمانوں میں باہمی افتراق و انتشار رہا۔ اور ان کا تصرف اقطار ارض میں نافذ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اہل حل و عقد کی کثیر تعداد نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:۔

خلافت برائے مرتضیٰ قائم نہ شد زیرا کہ اہل حل و عقد عن اجتہادٍ و نصیحۃٍ للمسلمین بیعت نہ کردہ

سیدنا علیؓ کی خلافت قائم نہ ہوئی تھی کیونکہ اہل حل و عقد نے اپنے اجتہاد اور مسلمانوں کی نصیحت کے لیے اُن سے بیعت نہیں کی تھی۔

(ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)

ایک اور مقام پر حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در بسیار ے از احادیث متواترہ مرویہ بطرق متعددہ بیان فرمودند کہ امت بر حضرت مرتضیٰ جمع نشود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد طریقوں سے مروی بہت سی احادیث متواترہ میں بیان فرمایا ہے کہ امت سیدنا علیؓ کی خلافت پر جمع نہ ہوگی۔

(ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سیدنا علیؓ کی بیعت کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

فان اکثر من المسلمین اما النصف و اما اقل او اکثر لم یبایعوہ ولم یبایعوا سعد ابن ابی وقاص ولا ابن عمر ولا غیرھما

مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نصف یا اس سے کم یا زیادہ نے (سیدنا علیؓ) کی بیعت نہیں کی تھی اور سعد بن ابی وقاصؓ، اور عبداللہ بن عمرؓ اور نہ ہی دوسرے جلیل القدر صحابہؓ نے اُن کی بیعت کی۔

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جنگِ صفین کے لیے جب آپ نے فوج تیار کی تو اہل مدینہ نے آپ کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ تواریخ میں ہے کہ:۔

فندب اھل المدینۃ للمسیر معہ فتثاقلوا

اہل مدینہ کو ساتھ چلنے کے لیے آپ نے بلایا لیکن انہوں نے اپنا پہلو بچایا۔

(ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۵، طبری البدایہ صفحہ ۱۶۴)

علامہ ابن کثیرؒ نے اور زیادہ واضح الفاظ میں اہل مدینہ کے طرزِ عمل کو بیان کیا ہے کہ:۔

وکان علیؓ لما عزم علی قتال اھل الشام قد ندب اھل المدینۃ الی الخروج معہ فابوا علیہ

سیدنا علیؓ نے جب اہل شام کے ساتھ جنگ کا عزم کیا تو انہوں نے اہل مدینہ کو ساتھ چلنے کے لیے کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۰)

اور تو اور خود سیدنا علیؓ کے بڑے حقیقی بھائی عقیلؓ بن ابی طالب نے بھی آپ کو چھوڑ دیا۔ اور وہ سیدنا معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے اور سیدنا معاویہؓ کے ساتھ مل کر صفین کی جنگ لڑی۔ چنانچہ شیعی مؤرخ لکھتا ہے:۔

وفارق (عقیل) اخاہ علیاً امیر المؤمنین فی ایام خلافتہ وھرب الی معاویۃ وشھد صفین معہ

اور عقیلؓ اپنے بھائی علیؓ امیر المومنین سے اُن کے ایام خلافت میں علیحدہ ہو گئے اور معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور معاویہؓ ہی کے ساتھ مل کر انہوں نے (علیؓ سے) صفین کی جنگ لڑی۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۱۵)

اس کے مقابلہ میں سیدنا معاویہؓ کے دور میں خلیفۂ خاص کی صفات اگرچہ ویسی نہ تھیں جیسی سیدنا علیؓ میں تھیں کیونکہ سیدنا علیؓ بہر حال سیدنا معاویہؓ سے افضل اور سابق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الاسلام تھے، لیکن دوسری شرط اُن کے دَور میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ اُن کے زمانہ میں تمام لوگ ایک خلیفہ پر مجتمع ہو گئے تھے اور امت میں انتشار و افتراق یکقلم ختم ہو گیا تھا یہاں تک کہ اُس سال ہی کو "عام الجماعت" کہا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۵۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۱، ۲۱، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۷)

داخلی انتشار ختم ہوتے ہی دشمنانِ اسلام سے جہاد جو سیدنا علیؓ کی خلافت کے دوران بند ہو گیا تھا، پھر سے شروع ہو گیا اور پوری سلطنت میں کامرانی اور شادمانی کا پھریرا لہرانے لگا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:۔

الجهاد فی بلاد عدوّ وقائم وکلمة الله عالیة و الغنائم ترد الیه من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحة وعدل وصفح وعفو

(سیدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت میں) دشمن کے ممالک میں جہاد کا سلسلہ جاری تھا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو رہا تھا اور غنیمتیں زمین کے سب گوشوں سے سمٹ کر آپ کے پاس آتی تھیں اور مسلمان آپ کے دورِ خلافت میں عدل و انصاف اور راحت و آرام سے اپنی زندگی کے دن گزارتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۹)

گویا کہ ہر جانب مرفہ حالی کا دور دورہ تھا۔ سلطنت کی پہنائیوں میں ہر جانب اضافہ ہو رہا تھا۔ سمندر پار کے علاقوں میں بھی اسلامی پھریرا لہرانے لگا۔ رعیت کی گرویدگی اور شیفتگی آپ کے ساتھ پوری طرح وابستہ تھی اور آپ کے حسنِ سلوک نے رعایا کے ہر متنفس کے دل کو موہ لیا ہوا تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

کانت سیرة معاویة مع رعیته من خیار امیر الولاة وکان رعیته یحبونه وقد ثبت فی الصحیحین عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم انه قال خیار

ائمتکم الذین تحبونهم ویحبونکم وتصلون علیهم ویصلون علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونهم ویبغضونکم وتلعنونهم ویلعنونکم

سیدنا معاویہؓ کا رعایا سے سلوک بہترین حکمرانوں کی طرح تھا اور آپ کی رعایا کو آپ سے انتہائی محبت تھی اور صحیحین کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم اُن کے لیے دعائیں کرو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کریں اور تمہارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم اُن پر لعنتیں بھیجو اور وہ تم پر لعنتیں بھیجیں۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۹)

ہمارے اس نظریہ کی تائید مشہور مؤرخ بلکہ فلسفۂ تاریخ اور عمرانیات کے امام علامہ ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ میں کی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ:۔

وقد کان ینبغی ان تلحق دولة معاویة واخباره بدول الخلفاء واخبارهم فهو تالیهم فی الفضل والعدالة والصحبة، ولا ینظر فی ذالك الی حدیث "الخلافة بعدی ثلاثون" فانه لم یصح والحق ان معاویة فی عداد الخلفاء وانما اخره المؤرخون فی التالیف عنهم لامرین۔

چاہیئے یہ تھا کہ سیدنا معاویہؓ کی حکومت اور اُن کے حالات و واقعات کو ان سے پہلے خلفاء (سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ اور سیدنا حسنؓ) کی حکومت اور حالات و واقعات کے ساتھ ذکر کیے جاتے کیونکہ آپ عظمت و فضیلت، عدالت اور شرفِ صحابیت میں ان کے ساتھ ہیں۔ اور اس بارہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث "الخلافۃ بعدی ثلاثون" (میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی) کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ حدیث (روایت و درایت کے لحاظ سے) صحیح نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ اپنے پہلے خلفاء کے زمرہ میں شامل ہیں اور مؤرخین نے انھیں جو اپنی کتابوں اور تالیفات میں الگ اور بعد میں ذکر کیا ہے اُس کے دو سبب ہیں:۔

۱:۔ پہلا سبب یہ کہ اُن کے زمانۂ خلافت میں مغالبہ کی صورت پیدا ہو گئی تھی حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک اختیاری اور اجتماعی چیز تھی۔ چنانچہ مؤرخینِ اسلام نے ان دونوں حالتوں میں فرق کر دیا ہے۔ اس وجہ سے سیدنا معاویہؓ ان خلفاء میں سے سمجھے جانے لگے جن میں مغالبے اور عصبیت کا پہلو شامل ہے۔ اس شی کو "اہل الاہواء" ملوکیت سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن سیدنا معاویہؓ کو ان لوگوں کے ساتھ کوئی مماثلت اور مشابہت نہیں ہے۔ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ اسی طرح اُن کے بعد والے خلفا کا حال ہے اس معاملہ میں قانون شرعی یہ ہے کہ ان کے افعال و اعمال کو قرآنِ حکیم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں دیکھا جائے۔ پس جس کے افعال و اعمال اس کے مطابق ہوں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح خلیفہ (خلیفہ راشد) ہے اور جس کے افعال و اعمال احادیث صحیحہ اور قرآنِ حکیم کے مطابق نہیں تو وہ "بادشاہ" ہے اگرچہ اُس کو مجازی طور پر لوگ "خلیفہ" ہی کیوں نہ کہیں۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۱ ملخصاً)

علامہ ابن خلدون نے دوسرا سبب جس کی وجہ سے مؤرخین نے ان کا ذکر خلفائے راشدین کے ساتھ نہ کیا اور جس کی وجہ سے لوگوں کو اُن کے خلیفۂ راشد ہونے میں غلط فہمی ہو گئی ہے، یہ بیان کیا ہے کہ۔

۲:۔ فذکر معاویۃ مع خلفاء بنی امیۃ دون الخلفاء الاربعۃ فانھم کانوا اھل نسب واحد، عظیمھم معاویۃ فجعل مع اھل نسبہ۔ والخلفاء الاولون

مختلفی الانساب فجعلوا فی نمط واحد۔ والحق بھم عثمان وان کان من اھل ھذا النسب للعرقۃ بھم قریبا فی الفضل۔ واللہ نحشرنا فی زمرتھم ویرحمنا بالاقتداء بھم

دوسرا سبب جس کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ کو خلفاء اربعہ کی بجائے خلفائے بنو امیہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ بنو امیہ کے خلفاء سب ایک ہی سلسلۂ نسب سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان سب میں عظیم اور بڑے سیدنا معاویہؓ تھے اس وجہ سے ان کو اہل نسب ہی کے ساتھ (تاریخ کی کتابوں میں) ملا دیا گیا۔ اور ان سے پہلے چاروں خلفاء مختلف سلسلہائے نسب سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا انھیں ایک ہی سلسلہ میں ذکر کیا گیا۔ اور سیدنا عثمانؓ اگرچہ بنو امیہ میں سے تھے لیکن انھیں پہلے خلفاء کے ساتھ شرف و فضل میں قرابت کی وجہ سے ملا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے زمرے میں سے اٹھائے اور ان کی اقتداء پر ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۲)

علامہ ابن خلدون کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت اسی درجہ کی خلافت تھی جس درجہ کی خلافت سیدنا علیؓ اور دوسرے خلفائے راشدین کی خلافت تھی۔ اور ان دونوں خلافتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ان خلافتوں میں حکومت کی کلیدی آسامیوں پر صحابہ کرامؓ فائز تھے اور ملک میں کتاب و سنت کا قانون جاری و ساری تھا اور سیدنا معاویہؓ کی خلافت میں بھی حکومت کے اعلیٰ عہدوں اور کلیدی آسامیوں پر صحابہ کرامؓ ہی تھے اور تمام مملکت اسلامیہ میں شریعت اسلامیہ کا قانون نافذ تھا۔ اور ہر طرف رشد و ہدایت کا دور دورہ تھا۔ بلکہ یہ بھی بتایا کہ ان کے بعد بھی وہ خلفاء جنہوں نے اپنی حکومت کو قرآن و سنت کے مطابق چلایا وہ خلیفۂ راشد تھے۔ اور خلافتِ راشدہ کو تیس سال میں محدود و مقید کرنے کی بھی پرزور تردید کی ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ حدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی رو سے خلافتِ راشدہ کو تیس سالوں میں محدود کیا جاتا ہے روایت و درایت کی رو سے صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے علاوہ خلافت کو تیس سال میں محدود کرنے والوں کے پاس اور کوئی دلیل نہیں اگر ہے تو پیش کریں اس حدیث پر تفصیلی بحث ہم نے گزشتہ صفحات میں کر دی ہے۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ خلافت راشدہ کے دو دور تھے۔ ایک دور تو سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہو گیا جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۳۰۷) اور دوسرا دور سیدنا علیؓ کی خلافت سے شروع ہوا اور ان کے بعد کئی سال تک رہا۔ کیونکہ جوں جوں زمانہ نبوت سے بُعد ہوتا گیا خلافت کے خصائص و اوصاف میں بھی تغیر آتا گیا۔ زمانہ صدیق اکبرؓ میں جو خصوصیات تھیں وہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی خلافت کے دوران نہ تھیں اور سیدنا فاروقؓ امیر المؤمنین کے دورِ خلافت میں جو خصوصیات تھیں وہ سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں نہ تھیں۔ اور سیدنا علیؓ کا زمانہ تو فتنہ و آشوب کا زمانہ تھا۔ اس میں تو اور بھی خلافتِ راشدہ کی خصوصیات میں کمی واقع ہو گئی۔ اسی طرح سیدنا معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں کچھ اور زیادہ کمی آئی لیکن جس طرح سیدنا علیؓ کی خلافت "خلافتِ راشدہ کی خصوصیات" کی کمی کے باعث خلافت راشدہ ہی رہی حالانکہ اکثریت نے آپ کے دست مبارک پر بیعت نہیں کی تھی اسی طرح سیدنا معاویہؓ کی خلافت بھی خلافت راشدہ ہی تھی اگرچہ زمانہ نبوت سے مزید بُعد کے باعث اس میں خلافت راشدہ کی خصوصیات میں کچھ کمی تھی۔ لیکن وہ رُوح باقی تھی جو خلافت راشدہ کی جان ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے سیدنا عثمانؓ تک کی خلافتِ راشدہ کے مقام اور اس کے بعد کی خلافتوں کے مقام میں کچھ فرق کیا ہے۔ چنانچہ امام اہل مدینہ سیدنا مالک بن انسؒ، سیدنا علیؓ کی سنت کو وہ مقام نہیں دیتے تھے جو سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کی سنت کو دیتے تھے چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ

احمد بن حنبل وکثیر من العلماء یتبعون علیاً فیما سنّہ کما یتبعون عمر وعثمان فیما سناہ واخرون

من العلماء کمالک وغیرہ لا یتبعون علیاً فیما سنّہ و کلھم متفقون علی اتباع عمر وعثمان فیما سناہ۔

امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر علماء سیدنا علیؓ کی سنت کی اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح سیدنا عمرؓ اور عثمانؓ کی سنن کی اتباع کرتے ہیں اور دوسرے علماء جیسے امام مالکؒ وغیرہ سیدنا علیؓ کی سنت کی اس طرح اتباع نہیں کرتے ہیں، لیکن سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کی سنن کی اتباع میں وہ سب متفق و متحد ہیں (منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۵۱، انہاء السکن صفحہ ۱۱۱ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ)

اس سلسلہ میں کہ ہر خلیفہ راشد سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ ہی کی طرح ہو مصر کے مشہور فاضل شیخ محب الدین الخطیبؒ نے کیا اچھی بات ارشاد فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

"ان کان مقیاس الاھلیۃ لذالک ان یبلغ مبلغ ابی بکر و عمر فی مجموع سجایاھما، فھذا لم یبلغہ خلیفۃ فی تاریخ الاسلام ولا عمر بن عبد العزیز وان طمعنا بالمستحیل وقدرنا امکان ظھور ابی بکر اخر وعمر اخر فلن تتاح لہ بیئۃ کالبیئۃ التی اتاحھا اللہ لابی بکر وعمر وان کان مقیاس الاھلیۃ الاستقامۃ فی السیرۃ والقیام بحرمۃ الشریعۃ، والعمل باحکامھا، والعدل فی الناس والنظر فی مصالحھم، والجھاد فی عدوھم، وتوسیع الآفاق لدعوتھم۔ والرفق بافرادھم وجماعاتھم فان یزید یوم تمحص اخبارہ، ویقف الناس علی حقیقۃ حالہ کما کان فی حیاتہ، تبین من ذالک انہ لم یکن دون کثیرین ممن تغنی التاریخ بمحامدھم واجزل الثناء علیھم

اگر اہلیت کا پیمانہ اور مقیاس یہ ہے کہ خلیفہ اپنی مجموعی سیرۃ کے لحاظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ ہی کی مانند ہو تو پھر اسلام کی تاریخ میں اس طرح کا کوئی خلیفہ آپ کو ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیزؒ (جن کو سب خلیفہ راشد کہتے ہیں) بھی اس مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر ہم کسی ناممکن اور محال شی کی آس لگائے بیٹھے رہیں اور ہم ایک اور ابوبکرؓ اور ایک اور عمرؓ کے ظہور کا امکان تسلیم کر لیں، تب بھی وہ، وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نہیں ہوں گے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ کیونکہ وہ جس معاشرہ اور ماحول کی پیداوار تھے وہ ہی اب سرے سے مفقود ہے (لہٰذا ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسا ہونا ناممکن اور محال ہے) اور اگر اہلیت کا پیمانہ اور مقیاس سیرت و کردار میں راست روی اور استقامت، حرمتِ شریعت کی پاسداری اور احترامِ احکام شریعت پر عمل اور اتباع، لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف اور ان کے مصالح کا خیال، دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد اور اسلامی دعوت کی اس کرۂ عالم میں توسیع اور نشر و اشاعت، تمام افراد اور جماعتوں کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک تو جس روز لوگ صحیح تاریخ اور حقیقتِ حال سے واقف ہوں گے، اُن پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یزید بھی ان بہت سے افراد و اشخاص سے کسی طرح کم نہیں جن کے قابلِ تعریف کارناموں اور محامد و فضائل سے اسلامی تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۲۱۴ تعلیقہ)

خلاصہ یہ کہ اگر ہم سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کے معیار پر جانچنا شروع کر دیں گے تو پھر تو واقعی ان کی خلافت اس معیار کی ثابت نہیں ہو سکتی جس معیار کی خلافتِ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت تھی۔ یہاں تک کہ سیدنا علیؓ کی خلافت بھی اُس معیار پر پوری نہ اترے گی، اور اس کی وجہ وہی ہے جو ہم گزشتہ سطور میں نقل کر چکے ہیں یعنی زمانہ نبوت سے بُعد، کیونکہ زمانہ نبوت میں معاشرہ اور ماحول میں جو نورانیت تھی وہ آپؐ کے انتقال کے بعد بتدریج کم ہوتی گئی۔ اسی چیز کو سیدنا انسؓ نے ان الفاظ

میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

لما کان الیوم الذی قدم فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ واضاء منہا کل شئی فلما کان الیوم الذی مات فیہ اظلم منہا کل شئی

جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کی تشریف آوری سے مدینہ کی ہر شی روشن اور منور ہو گئی اور جس روز آپ کا انتقال ہوا اُس روز مدینہ کی ہر شی تاریک ہو گئی۔

(العواصم صفحہ ۲۷ تعلیقہ)

جوں جوں زمانۂ نبوت سے دُوری ہوتی گئی معاشرہ اور مسلم سوسائٹی میں برکات کی محرومی اور بدعات و فتن کا ظہور ہوتا گیا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلامؒ فرماتے ہیں:۔

"نبوت و رحمت کی برکات کی محرومی و فقدان ایک تدریجی تنزل تھا اور بدعات و فتن کے ظہور اور احاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی۔ کالخیر عودًا عودًا، جو حضرت عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہوئی اور جس قدر عہدِ نبوت سے دوری بڑھتی گئی اتنی ہی عہدِ نبوت اور خلافت رحمت کی سعادتوں سے امتِ محروم ہوتی گئی۔ یہ محرومی صرف امامت اور خلافت کبریٰ کے معاملے ہی میں نہیں ہوئی بلکہ قوام و نظام امت کے مبادیات اور اساسات سے لے کر حیاتِ شخصی و انفرادی کی اعتقادی اور عملی جزئیات تک ساری باتوں کا یہی حال ہوا۔

(مسئلہ خلافت صفحہ ۱۴)

معلوم ہوا اربابِ اقتدار معاشرے ہی کی پیداوار ہوتے ہیں اور جب معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو تو یقینی بات ہے کہ اربابِ حکومت کی زندگیاں بھی اُس سے متاثر ہوں گی اور معاشرے کے اچھے اور بُرے اثرات اخلاقیات، معاملات، عبادات، دیانات، اقتصادیات، معیشت اور معاشرت سب پر ہوں گے اور زندگی کا کوئی شعبہ اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا چنانچہ یہ شخصیت آپ کے عہدِ خلافت میں وہ رنگ نظر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آتا جو آپ سے قبل سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کی خلافتوں کے دور میں تھا آپ کے عہدِ خلافت میں تشتت و افتراق پیدا ہو گیا ہے جب کہ ان کے زمانہ میں امت کے تمام افراد میں اجتماع و ائتلاف تھا تو آپ نے اُس شخص کو جو جواب دیا وہ ہمارے اس خیال کی پر زور تائید کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد کی رعایا مجھ جیسے لوگ تھے اور میری رعایا تم جیسے لوگوں پر مشتمل ہے۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۴)

ہماری اس بات کی تائید اُس روایت سے بھی ہوتی ہے جو علامہ ابن حجر مکی نے درج فرمائی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ کے پوتے سیدنا سالمؒ کو ایک خط لکھا کہ آپ مجھے سیدنا عمرؓ کی ایک سیرت لکھ بھیجیں تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔ سیدنا سالمؒ نے انہیں جواب میں لکھا کہ اگر آپ سیدنا عمرؓ کی سیرت کے مطابق عمل کر لیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ سیدنا عمرؓ سے افضل اور بہتر ہیں کیونکہ

زمان امانك ليس كزمان عمر، ولا رجالك كرجال عمر

نہ تو آپ کا زمانہ سیدنا عمرؓ کے زمانہ جیسا ہے اور نہ آپ کے ساتھی سیدنا عمرؓ کے ساتھیوں جیسے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۰)

سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس زمانہ کے سب علماء اور فقہاء کو یہ بات لکھی تو سب نے وہی جواب دیا جو سیدنا سالم بن عبداللہؒ نے دیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے بعد چونکہ معاشرہ کے ہر گوشہ میں بگاڑ کے اثرات پیدا ہو گئے تھے لہٰذا نظامِ حکومت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، لیکن تمام خلفاء جو عہدۂ خلافت پر متمکن ہوئے اُن کا نظریہ یہی تھا کہ حفظِ دین و سیاست دنیا کی غرض سے امت کا سیاسی نظام شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو کیونکہ خلافتِ اسلامیہ کی غرض و غایت جو قرآن حکیم نے بیان کی ہے وہ یہی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج: ۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم اُن کو زمین میں حکومت عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور (نظام) زکوٰۃ قائم کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

کیونکہ خلافت کی تعریف ہی یہ ہے:۔

هي الرياسة العامة في التصدي لاقامة الدين باحياء العلوم الدينية واقامة اركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة واعطاءهم من الفئ والقيام بالقضاء واقامة الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابة عن النبي صلى الله عليه وسلم

خلافت وہ ریاست عامہ ہے جو (بذریعہ) علوم دینیہ کے زندہ رکھنے اور (بذریعہ) ارکان اسلام کے قائم کرنے اور (بذریعہ) جہاد اور متعلقات جہاد کے قائم رکھنے کے جیسے لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا، مالِ غنیمت کو اُن پر تقسیم کرنا اور (بذریعہ) عہدۂ قضا کے فرائض انجام دینے اور حدود کو قائم کرنے اور مظالم کو دُور کرنے اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دینے اور بُرے کاموں سے منع کرنے کے بحیثیت نائب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالفعل حاصل ہوئی ہو۔

(ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۹)

خلافت کی یہ تعریف سیدنا معاویہؓ کی خلافت پر ہر لحاظ سے صادق آتی ہے۔ کیونکہ ان کا عہد گورنری اور عہدِ خلافت دونوں صرف اور صرف دین اسلام کی سربلندی کے لیے تھے اور خلافت سے ان کی کوئی ذاتی غرض یا ذاتی مفاد وابستہ نہ تھا، پھر ایک صحابی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول سے اس بات کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ دنیا کو دین پر ترجیح دے گا صحابہؓ کی پوری زندگی اس بات کی بین دلیل ہے کہ دین و دنیا میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی جب بھی کوئی صورت پیدا ہوئی۔ انہوں نے ہمیشہ دین کو ترجیح دی اور دنیا کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ بھی اپنے متعلق خود بیان فرماتے ہیں:۔

ما کنت لاخیر بین اللہ وغیرہ الا اخترت اللہ علی غیرہ مما سواہ

حق تعالیٰ کی رضا اور دوسرے دنیوی مفادات میں جب بھی کوئی ٹکراؤ پیدا ہوا تو میں نے دوسرے تمام مفادات کو یکقلم ٹھکرا کر اللہ کی رضا کو اپنے لیے پسند کر لیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۴، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۵۵، منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۳)

پھر مختلف احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاویہؓ کے خلیفہ ہونے کے بارے میں بشارت بھی دی۔ چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا معاویہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کروا رہے تھے۔ سیدنا معاویہؓ خود فرماتے ہیں کہ وضو فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:۔

یا معاویۃ! ان ولیت امرًا فاتق اللہ و اعدل

اے معاویہؓ! اگر تجھے حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۳، تطہیر الجنان صفحہ ۱۵)

سیدنا معاویہؓ فرماتے ہیں کہ:۔

ما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی ولیت

مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ میں ضرور حکومت کے کاموں میں مبتلا ہوں گا حتیٰ کہ میں خلیفہ ہو گیا۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۱۵)

اسی طرح کی ایک اور حدیث امام ابوبکر بن شیبہ نے نقل کی ہے کہ سیدنا معاویہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سے یقین تھا کہ مجھے خلافت ضرور ملے گی جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ

اذا ملکت فاحسن

معاویہؓ! جب تجھے خلافت حاصل ہو تو اچھے طریقے سے حکومت کرنا۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۶)

ان روایات پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:۔

وتأمل انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبر معاویۃ بانہ یملک وامرہ بالاحسان تجد فی الحدیث اشارۃ الی صحۃ خلافتہ وانہا حق بعد تمامہا لہ بنزول الحسن لہ عنہا فان امرہ بالاحسان المترتب علی الملک یدل علی حقیقۃ ملکہ وخلافتہ وصحۃ تصرفہ ونفوذ افعالہ من حیث صحۃ الخلافۃ لا من حیث التغلب لان المتغلب فاسق معاقب لا یستحق ان یبشر ولا ان یؤمر بالاحسان فیما تغلب علیہ بل انما یستحق الزجر والمقت والاعلام بقبیح افعالہ وفساد احوالہ فلو کان معاویۃ متغلبًا لاشار لہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ذالک او صرح لہ بہ فلما لم یشر لہ فضلًا عن ان یصرح الا بما یدل علی حقیقۃ ما ھو علیہ علمنا انہ بعد نزول الحسن لہ خلیفۃ حق وامام صدق۔

"غور فرمائیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہؓ کو اس بات کی خبر دی کہ انہیں حکومت حاصل ہوگی اور ان کے ساتھ نیک سلوک اور عفو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درگزر سے کام لینے کی بھی تلقین فرمائی۔ یہ حدیث سیدنا معاویہؓ کی صحت خلافت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ سیدنا حسنؓ کی خلافت سے دست برداری اور سیدنا معاویہؓ کی بیعت ہو جانے کے بعد اُن کی خلافت صحیح اور برحق ہے اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو حسن سلوک کا حکم ارشاد فرمانا جو حکومت کے حصول کے بعد ممکن تھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی خلافت برحق اور ان کے افعال اور تصرفات اسی طرح صحیح تھے جس طرح خلافت صحیح طریقہ سے حاصل کرنے کے بعد کسی خلیفہ کے ہوتے ہیں نہ کہ غلبہ اور استیلاء سے کرسی حکومت پر متمکن ہونے والے کے۔ کیونکہ غلبہ اور استیلاء سے خلافت حاصل کرنے والا شخص تو فاسق اور سزاوار عقوبت ہوتا ہے۔ وہ نہ تو کسی بشارت کا مستحق ہوتا ہے اور نہ ہی اس بات کا کہ اس کو حسن سلوک اور عفو و درگزر کی تلقین کی جائے۔ ہاں زجر و توبیخ کا وہ ضرور مستحق ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اس کو اس کے بُرے اعمال اور فساد احوال کی اطلاع دی جائے۔ سیدنا معاویہؓ بھی اگر غلبہ و استیلا سے مسندِ خلافت پر قابض ہوئے ہوتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور صراحت کے ساتھ یا کم از کم اشارتاً بیان فرما دیتے۔ جب آپ نے ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا۔ بلکہ صراحت کے ساتھ ایسے امور کی خبر دی ہے جو ان کی خلافت کے برحق اور صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ سیدنا حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد سیدنا معاویہؓ خلیفہ برحق اور صحیح اور سچے امام تھے۔

(الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ صفحہ ۲۱۷)

ایک اور مقام پر علامہ ابن حجر مکیؒ سیدنا معاویہؓ کی خلافت کے صحیح اور حق ہونے پر بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کو امورِ خلافت سپرد کرنے کے بعد سیدنا معاویہؓ صحیح معنوں میں خلیفہ ہو گئے تھے اور وہ خلیفہ حق اور امام صادق

تھے۔ علامہ کے الفاظ ہیں:

فالحق ثبوت الخلافة لمعاویة من حینئذٍ واشد بعد ذالك خلیفة حق و امام صدق

صحیح اور حق بات یہ ہے کہ سیدنا حسنؓ کی صلح کے بعد سیدنا معاویہؓ کی خلافت صحیح معنوں میں ثابت ہے اور اس صلح کے بعد وہ خلیفہ حق اور امام صادق ہیں

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۶)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ ایک خلیفہ راشد تھے اور اُن کی خلافت انہی معنوں میں خلافت راشدہ تھی جن معنوں میں سیدنا علیؓ اور دوسرے خلفاء کی خلافت "خلافتِ راشدہ" تھی۔ اور خلافتِ راشدہ کو تیس سال میں محدود کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ سوائے ایک حدیث کے جس کے روایتاً اور درایتاً غیر صحیح ہونے کو ہم نے بدلائل واضحہ ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دلیل "خلافتِ راشدہ" کو تیس سال میں مقید اور محدود کرنے کی نہیں ہے۔ اب صرف ایک غیر صحیح حدیث پر "خلافتِ راشدہ" کو محدود کرنے کا نظریہ قائم کرنا ہمارے نزدیک نہ صرف صحیح نہیں بلکہ قرآن و سنت کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر اس حدیث کو کسی صورت میں صحیح بھی مان لیا جائے تو سیدنا حسنؓ کی خلافت بھی راشدہ ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ خود سیدنا مغیرہؓ نے مدت شمار کرنے میں اُن کی خلافت کو نکال دیا۔ اور اگر اُن کی خلافت کو بھی "خلافتِ راشدہ" میں شامل کر لیا جائے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض بزرگوں نے کس دلیل سے سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھی خلفاء راشدین میں شمار کر لیا ہے حالانکہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا سیدنا معاویہؓ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اوّل الذکر ایک تابعی ہیں حالانکہ آخر الذکر ایک فقیہ و مجتہد صحابیٔ رسول، ایک کاتب وحی، اللہ کی وحی کے امین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے برادر نسبتی اور خال المومنین، سیاست میں نابغۂ روزگار ہادی اور مہدی۔ چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ دونوں میں کون افضل ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ

واللہ ما انفت انف معاویة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر بالف مرۃ ، صلی معاویۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ ، فقال معاویۃ رضی اللہ عنہ ربنا لک الحمد فما بعد ھذا الشرف الاعظم۔

خدا کی قسم! وہ غبار اور مٹی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سیدنا معاویہؓ کے گھوڑے کے نتھنوں میں آکر جم گئی وہ عمر بن العزیزؒ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ سیدنا معاویہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ جب آپؐ کہتے تھے "سمع اللہ لمن حمدہ" تو معاویہؓ کہتے تھے "ربنا لک الحمد" اس شرف کے بعد اور بڑا شرف کیا ہو سکتا ہے۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۱۰-۱۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ قاضی عیاضؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے معانی بن عمرؒ سے دریافت کیا کہ سیدنا معاویہؓ کے سامنے عمر بن عبدالعزیزؒ کا کیا مقام ہے؟

فغضب غضبا شدیدا وقال لا یقاس باصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد، معاویۃ صاحبہ وصھرہ وکاتبہ وامینہ علی وحی اللہ

آپ کو یہ سوال سن کر سخت غصہ آیا اور فرمایا اصحاب رسولؐ کے مقابلہ میں کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی آپ کے برادر نسبتی، اللہ کی وحی کے کاتب اور امین ہیں۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۱۰)

اگر سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت "خلافتِ راشدہ" ہو سکتی ہے تو سیدنا معاویہؓ کی خلافت کیوں راشدہ نہیں ہو سکتی؟

قرآنِ حکیم نے ایک بڑی محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے، ان کے لیے اُن کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور ان کی حالت خوف کو حالت امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

(النور: ۵۵)

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے صحابہ کرامؓ سے بلاواسطہ اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں سے بالواسطہ "خلافت" کا وعدہ کیا ہے، لیکن اس کے لیے دو شرائط ذکر کیں اور دو ثمرات بیان فرمائے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مومن ہو ——— اور

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عمل صالح کا حامل ہو۔

جب یہ دو شرطیں پائی جائیں تو اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ حق تعالیٰ انہیں "استخلاف فی الارض" (زمین میں خلافت) عطا فرمائیں گے۔ اور اُس کے نتیجے میں دو ثمرات انہیں حاصل ہوں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔

۲۔ ان کی حالت خوف کو حالت امن میں بدل دے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہاں دو باتیں اور ذہن میں رکھئے۔

۱۔ اس آیت میں خلافت سے مراد ایسی حکومت ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر شرعی کے مطابق اس کی نیابت کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کرنے والی ہو۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں سید مودودی لکھتے ہیں:۔

"اب جو شخص بھی یہاں اس سیاق و سباق میں آیت استخلاف کو پڑھے گا وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس امر میں شک نہیں کر سکتا کہ اس جگہ خلافت کا لفظ اُس حکومت کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو اللہ کے اس امر شرعی کے مطابق (نہ کہ محض قوانین فطرت کے مطابق) اس کی نیابت کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والی ہو۔ اسی لیے کفار تو درکنار اسلام کا دعوے کرنے والے منافقوں تک کو اس وعدے میں شریک کرنے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اسی لیے فرمایا جا رہا ہے کہ اس کے مستحق صرف ایمان اور عمل صالح کی صفات سے متصف لوگ ہیں"

(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۱۸)

۲۔ دوسری بات یہ ذہن میں رہے کہ یہ وعدہ بعد کے مسلمانوں کو تو بالواسطہ پہنچتا ہے بلا واسطہ اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھے۔

(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۱۹)

یہ ساری باتیں ذہن میں رکھنے کے بعد اب دیکھئے کہ کیا سیدنا معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہیں تھے؟ یقیناً تھے۔ اور آپ کاتب وحی اور ایک فقیہ صحابی تھے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱، اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۱۲، ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۲۳۸، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۴۹، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۸)

ایمان اور عمل صالح میں روشنی کا مینار تھے کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا خلیفہ راشد اُن کے گھوڑے کے نتھنوں میں جمی ہوئی مٹی کا درجہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۱۰)

عمرۃ القضاء کے روز ایمان لائے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے خود ان کی زبانی نقل فرمایا ہے کہ:۔

اسلمت یوم عمرۃ القضاء ولکنی کتمت اسلامی من ابی الی یوم الفتح

میں عمرۃ القضاء کے روز ایمان لایا تھا لیکن اپنے والد کے ڈر سے اپنے ایمان کو فتح مکہ تک چھپائے رکھا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۸)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی لکھا ہے۔

معاویۃ بن ابی سفیان خلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی

معاویہ بن ابی سفیان ایک صحابی اور خلیفہ راشد ہیں۔ فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور آپ کاتب وحی بھی تھے۔

(تقریب التہذیب صفحہ ۳۵۷)

گویا کہ آپ میں ایمان اور عمل صالح کی دونوں شرطیں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں ان شرائط کے ساتھ خلافت راشدہ کے دونوں ثمرات بھی ان کے زمانۂ خلافت میں مرتب ہوئے۔

پہلا ثمرہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین یعنی اسلام اُن کے زمانہ میں مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد اسلامی فتوحات کا سلسلہ یکقلم بند ہو گیا تھا یہاں تک کہ سیدنا علیؓ کے زمانہ میں ایک شہر بھی اسلامی قلمرو میں داخل نہ ہوا۔ آپ نے اپنے زمانے میں جس قدر جنگیں بھی لڑیں وہ اسلام کی خاطر نہیں تھی بلکہ صرف طلب خلافت کیلئے تھیں۔ چنانچہ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے:۔

مقاتلات وے رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بود نہ بجہت الاسلام

سیدنا علیؓ کی لڑائیاں صرف اپنی خلافت کے حصول کے لیے تھیں اسلام کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترقی کے لیے نہیں تھیں۔

(ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۷۷)

فتوحات کا وہ سلسلہ جو سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں بند ہوا۔ سیدنا معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو دوبارہ جاری کیا اور اپنے بہترین کمانڈر عقبہ بن نافعؓ کے توسط سے ۴۱ھ میں شمالی افریقہ کے ایک وسیع علاقے کو اسلامی سلطنت میں شامل کیا اور آپ کے جرنیل مہلب بن ابی صفرؓ نے ۴۴ھ میں سندھ اور ترکستان کے علاقے پر اسلامی پرچم لہرایا۔ پھر اپنے صاحبزادے یزید بن معاویہؓ کی زیرِ قیادت قسطنطنیہ پر حملہ کروایا۔ ۵۳ھ میں بحری لڑائی کے ذریعہ آپ کے جرنیل جنادہ بن امیہؓ نے رودس کو فتح کیا۔ پھر ۵۴ھ میں قسطنطنیہ کے قریب ایک جزیرے ارواڈ کو اسلامی حکومت میں داخل کیا۔ چنانچہ علامہ خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے۔

هو اول مسلم ركب بحر الروم للغزو وفي ايامه فتح كثير من جزائر يونان والدردنيل

آپ (سیدنا معاویہؓ) سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے بحر روم کو اپنے جہازوں کی بازی گاہ بنایا اور آپ کے عہد میں یونان کے بے شمار جزیرے اور درہ دانیال وغیرہ علاقے فتح ہوئے۔

(الاعلام جلد ۸ صفحہ ۱۷۳، الفتوحات الاسلامیہ جلد ۲ صفحہ ۹۸)

آپ نے آخری وقت میں یہ وصیت فرمائی

شدّ خناق الروم

روم کا گلا گھونٹ دو۔

(النجوم الزاہرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

کئی نئے شہر بھی تعمیر کئے، نظم مملکت کو سیدنا فاروق اعظمؓ کی بنیادوں پر قائم کیا ملک میں رعایا کی خوشحالی اور آرام کے لیے مختلف اصلاحات کیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے ان سب چیزوں کو ان الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ

الجهاد في بلاد عدو وقائم وكلمة الله عالية والغنائم ترد اليه من اطراف الارض والمسلمون معه في راحة وعدل وصفح وعفو

آپ کے زمانہ میں دشمن کے ممالک میں جہاد کا سلسلہ جاری تھا اور اللہ کا کلمہ بلند تھا اور غنیمتیں زمین کے سب گوشوں سے سمٹ کر آپ کے پاس آتی تھیں۔ اور مسلمان آپ کے دورِ خلافت میں عدل و انصاف اور راحت و آرام کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گزارتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۸)

آپ کی اسی اسلام دوستی اور رعیت پروری کا نتیجہ تھا کہ آپ کے زمانے کے سارے لوگ جو صحابہ کرامؓ اور تابعین پر مشتمل تھے آپ پر دل و جان سے فدا تھا۔ اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا کہ

كانت سيرة معاوية مع رعيته من خيار امير الولاة وكان رعيته يحبونه الخ

سیدنا معاویہؓ کا اپنی رعایا سے سلوک بہترین حکمرانوں کا تھا اور آپ کی رعایا آپ کو دل و جان سے چاہتی تھی۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۹)

الغرض آپ کی خلافت سے وہ ثمرہ بھی مرتب ہوا جس کا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس آیت کریمہ میں وعدہ فرمایا تھا۔ اور دوسرا ثمرہ بھی مرتب ہوا کہ جب اسلام کا قانون دور دور تک رائج ہوا اور سلطنت اسلامی کی پہنائیوں میں دور دور تک اضافہ ہوا اور جانب مرفہ حالی کا دور دورہ ہو گیا تو

مسلمانوں کی حالتِ خوف پہلے سے زیادہ حالتِ امن میں تبدیل ہوئی اور مسلمان ایک غالب قوم کی صورت میں دنیا میں ابھرے اور اس جاہلیت کی تہذیب اور تمدن سے مہذب قومیں سرنگوں ہو کر اہل اسلام کی رعایا بنیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں اسلام کو روشناس کرایا گیا یہاں تک کہ اہل اسلام کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ ہر شخص کی جان، مال اور عزت کو تحفظ نصیب ہوا۔ اور نہ صرف مسلمان کی حالتِ خوف حالتِ امن میں بدل گئی بلکہ تمام اقوام عالم ہر قسم کی زیادتیوں اور تعدیوں سے محفوظ و مصئون ہو گئیں۔

چنانچہ قرآنِ حکیم کی یہ آیتِ کریمہ جس طرح ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کی خلافتوں کو راشدہ ثابت کرتی ہے اسی طرح سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو بھی "راشدہ" ثابت کرتی ہے اب قرآنِ حکیم کے اتنے واضح ثبوت کے بعد صرف ایک مخدوش حدیث کی بنا پر خلافت راشدہ کو صرف چار صحابہؓ میں محدود کر دینا اور ان کی خلافت کے بارہ میں دور از کار تاویلیں کرنا ہماری نگاہ میں صحیح نہیں۔ بلکہ قرآنِ حکیم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں غلط ہے۔

سیدنا عمر الفاروقؓ اور سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کے ادوار خلافت تو بالاتفاق خلافتِ راشدہ کے دور تھے۔ ان دونوں خلافتوں میں سیدنا معاویہؓ دمشق کے اہم صوبہ پر گورنری کے جلیل القدر عہدہ پر قریباً ۲۰ سال تک فائز رہے ان دونوں خلافتوں میں تو وہ خلافتِ راشدہ کے کل پرزہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کا دورِ خلافت آیا تو یکایک ان کی خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو گئی حالانکہ انہوں نے اپنی خلافت میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے طریق سے ہٹ کر ہو۔ اور آج جو اعتراضات ان کی خلافت کو غیر راشدہ یا ملوکیت ثابت کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں وہ سب بعد کے ذہنوں کی پیداوار ہیں۔ خود اُن کے زمانہ خلافت میں یا اُن کی خلافت کے کئی سو سال بعد تک اُن پر اس قسم کے کوئی اعتراضات نہیں ہوتے۔ خود ان کا اپنا دورِ خلافت صحابہ کرامؓ کا دور تھا جس کو حدیث نبویؐ میں "خیر القرون" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اُن کی خلافت میں کئی ایک صحابہؓ جلیل القدر عہدوں پر فائز تھے۔ اس کا یہ معنی ہوا کہ عہدِ معاویہؓ اگر خلافت راشدہ کا دور نہیں تھا بلکہ ملوکیت کا دور تھا تو وہ سارے صحابہؓ ملوکیت کی مشین کے لیے پرزوں کے طور پر کام کرتے رہے اور انہوں نے اس نظامِ حکومت کو پروان چڑھایا۔ جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ قطعاً راضی نہ تھے اور یہ بات محالات میں سے ہے۔ کیونکہ صحابہ

جاہلیت اور باطل کے نظام کو دنیا میں کبھی فروغ دینے کا ذریعہ نہیں بن سکتے تھے جیسا کہ گذشتہ سطور میں دلائل واضحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت پر غیر راشدہ کا اعتراض کئی جلیل القدر صحابہ پر اعتراض ہے بلکہ اُس وقت کے پورے معاشرہ پر اعتراض ہے جو ان کی خلافت کو صحیح اور راشدہ سمجھ کر اُن کے حلقۂ بیعت میں شامل ہو گئے تھے۔

اس سلسلہ میں سیدہ ام حرامؓ کی حدیث بھی غور کے قابل ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی ہے کہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز کھانا تناول فرما کر اُن کے ہاں استراحت کے لیے لیٹ گئے اور سیدہ ام حرامؓ نے ان کا سر دیکھنا شروع کر دیا۔ آپ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد سیدہ ام حرامؓ نے دیکھا کہ جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات والتحیات مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدہ ام حرامؓ نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ و جہاد کے ارادہ سے اس طرح سوار ہیں جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ سیدہ ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! دُعا فرمائیے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد آپ پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور انہی الفاظ کا اعادہ فرمایا۔ سیدہ ام حرامؓ نے پھر اپنی شرکت کی دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا "تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو"

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۱، صفحہ ۴۰۳، صفحہ ۴۰۵، صفحہ ۴۰۹-۴۱۰، جلد ۲ صفحہ ۹۲۹-۹۳۰، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۲، زرقانی جلد ۱ صفحہ ۶۶، اصابہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

امام بخاریؒ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا اُس پر جنت واجب ہو گئی ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن دوسری پیش گوئی کے بارہ میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں :۔

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم

میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا۔ اُس کے لیے (دربارِ الٰہی سے) مغفرت (کا پروانہ) ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلا بحری لشکر جس نے ۲۸ھ میں سمندر کے سینے کو چیر کر سمندر پار کے علاقے قبرص (CYPRUS) پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر کے اسلامی علم بلند کیا وہ ذات والاصفات سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کی قیادت میں تھا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :۔

وکان امیر ذالک الجیش معاویۃ بن ابی سفیان فی خلافۃ عثمان ومعہ ابوذر وابوالدرداء وغیرھما من الصحابۃ

خلافت عثمانی میں جب یہ حملہ ہوا تو اس لشکر کے امیر سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ تھے اور ان کے ساتھ ابوذرؓ اور ابوالدرداءؓ جیسے کئی اور دوسرے صحابہؓ تھے۔

(اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۷۵)

واپسی پر سیدہ ام حرامؓ سواری پر چڑھ رہی تھی کہ خچر کے بدکنے سے نیچے گر پڑیں اور انتقال فرما گئیں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۱، جلد ۲ صفحہ ۹۲۹، اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۷۵، عمدۃ القاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۸، ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)

چنانچہ لکھا ہے کہ

قبر ام حرام بنت ملحان بقبرس وھم یقولون ھذا قبر المراۃ الصالحۃ

ام حرامؓ بنت ملحان کی قبر قبرص میں ہے اور (وہاں کے لوگ) کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک اور پاکباز عورت کی قبر ہے۔

(صفۃ الصفوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۸، اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۷۵)

قبرص کی یہ فتح ۲۸ھ میں سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ اس لڑائی میں سیدنا معاویہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان "قدا وجبوا" (جنت ان پر واجب ہو گئی) کے تحت اہل جنت میں شامل ہو گئے۔ یہ فضیلت کوئی معمولی فضیلت نہیں بلکہ جس طرح عشرۂ مبشرہ کو دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری مل گئی تھی اسی طرح ان صحابہ کو بھی جنت ہی کی بشارت دے دی گئی تھی جنہوں نے قبرص کے اس معرکے میں شمولیت فرمائی تھی۔

پیش گوئی کا پہلا حصہ تو سیدنا معاویہؓ کے دورِ امارت میں پورا ہوا اور دوسرا حصہ آپ کے دورِ خلافت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا جب آپ کے فرزند ارجمند یزید کی زیرِ قیادت ایک عظیم الشان لشکر نے جس میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اور میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے، مدینہ قیصر یعنی قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۹، فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۷۸، ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ ۱۰۴، ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۷)

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے

فسار معہ خلق کثیر من کبراء الصحابۃ

جلیل القدر صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے ساتھ روانہ ہوئی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷، ۳۲۲)

بلکہ سیدنا حسین بن علیؓ نے بھی امیر یزیدؒ کی زیرِ قیادت ایک سپاہی کی حیثیت سے اس لشکر میں شمولیت فرمائی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۵۱، ہسٹری آف سیریسنز انگریزی صفحہ ۸۴)

اسی وجہ سے مشہور محدث مہلبؒ فرماتے ہیں :۔

فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ یزید لانہ اول من غزا مدینۃ قیصر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ں حدیث میں معاویہؓ کی منقبت بیان کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے بحری جنگ لڑی تھی اور اس حدیث میں اُن کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کیا تھا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۷۸)

اب آپ ہی اندازہ فرمائیے کہ جس شخصیت کے بارہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر پیش گوئیاں فرمائی ہوں اور جس نے ملتِ اسلامیہ کا چار دانگ عالم میں شہرت کا ڈنکا بجایا ہو کیا اُس کی خلافت غیر راشدہ ہو سکتی ہے؟ اور وہ دنیا میں ایسا نظام برپا کر سکتا ہے کہ جو اسلام کے خلاف ہو۔ کیونکہ اسلام کے نظریات وافکار کے مطابق معاشرہ کی داغ بیل ڈالنا عین رشد وہدایت ہے اور غیر راشدہ ہر وہ فعل ہے جو اسلام کے نظام سے لگا نہ کھاتا ہو۔ خلافتِ راشدہ کو صرف چار پانچ خلفاء میں محدود کر کے ان کے علاوہ سب خلفاء کو عام سطحی بادشاہوں کا درجہ دینا ہے۔ صحابہ کرام اور ان کے متبعین کی توہین ہے۔

یہ تھے وہ دلائل جن کی رُو سے ہمارا دعوےٰ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت اسی قسم کی خلافتِ راشدہ تھی جس قسم کی سیدنا علیؓ کی خلافتِ راشدہ تھی۔ اور اگر کوئی شخص ان کو کاتبِ وحی، صحابیٔ رسول ماننے ہوئے خلیفۂ راشد نہیں مانتا تو اس کو صحابیٔ رسول کے بارہ میں اپنے اُس عقیدہ پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے جو علمائے اہلِ سنت کا متفقہ ہے۔ بہر حال اگر کسی کو آپ کی خلافت کے راشدہ ہونے میں اختلاف ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ دلائل دے اور دلائل قرآن وسنت سے ہوں۔ اور صحیح اور صریح ہوں اور اگر دلائل نہ دے سکیں تو پھر خلافتِ راشدہ کو تیس سال میں محدود ومقید کرنے کے نظریہ پر نظرِ ثانی کریں اور اس مظلوم صحابیٔ رسول کے بارہ میں اپنے عقیدے کے اُن جراثیم کو ختم کریں جو رفض وتشیع کے مسلسل پراپیگنڈے کی وجہ سے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں نسلاً بعد نسل پل رہے اور موجودہ زمانے کے بعض نام نہاد مفکرینِ اسلام نے بھی اپنی متعدد کتابوں اور مضامین کے ذریعہ انکی مسلسل آبیاری کی ہے

سیدنا معاویہؓ پر ان اعتراضات کے علاوہ کچھ اور اعتراضات بھی کیئے ہیں کہ

۱۔ انہوں نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں تبدیلی کی۔

۲۔ انہوں نے انسانی لاشوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا، وغیرہ وغیرہ

لیکن ان اعتراضات کی حقیقت وہی ہے جو ان اعتراضات کی جن کے تفصیلی جوابات ہم نے اس کتاب میں دیئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ اس لحاظ سے ایک نہایت مظلوم شخصیت ہیں کہ ان کے بارہ میں صدیوں سے پراپیگنڈہ کیا گیا اور ہر وہ حربہ اختیار کیا گیا جس کی وجہ سے ان کی پاکیزہ اور بے داغ شخصیت کو داغدار بنایا جائے۔ اس بارہ میں خطیب بغدادیؒ نے کیا اچھی بات فرمائی اس کو ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے، لیکن بات اتنی نکتہ رس ہے کہ ہم اس کتاب کے اختتام پر بھی اس کو ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ سیدنا معاویہؓ پر اعتراضات کرنے والوں کی آنکھیں کھلیں۔ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:۔

معاویة ستر لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کشف الرجل الستر اجترأ علی ما وراءہ

معاویہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کے لیے ایک پردہ ہیں جب کوئی شخص اس پردہ کو کھول دے گا تو اس پردہ کے پیچھے جو لوگ ہیں ان پر بھی اس کی ہمتیں اور جرأتیں بڑھ جائیں گی۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

سچی بات یہ ہے کہ جو لوگ سیدنا معاویہؓ کی شخصیت پر اعتراضات کر کے صحابہؓ کے اس پردہ کو کھولنا چاہتے ہیں وہ دراصل سیدنا معاویہؓ سے پہلی شخصیتوں یعنی سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کو اپنی تنقید کا ہدف بنانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے قلم سے سیدنا معاویہؓ کے خلاف کچھ لکھا گیا انکے قلموں کی روشنائی ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ جیسے لوگوں پر بھی خشک نہ ہوئی اور انہوں نے بلا جھجک ان کی شخصیتوں اور ملکی پالیسیوں میں بھی کیڑے نکالنا شروع کر دیئے اور اپنی صحابہ دشمنی کا پورا پورا ثبوت دیا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کردار

تالیف

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

جس میں

دامادِ رسول، امام مظلوم اور خلیفۂ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مختلف عنوانات مثلاً دامادیٔ رسول، سفارتِ رسول، نیابتِ رسول، خلافتِ رسول اور ان کی زندگی کے دوسرے گوشوں پر قرآن و سنت اور تاریخ کی معتبر کتابوں اور ثقہ روایات کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور موجودہ زمانے کے بعض نام نہاد مفکرین اور مؤرخین کے اعتراضات کے مدلل اور شافی جواب دیئے گئے ہیں۔

عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آرہی ہے

ادارۂ معارف اسلامیہ مارکیٹ سیالکوٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

297.64
ظ 440 س
13702-EU-64

دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن